بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۞ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

حیاتِ قدسی

حصّہ چہارم

جس کا دوسرا نام

المقالات القدسیہ
فی
البرکات الاحمدیہ

ہے

شائع کردہ

(چوہدری) محمد عبد اللہ سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان دارالامان

ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز!

"میں سمجھتا ہوں کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالےٰ نے جو بحر کھولا ہے وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلّق رکھتا ہے۔ پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی۔ مگر بعد میں جیسے یکدم کسی کو پستی سے اُٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا جاتا ہے اسی طرح خدا تعالےٰ نے ان کو مقبولیت عطا فرمائی اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ، دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔

گزشتہ دنوں میں شملہ گیا تو ایک دوست نے بتایا کہ ——

مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں آئے اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی۔ جو رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی۔ تقریر کے بعد ایک ہندو ان کی منتیں کر کے انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں۔ آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہوگی"

(خطبہ جمعہ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۴۰ء)

از اخبار الفضل

عرضِ حال

حیاتِ قدسی یعنی سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا حصہ چہارم قارئین کرام کی خدمت میں خلاصۃً پیش ہے۔ اس کا پہلا حصہ جناب سیٹھ علی محمد۔ اے الہ دین صاحب سکندر آباد نے ۲۰ر جنوری ۱۹۵۱ء کو شائع کیا تھا جس کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا۔ کہ:۔

"واقعات بہت دلچسپ ہیں۔ اور جماعت میں روحانیت اور تصوف کی چاشنی پیدا کرنے کے لئے خدا کے فضل سے بہت مفید ہو سکتے ہیں۔ یہ کتاب اس انداز کی ہے جیسا کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اکبر خاں صاحب نجیب آبادی کو اپنے سوانح املا کرائے تھے۔"

حیاتِ قدسی کا دوسرا حصہ بھی یکم ستمبر ۱۹۵۱ء کو جناب سیٹھ صاحب نے شائع فرمایا اس کے متعلق سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل الفاظ ارشاد فرمائے:۔

"یہ ایک روح پرور تصنیف ہے۔ خدا تعالےٰ جماعت کے لئے مبارک کرے۔"

تیسرا حصہ جنوری ۱۹۵۲ء میں جناب سیٹھ محمد معین الدین صاحب حیدرآباد دکن کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ جس کے متعلق حضرت میاں صاحب دام ظلہم نے اپنے خط بنام حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی میں تحریر فرمایا:۔

"آج آپ کا رسالہ حیات قدسی حصہ سوئم مرزا عزیز احمد صاحب نے لاکر دیا۔ اور میں نے پڑھنا شروع کر دیا ہے مبارک ہو بہت روح پرور مضامین ہیں۔ ایسی کتابوں کی احمدیوں اور غیر احمدیوں میں بکثرت اشاعت ہونی چاہیئے۔ مناظرانہ باتوں کی نسبت اس قسم کے روحانی مذاکرات کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

آپ کی عمر اور علم میں برکت عطا کرے۔"
کتاب کے یہ حصص اگرچہ تھوڑی تعداد میں شائع ہوئے۔ لیکن خدا کے فضل سے بہت سے غیر احمدی احباب نے اُن کو پڑھ کر سلسلۂ حقہ کے متعلق اچھا اثر لیا۔ اور بعض کو احمدیت کے قبول کرنے کی توفیق بھی ملی۔ اسی طرح بہت سے احمدی احباب نے ان کتابوں سے روحانی فائدہ حاصل کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

چونکہ ان حصص کی تدوین کے لئے کافی فراغت میسر نہیں آسکی۔ اس لئے خلاصہ پیش کرتے ہوئے باوجود کوشش کے بعض اغلاط رہ گئی ہیں جن کا افسوس ہے۔ امید ہے۔ کہ آئندہ ایڈیشنوں کی طباعت کے وقت مناسب اصلاح کر دی جائے گی۔

حصّہ چہارم کی طباعت و اشاعت کا مالی بوجھ زیادہ تر جناب چوہدری محمد عبداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے برداشت کیا ہے۔ اور ذاتی دلچسپی اور مخلصانہ تعاون سے اس مشکل کام کو آسان کرنے میں مدد فرمائی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اسی طرح جناب شیخ رحمت اللہ صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی اور جناب شیخ کریم بخش صاحب کوئٹہ نے بھی اس تعلق میں قابلِ قدر مالی امداد فرمائی ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

اس حصّہ کے مسودہ کی درستی اور اصلاح کا کام عزیز مبشر احمد صاحب راجیکی نے کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو اپنی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

ابھی مزید مواد بھی موجود ہے۔ جو انشاء اللہ حسب توفیق آئندہ شائع کر دیا جائیگا۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اس تصنیف کو مفید اور بابرکت بنائے۔ آمین ٭

کتاب کو پریس میں بھجواتے وقت میں شدید طور پر بیمار ہو گیا ہوں۔ اس لئے طباعت کے کام کی نگرانی کما حقہٗ نہیں ہو سکی۔ اور نہ مضامین میں ترتیب دی جا سکی ہے احباب کرام سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے خاص فضل سے مجھے صحت کاملہ عطا فرما کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے ٭

آمین!

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ٭

طالبِ دُعا خاکسار۔ برکات احمد راجیکی واقفِ زندگی قادیان دارالامان

فہرست مضامین حیات قدسی حصہ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود آلھما مع التسلیم

باعث تالیف کتاب ہذا

کتاب ہذا کی تالیف کا سبب جلد سوئم
سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد سے اب تک اکثر احباب نے جن سے مجھے میل ملاقات اور نشست و برخواست کا موقعہ ملتا رہا یہ خواہش ظاہر کی کہ ان فیوض و برکات کو جو مجھے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفاء عظام کے تعلق بیعت اور زیارت و صحبت سے حاصل ہوئے ہیں قلمبند کر کے محفوظ کر جاؤں۔ تاکہ ان سے دوسری سعید روحوں کو بھی فائدہ پہنچ سکے۔ بالخصوص آئندہ آنے والی نسلیں ان سے نور و برکت حاصل کر سکیں۔ احباب کی اس خواہش کو پورا کرنے کا کئی دفعہ میں نے ارادہ کیا۔ لیکن تبلیغی مصروفیتوں اور اکثر سفروں کی نقل و حرکت کی وجہ سے مجھے فرصت میسر نہ آسکی۔ اور میں اپنے ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

۱۹۳۹-۴۰ء میں جب نوجوانانِ احمدیت نے یہ دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ دن بدن اس فانی دنیا سے عالمِ بقا کی طرف رحلت کرتے جا رہے ہیں اور ان کی تعداد یوماً فیوماً کم ہوتی جا رہی ہے۔ تو بعض مخلصین نے موجود الوقت صحابہؓ کے حالات قلمبند کرنے کا التزام کیا۔ اسی سلسلہ میں میرے کچھ حالات کتاب بشاراتِ رحمانیہ میں بھی طبع ہوئے۔ لیکن وہ بہت ہی نامکمل اور مختصر تھے۔ بعض اور نوجوانوں نے بھی حالات قلمبند کئے۔ لیکن وہ شائع نہ ہو سکے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز انقلاب میں جہاں اور بہت سے نوادر ضائع ہوئے۔ وہاں صحابہؓ کے حالات بھی ضائع ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

ایک رویاء کا ذکر

مارچ ۱۹۴۶ء میں جب میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت دار التبلیغ پشاور میں بغرض تبلیغ و درس و تدریس معین کیا گیا تو بعض احباب نے تجدیداً تحریک کی کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ فیوض و برکات کو ضرور قلمبند کیا جائے۔ چنانچہ مَیں خاص طور پر اس دعا میں لگ گیا کہ اگر ان فیوض کا قلمبند کرنا خدا تعالےٰ کی رضاء کے مطابق ہے۔ اور اس سے اسلام اور احمدیت کی کچھ خدمت ہو سکتی ہے تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اِس کی توفیق بخشی جائے۔

اِسی اثناء میں جب مَیں دُعاؤں میں لگا ہُوا تھا۔ تو مورخہ ۱۲-۱۳ جولائی ۱۹۴۶ء کی درمیانی شب کو رویاء میں مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضورؑ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ؎

اے بےخبر بخدمت قرآں کمر ببند[1]
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

جب میں خواب سے بیدار ہُوا تو سوچنے پر مجھے معلوم ہُوا کہ جہاں تک درس و تدریس اور تقاریر کے ذریعہ خدمتِ قرآن کا تعلق ہے۔ اس کا تو مجھے ایک حد تک لمبے عرصہ سے بفضلہ تعالےٰ موقعہ مل رہا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرآنی معارف و حقائق اور فیوض کو جو حضرت مسیح پاک اور آپ کے مقدس خلفاء کی برکت سے مجھے حاصل ہوئے ہیں کتابی شکل میں محفوظ کرنا ہو۔ وَاللّٰہُ اَعلم بالصّواب۔

مَیں نے یہ رویاء سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں تحریر کیا۔ اس کے جواب میں ۵ ستمبر ۱۹۴۶ء کو حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل الفاظ تحریراً ارشاد ہوئے :-

"اللہ تعالےٰ خوابوں کو مبارک کرے۔ اصل چیز تو قرآن کریم کی اشاعت ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی توفیق بخش دے"۔

[1] ترجمہ:- اے بے خبر خدمتِ قرآن پر کمر باندھ لے اس سے پیشتر کہ یہ آواز بلند ہو کہ فلاں شخص (زندہ) نہیں رہا۔

اِس رویاء اور حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے پیشِ نظر میں نے اس وقت جبکہ میری زندگی کے آخری ایام ہیں۔ اور عمر ستر سال سے متجاوز ہو چکی ہے دُعائے استخارہ کے بعد اِس کارِ خیر کو اعمال حسنہ میں سے سمجھتے ہوئے شروع کر دیا ہے۔ اِس کے بخیر و خوبی انجام پانے کے لئے مَیں اپنے موفق اور معین مولیٰ کی امداد اور اعانت کا خواستگار ہوں۔ اے میرے محسن حقیقی اور قادر و ذوالجلال خدا تو اپنی بے شمار عنایات اور بے پایاں رحمت سے میرا معین و مددگار ہو۔ آمین۔

جذبۂ تشکر

اللہ تعالیٰ کی اِس حقیر و ناچیز پر بے شمار اور بے حد و حساب رحمتیں ہیں جو بارانِ رحمت کی طرح متواتر اور پیہم نازل ہو رہی ہیں۔ اُس محسن حقیقی کے خاص فضل و احسان نے مجھ حقیر و بے نوا بادیہ نشین کو یہ توفیق بخشی کہ مجھے حضرت احمدؑ نبی اللہ نائب و بروز حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں آپ کی بیعت و تصدیق کا شرف ۱۸۹۷ء میں حاصل ہوا اور ۱۸۹۹ء میں آپؑ کی دستی بیعت۔ زیارت و صحبت سے استفاضہ کا موقعہ ملا۔ اِس نعمتِ عظمیٰ کا شکر ادا کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ اگر میں قیامت تک بارگاہ قدس کے عتبہ عالیہ پر سربسجود رہوں تو بھی شکر ادا نہیں کر سکتا بلکہ ایک روزہ فیضان زیارت و صحبت کا بھی مجھ حقیر سے شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

اِس شکریہ کی ایک معمولی حد تک ادائیگی کے لئے میں اپنے آقا و پیشوا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے مقدس خلفاء کے اُن فیوض کا جو وقتاً فوقتاً مجھے روحانی طور پر حاصل ہوئے ہیں۔ کسی قدر ذکر بطور نمونہ کے ذیل کے مقالات میں تحریر کرتا ہوں۔ تا احباب سلسلۂ احمدیہ اور خدام و عشاق حضرت مسیح الاسلام علیہ وعلےٰ متبوعہ الف الف صلوٰۃ وسلام اس سے علمی فیوض اور روحانی حقائق و معارف حاصل کر سکیں۔

وَمَا التوفیق اِلَّا بِاللّٰہِ الموفق المستعان وبہ الاستعانۃ وعلیہ التکلان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— ✦ ——— نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

حیاتِ قدسی حصّہ چہارم

خوارق کا وجود:

خوارق اور عجائبات عام طور پر ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ لیکن دُنیا میں پائے ضرور جاتے ہیں۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں خوارق کے متعلق اس طرح مذکور ہے۔

الخوارق تحت منتھی صدق الاقدام کن للہ جمیعًا و مع اللہ جمیعا (تذکرہ ۱۹۵)

یعنی کرامات و خوارق اس موقعہ پر ظاہر ہوتے ہیں جو انتہائی درجہ صدق اقدام کا ہے۔ تُو سارا خدا کے لئے ہو جا اور سب کا سب خدا کے ساتھ ہو جا۔" اس الہام سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوارق کا ظہور اس وقت مومنوں کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے عقائد اور اعمال اور اخلاق کو مکمل طور پر شریعت کے سانچے میں ڈھال لیں۔ اور نفسانیت کے ہر پہلو سے الگ ہو جائیں۔ اُن کا سارا وجود اور اس کا ذرّہ ذرّہ ہر پہلو سے خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت ہو جائے۔ اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ اسی قدوس ذات کی معیت میں بسر ہو۔ وہ شدید سے شدید ابتلاء اور امتحان کے وقت استقامت۔ استقلال اور صبر کا کامل نمونہ دکھائیں۔ یہی صدق الاقدام ہے۔ اور اسی کو تصوف کی اصطلاح میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے کن للہ جمیعا کے الفاظ سے فنا فی اللہ اور کن مع اللہ جمیعا کے فقرہ میں بقا باللہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

انسان کا قلب جب کامل خوف اور کامل محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے۔ تو ایک طرف انسانی فطرت کے ظرف کو غیر اللہ سے خالی کیا جاتا ہے اور دوسری طرف قلب مطہر

کو اللہ تعالیٰ کی قدوس ہستی کے نور کا مسکن بنایا جاتا ہے ؎

جلوۂ حسنت نہ گنجد در زمین و آسماں
در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ

پس کامل خوف اور کامل محبت کے ذریعہ جب انسان اپنے ازلی محبوب کے سامنے اپنے قلب کو اصفٰے اور اطہر بنا کر پیش کر دیتا ہے۔ تو یہ حالت خوارق اور معجزات کے ظہور کا باعث بن جاتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اس کی قدرتیں بے انتہا ہیں مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ جن کو یقین اور محبت اور اس کی طرف انقطاع عطا کیا گیا ہے اور نفسانی عادتوں سے باہر کئے گئے ہیں ان ہی کیلئے خوارق عادت قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر خارق عادت قدرتوں کے دکھانے کا انہی کے لئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کے لئے اپنی عادتوں کو پھاڑتے ہیں۔ وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اپنے آراموں پر اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے۔ اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ایک حالت مراد یابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے۔ تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے۔ اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔" (کشتی نوح)

دستِ غیب:-

چوہدری اللہ داد صاحب برادر زادہ چوہدری محمد عبداللہ صاحب نمبردار موضع سعد اللہ پور

کے رہنے والے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اعجازی برکت سے بعض نشانات ظاہر فرمائے اور ان کو احمدیت کی توفیق بخشی۔ وہ میری بیعت میں سیدنا حضرت اقدس کے سفر جہلم میں حضور کے ساتھ گئے۔ اور جہلم میں حضورؑ کی ملاقات اور زیارت سے مشرف ہو کر صحابیت کا مقام بھی حاصل کیا۔ وہ مجھ سے بھی بہت محبت اور حسنِ ظنی رکھتے تھے حضور اقدسؑ کی زیارت کے بعد ان میں سلسلہ حقہ کی تبلیغ کے لئے ایک خاص جذبہ اور جوشِ اخلاص پایا جاتا تھا۔ دن رات وہ اسی شغل میں لذت اور سرور پاتے تھے۔ اور حضرت اقدسؑ کا نام ہر وقت بلند کرتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ چوہدری صاحب مجھے فرمانے لگے کہ یہ جو دستِ غیب کا مسئلہ ہے کہ بعض اعمال یا وظایف کے ادا کرنے سے کسی بزرگ کی توجہ اور برکت سے روزانہ کچھ مل جاتا ہے یہ کہاں تک درست ہے۔ میں نے جواباً ان کو بتایا کہ بعض مقدس ہستیوں کی دعا و برکت اور توجہ سے اللہ تعالیٰ ایسا فضل بھی فرما دیتا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ کہ میرے اخراجات کثیر ہیں اور بوجہ بڑھاپے کے میں جوانی کی طرح محنت اور کام کر کے مالی منفعت حاصل نہیں کر سکتا۔ اور خودداری اور غیرت کے باعث دستِ سوال دراز کرنا بھی معیوب خیال کرتا ہوں۔ اس کا کوئی حل ہو جائے تو میری پریشانی کا ازالہ ہو سکے۔ اس کے بعد کہنے لگے۔ کہ دستِ غیب کا کوئی نمونہ آپ نے اپنے متعلق بھی مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو قبول احمدیت کے بعد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء راشدین کی تحریک پر اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میرے ساتھ میرے رشتہ داروں اور غیروں کا سلوک کس طرح معاندانہ اور مخالفانہ رہا ہے۔ اور اب بھی یہ سلسلہ شدید مخالفت کا چل رہا ہے۔ میرے رشتہ کے متعلق بھی بائیکاٹ کیا گیا۔ اور ہر طرح مجھے ذلیل اور حقیر کرنے کی کوشش اور منصوبے کئے گئے۔ دور و نزدیک سے علماء مکفرین کی امداد سے مجھ پر کفر کے فتوے لگا کر مجھے اپنوں اور بیگانوں کی نگاہ میں رسوا کرنے کے لئے جدوجہد کی گئی۔ لیکن میرے ازلی و ابدی محسن آقا نے محض اپنے لطف و کرم سے اس طوفان مخالفت اور تکفیر میں باوجود میری کم علمی، ناتجربہ کاری اور بے سروسامانی کے میری خاص سرپرستی فرمائی اور میری ہر ضرورت اور حاجت کو اپنے فضل سے پورا فرمایا۔ میری شادی کا انتظام بھی فرمایا اولاد بھی دی۔ اور اب تک میرا اور میرے اہل و عیال کا متکفّل ہے۔ یہ دستِ کرم اور

دستِ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

سلسلہ حقہ کی خدمت کی برکت سے اکثر اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے نوازتا ہے اور حاجت براری کرتا ہے۔ بعض دفعہ عند الضرورت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اور حضورؑ کے دورِ سعادت کے بعد آپ کے خلفاء عظام کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتا ہوں اور جس طرح بادشاہ اپنے وزراء اور نائبین کی درخواستوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ قبول کرتے ہیں اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء راشدین کی دعائیں زیادہ قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہیں اور ہماری حاجت روائی کا باعث بنتی ہیں۔ اور مبلغین جب جوشِ اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے نائبوں کی نیابت میں خدمت سلسلہ بجا لاتے ہیں۔ تو ان کو بھی نصرتِ الٰہی سے نوازا جاتا ہے۔ چنانچہ میرے جیسے حقیر خادم کیلئے بھی بارہا اعجازی برکات کے نمونے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری مشکل کشائی اور حاجت روائی فرمائی ہے۔ میرے نزدیک یہی دستِ غیب ہے (چوہدری اللہ داد صاحب کے متعلق ایک واقعہ پہلے حصہ میں گذر چکا ہے)۔

غیبی امداد:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں قادیان مقدس میں تھا۔ اتفاق سے گھر میں اخراجات کے لئے کوئی رقم نہ تھی۔ اور میری بیوی کہہ رہی تھیں۔ کہ گھر کی ضروریات کے لئے کل کے واسطے کوئی رقم نہیں۔ بچوں کی تعلیمی فیس بھی ادا نہیں ہو سکی۔ سکول والے تقاضا کر رہے ہیں بہت پریشانی ہے۔ ابھی وہ یہ بات کہہ رہی تھیں۔ کہ دفتر نظارت سے مجھے حکم پہنچا۔ کہ دہلی اور کرنال وغیرہ میں بعض جلسوں کی تقریب ہے آپ ایک وفد کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو کر ابھی دفتر میں آجائیں جب میں دفتر میں جانے لگا۔ تو میری اہلیہ نے پھر کہا۔ کہ آپ لمبے سفر پر جا رہے ہیں۔ اور گھر میں بچوں کے گذارا اور اخراجات کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ میں ان چھوٹے بچوں کے لئے کیا انتظام کروں؟ میں نے کہا کہ میں سلسلہ کا حکم ٹال نہیں سکتا۔ اور جانے سے رُک نہیں سکتا۔ کیونکہ میں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ صحابہ کرامؓ جب اپنے اہل و عیال کو گھروں میں بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ کر جہاد کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ تو گھر والوں کو یہ بھی خطرہ ہوتا تھا کہ نہ معلوم وہ واپس آتے ہیں یا شہادت کا مرتبہ پا کر ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور بچے یتیم

اور بیویاں بیوہ ہوتی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ میں ہم سے اور ہمارے اہل و عیال سے نرم سلوک کیا گیا ہے۔ اور یہاں قتال اور حرب درپیش نہیں بلکہ زندہ سلامت آنے کے زیادہ امکانات ہیں۔ پس آپ کو اس نرم سلوک کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کا شکر بجالانا چاہئے اس پر میری بیوی خاموش ہو گئیں اور میں گھر سے نکلنے کے لئے باہر کے دروازہ کی طرف بڑھا۔ اس حالت میں مَیں نے اللہ تعالےٰ کے حضور عرض کیا۔ کہ "اے میرے محسن خدا تیرا یہ عاجز بندہ تیرے کام کے لئے روانہ ہو رہا ہے اور گھر کی حالت تجھ پر مخفی نہیں تو خود ہی ان کا کفیل ہو اور ان کی حاجت روائی فرما۔ تیرا یہ عبدِ حقیر ان افسردہ دلوں اور حاجت مندوں کے لئے راحت و مسرت کا کوئی سامان مہیا نہیں کر سکتا"۔

میں دعا کرتا ہوا ابھی بیرونی دروازہ تک نہ پہنچا تھا کہ باہر سے کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ جب میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ تو ایک صاحب کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص نے ابھی ابھی مجھے بلا کر مبلغ یکصد روپیہ دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آپ کے ہاتھ میں دے کر عرض کیا جائے کہ اس کے دینے والے کے نام کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ میں نے وہ روپیہ لیکر انہی صاحب کو اپنے ساتھ لیا اور کہا کہ میں تو اب گھر سے تبلیغی سفر کے لئے نکل پڑا ہوں۔ بازار سے ضروری سامان خورد و نوش لینا ہے وہ آپ میرے گھر پہنچا دیں۔ کیونکہ میرا اب دوبارہ گھر میں واپس جانا مناسب نہیں۔ وہ صاحب بخوشی میرے ساتھ بازار گئے۔ میں نے ضروری سامان خرید کر ان کو گھر لیجانے کے لئے دیدیا۔ اور بقیہ رقم متفرق ضروریات کیلئے ان کے ہاتھ گھر بھجوا دی۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

قادیان میں مکان کی تعمیر:۔

۱۹۱۹ء کے جلسہ سالانہ پر میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی۔ کہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں قادیان میں مکان بنانے کی توفیق پانے کے واسطے دعا کے لئے عرض کروں۔ گو بظاہر میرے مالی حالات کے پیشِ نظر ایسا ہونا میری استطاعت سے باہر تھا لیکن اللہ تعالےٰ کے سامنے کوئی بات انہونی نہ تھی۔ چنانچہ میں نے حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ لکھا۔ اس خط کے لکھنے کے بعد میں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے اپنے پر کو بچھا کر فرمایا کہ اپنے گھر کے سب افراد کو لا کر اس پر بٹھا دیں۔ جب ہم

سب گھر والے اس پر بیٹھ گئے۔ تو آپ نے پرواز کرنا شروع کی۔ اور قادیان کے محلہ دار الرحمت میں جہاں اس وقت ہمارا مکان بنا ہوا ہے لاکر ہمیں اتارا۔ اس رویاء سے مجھے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہونے کی امید ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء کے جلسہ سالانہ پر میں نے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں دعا کے لئے زبانی عرض کیا۔ حضور نے دعا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ ابھی میں جلسہ کے بعد قادیان میں ہی مقیم تھا۔ کہ ایک شخص نے جن کا نام رحمۃ اللہ تھا۔ زمین کے لئے اڑھائی صد روپیہ کسی غیبی تحریک کے ماتحت مجھے دیا۔ اس سے میں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے توسط سے زمین خریدلی۔ آٹھ نو صد روپیہ میری بیوی نے اپنے زیور فروخت کر کے مہیا کیا۔ جس کی لکڑی اور کچھ اور ضروری سامان خرید لیا گیا۔

مستری اللہ رکھا صاحب ساکن ترگڑی جو آج کل لاہور میں ٹھیکیداری کا کام کرتے ہیں۔ ان کے بہت سے لڑکے پیدا ہو کر بچپن میں فوت ہوتے رہے۔ انہوں نے ایک دفعہ بہت دردمندانہ لہجہ میں دُعا کی درخواست کی۔ مجھے اُن کے لئے دعا کا اچھا موقعہ میسر آگیا۔ اور میں نے ان کو اطلاع دے دی۔ کہ اب جو لڑکا آپ کے ہاں پیدا ہوگا۔ وہ لمبی عمر پانے والا ہوگا۔ چنانچہ ان کو خدا تعالےٰ نے لمبی عُمر پانے والا لڑکا دیا۔ جس کا نام عبد الحفیظ ہے اور اب وہ بی۔ اے پاس کر کے لاہور میں ملازم ہے اور صاحب اولاد بھی ہے۔

مستری اللہ رکھا صاحب نے لکڑی کا عمارتی کام اپنے ذمہ لیا۔ جب مکان کی تعمیر کے لئے اینٹوں کا مسئلہ درپیش ہوا۔ تو حضرت عرفانی صاحب کے ذریعہ سے اینٹیں بطور قرض مل گئیں۔ اور حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ نے اپنے انتظام اور نگرانی میں مکان کی تعمیر شروع کرا دی۔ مکان کی چھت پر جب ٹائلوں کی ضرورت پڑی۔ اور اس کی اطلاع حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ کو ہوئی۔ تو آپ نے مہیا فرما دیں۔ اس طرح میری غیر حاضری میں ہی مکان تعمیر ہو گیا۔

مکان تعمیر ہونے کے بعد مجھے یہ فکر تھا کہ حضرت عرفانی صاحب کا قرضہ اور اس سلسلہ میں بعض دوسری رقوم کا بار جو میرے ذمہ ہے وہ جلد اتر جائے۔ اسی اثنا میں خاکسار بعض تبلیغی اور تربیتی ضرورتوں کے ماتحت گجرات بھجوایا گیا۔ وہاں میں نے ماہ رمضان میں خاص طور پر قرض کے اُترنے کے لئے دُعا کی۔ میرا یہ طریق ہے کہ ہر رمضان میں اس مقدس ماہ کے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص مقصد سامنے رکھ کر دُعا کرتا ہوں۔ چنانچہ اس رمضان میں بھی جب میں نے خاص توجہ سے اس گراں بار قرض کے اترنے کے لئے دعا کی۔ اور دعا کرتے ہوئے آٹھواں دن ہوا تو

اللہ تعالیٰ کی قدوس ذات میرے ساتھ ہمکلام ہوئی۔ اور اس پیارے اور محبوب مولیٰ نے مجھ سے ان الفاظ میں کلام فرمایا:۔

"اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا قرضہ جلد اُتر جائے۔ تو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کو بھی شامل کرائے۔"

میں نے اس کلام الٰہی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اطلاع دیتے ہوئے حضور سے درخواست دعا کی۔ حضور نے ازراہ نوازش جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو جو اس وقت پرائیویٹ سکرٹری تھے۔ یکصد روپیہ دے کر فرمایا کہ یہ رقم مولوی راجیکی صاحب کے گھر پہنچا دی جائے۔

حضور نے میرے عریضہ کے جواب میں جو خط گجرات کے پتہ پر ارسال فرمایا۔ اس میں اس رقم کے عطا فرمانے کا تو کچھ ذکر نہ تھا۔ ہاں یہ ارشاد تھا۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے ضرور دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا قرضہ جلد اُتار دے۔

اے خوش آں جود کہ از خجلتِ وضعِ سائل
لب بہ اظہار نیارند و بہ ایما بخشند

اس کے معاً بعد ایک صاحب کے متعلق مجھے معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے قادیان اور احمد آباد گاؤں میں زمین خریدی ہوئی ہے۔ اور وہ اب وہاں مکان بھی بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے اُن کو لکھا۔ کہ میرا مکان ایک کنال میں تعمیر شدہ ہے۔ اگر آپ کو پسند ہو۔ تو آپ وہی خرید فرمائیں اس پر انہوں نے جواب دیا۔ کہ مکان کی تو خود آپ کو بھی ضرورت ہوگی۔ کیا کسی مجبوری اور ضرورت کی بنا پر آپ اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے لکھا کہ ہاں فروخت کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کی تعمیر پر جو رقم خرچ ہوئی ہے اس میں سے ابھی مبلغ دو ہزار کے قریب قرض واجب الادا ہے۔ اس اطلاع کے ملنے پر انہوں نے مجھے لکھا کہ میری پانچ ہزار روپیہ کی رقم بیت المال میں جمع ہے۔ میں نے وہاں لکھ دیا ہے کہ جتنی رقم آپ کو قرض کی ادائیگی کے لئے درکار ہو۔ وہ آپ کو ادا کر دی جائے۔

چنانچہ میں نے محاسب صاحب سے تقریباً مبلغ اٹھارہ سو روپیہ کی رقم لے کر تمام قرضداروں کا حساب بے باق کر دیا۔ اور اس مہربان دوست کو لکھا۔ کہ میں نے آپ کی رقم سے متفرق رقوم قرضہ کی ادا کر دی ہیں۔ اب خدا کرے کہ آپ کی رقم کو بھی جو بطور قرضہ میں نے

بخشش ملی ہے۔ ادا کرنے کی توفیق ملے۔ اس خط کے جواب میں اس دوست نے مجھے لکھا کہ میں نے آپ کو یہ رقم بطور قرضہ نہیں دی۔ بلکہ اللہ تعالے کی رضا اور ثواب کی خاطر دی ہے۔
نیز انہوں نے مجھے اپنے تین مقاصد کے لئے دُعا کی تحریک کی۔
اوّل یہ کہ وہ افسر مال کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اور باوجود سینئر ہونے کے ان کو ترقی نہیں ملی اور جونیئر افسر ڈپٹی کمشنر بن گئے ہیں۔ دوسرے ان کی خواہش ہے۔ کہ ان کو خان بہادر کا خطاب مل جائے۔ تیسرے اُن کے ہاں نرینہ اولاد ہو۔
میں نے ان کے تینوں مقاصد کے لئے دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ان کے احسان اور حسنِ سلوک کو پیش نظر رکھ کر دلی توجہ سے اُن کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ یہاں تک کہ میرے سامنے کشفی طور پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک کاغذ پیش کیا گیا۔ جس میں لکھا ہوا تھا۔ کہ وہ ڈپٹی کمشنر بنائے جائیں گے۔ اور سب سے پہلے ان کا تقرر ضلع گوجرانوالہ میں ہوگا۔ ان کو خانبہادر کا خطاب ملے گا۔ اور اُن کے ہاں لڑکا بھی تولّد ہوگا جس کا نام مجھے احمد خاں بتایا گیا۔
اللہ تعالےٰ کی یہ عجیب قدرت احسان اور فضل ہے۔ کہ اس پیش خبری کے عین مطابق وہ ڈپٹی کمشنر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ اور سب سے پہلے ان کا تقرّر ضلع گوجرانوالہ میں ہوا انہوں نے اس تقرری کے بعد مجھے لکھا۔ کہ آپ کا اطلاعی خط میرے سامنے پڑا ہوا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے عَلَّامُ الْغُیُوْب ہونے پر حیرت سے غور کر رہا ہوں۔ پھر ان کو خان بہادر کا خطاب سرکار کی طرف سے دیا گیا۔ اور یکم مئی ۱۹۲۹ء کو ان کے ہاں لڑکا بھی پیدا ہوا۔ اور جس طرح بہت عرصہ پیشتر میں نے اس بچہ کا نام احمد خاں دیکھا تھا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے حسنِ اتفاق سے اس کا نام احمد خاں ہی تجویز فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک
مجھے معلوم ہوا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی تھی۔ اور حضور کو بھی ان کے ہاں لڑکا تولّد ہونے کی بشارت ملی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ خاکسار یا کسی دوسرے احمدی دوست کو اگر اللہ تعالےٰ کے فضل سے کسی الہامی بشارت سے نوازا جاتا ہے یا کسی دعا کی قبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ تو اس میں بھی ہماری کسی خوبی کا دخل نہیں۔ بلکہ یہ سب فیض اور برکت اور کمال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء عظام اور اہلبیت کا ہے ؎

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اگرچہ میرے وہ محسن دوست یعنی خان بہادر ملک صاحب خان صاحب نون اس قرضہ کے اتارنے کا باعث بنے۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں۔ کہ اس احسان اور حسنِ سلوک کے پیچھے میرے محسنِ عظیم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص دعائیں جو آپکی منشاء کے ماتحت حضور نے اس عبدِ حقیر کی رستگاری کے لئے کیں۔ تکرار فرمائیں اور وہی دعائیں اللہ تعالیٰ۔ہاں ازلی و ابدی احسان کے سرچشمہ کے فضل و رحم کو کھینچنے کا باعث بنیں۔ ہاں میں اس مہربان دوست کا بھی ممنونِ احسان ہوں کہ وہ اس مشکل کشائی کا ذریعہ بنے۔

اور سب سے بڑھ کر میں یہ کہتا ہوں الحمد للّٰہ اوّلاً و آخراً و ظاھراً و باطناً والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہٖ محمد المصطفیٰ و مسیحہٖ احمد المجتبیٰ و آلہما و اتباعہما اجمعین۔ آمین۔

کرشمہ قدرت :

جن دنوں خاکسار لاہور میں مقیم تھا۔ میاں فیروز الدین صاحب احمدی (جو لاہور میں گلٹ سازی کا کام کرتے تھے) سخت پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس پریشانی کی حالت میں ان کی ہمشیرہ فضل النساء بیگم صاحبہ اہلیہ میاں نظام الدین صاحب کو خواب میں بتلایا گیا کہ میاں فیروز الدین اگر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے دعا کرائے تو اس کے جملہ مصائب خدا تعالیٰ کے فضل سے دور ہو جائیں گے۔

اس خواب کی بنا پر فضل النساء صاحبہ نے اپنے بھائی کو کہا۔ کہ وہ مجھ سے دعا کرائیں چنانچہ میاں فیروز الدین صاحب نے مجھے دعا کے لئے تحریک کی۔ میں نے وعدہ کیا کہ جب دعا کا کوئی خاص موقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر آئے گا۔ تو میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔ اس کے بعد وہ متواتر مجھے دعا کے لئے کہتے رہے۔

میاں فیروز الدین صاحب کے واسطے ایک دفعہ مجھے دعا کی خاص تحریک ہوئی۔ اور میں نے ان سے دریافت کیا۔ کہ آپ کو کونسی ضروریات ہیں جن کے پورا ہونے کے لئے آپ دعا کرانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک تو ان کی بیوی بعارضہ جنون بیمار ہے اسکی شفایابی کے لئے۔ دوسرے مالی پریشانی سے نجات حاصل ہونے کے لئے۔ تیسرے اولاد نرینہ کے لئے پس لے ان کے ان تینوں مقاصد کے لئے دعا کا خاص موقعہ ملنے پر دعا کی۔ اور قلبی تحریک

کی بنا پر ان کو اطلاع دے دی - کہ اللہ تعالیٰ اُن کے تینوں مقاصد پورے فرما دے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت اور فضل سے میاں فیروز الدین صاحب کے تینوں مقاصد پورے کر دیئے - ان کی بیوی کی بیماری ہفتہ عشرہ میں دور ہو گئی - بیکاری بھی اتنے ہی عرصہ میں جاتی رہی - اور ایک سال کے اندر ان کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا بھی عطا فرمایا - جس کا نام عبدالحمید رکھا گیا - جو اب ماشاء اللہ صاحب اولاد ہے - فالحمد للہ علےٰ ذالک ؕ

شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کے متعلق ایک واقعہ

مکرمی شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی جو ریٹائر ہونے کے بعد قادیان میں سلسلہ کے دفاتر میں بھی ایک عرصہ تک کام کرتے رہے ہیں - ان کی پہلی شادی بٹالہ میں ان کے رشتہ داروں میں ہوئی تھی - ان کے ہاں جب اس بیوی سے ایک عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی - تو انہوں نے مجھ کو دعا کی تحریک کی - جب میں دعا کرتا ہوا رات کو سویا - تو میں نے رویا میں دیکھا کہ شیخ صاحب کے مکان پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خچر "بغلۃ الشہباء" بندھی ہوئی ہے اس خواب کی مجھے یہ تفہیم ہوئی - کہ شیخ صاحب موصوف کی اہلیہ محترمہ کو بوجہ فطری سعادت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلصانہ تعلق رکھتی ہیں - لیکن خچر کی عمومی سرشت کے مطابق ناقابل اولاد ہیں - چنانچہ میں نے اس رویاء سے مکرمی شیخ صاحب کو اطلاع دے دی اور اس کی تعبیر سے بھی آگاہ کر دیا - اس کے بعد سالہا سال گذرنے کے باوجود ان کی اہلیہ محترمہ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی -

اس صالحہ بیوی کی وفات کے بعد شیخ صاحب موصوف نے حکیم سراج الحق صاحب احمدی آف ریاست پٹیالہ کی دختر سے شادی کی - جس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے کئی بچے تولد ہوئے جو اپنے والدین کے لئے قرۃ العین ہیں - فالحمد للہ علےٰ ذالک -

موضع پریم کوٹ کا ایک واقعہ :-

موضع پریم کوٹ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے سکرٹری جماعت منشی اللہ دتا صاحب کی پہلی شادی کو تیس ۳۰ سال گذر چکے تھے - لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی - میں نے انکو کہا کہ آپ دوسری شادی کر لیں - شاید اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوسری بیوی سے آپ کو اولاد

عطا فرمادے۔ بعض دوستوں نے کہا۔ کہ اب منشی اللہ دتہ کی عمر شادی کے قابل کہاں ہے؟ وہ تو بوڑھے ہو چکے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا کی حالت میں بھی حضرت یحیٰؑ جیسا فرزند مل گیا۔ منشی اللہ دتہ صاحب تو ابھی حضرت زکریاؑ سے عمر میں ایک ثلث چھوٹے ہونگے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ناامیدی کیوں ہے؟ چنانچہ میں نے بہت اصرار کیا۔ کہ منشی صاحب موصوف دوسری شادی کر لیں۔ وہ کہنے لگے۔ کہ اس عمر میں مجھے رشتہ دینے کے لئے کون تیار ہوگا۔ میں نے کہا کہ آپ شادی کا عزم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی سامان پیدا فرما دے گا اور میں انشاء اللہ دعا بھی کروں گا

جلسہ سالانہ ۱۹۴۳ء میں منشی اللہ دتہ صاحب قادیان آئے اور مجھ کو بھی ملے۔ ان کے ساتھ ایک جوان عورت اور ایک خوبصورت بچہ بھی تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون عورت ہے؟ کہنے لگے۔ کہ یہ دوسری بیوی ہے جس کے لئے آپ نے دعا کی تھی۔ اور کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ دوسری شادی سے بچہ دے گا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا ہے۔ اس کے بعد اُن کے ہاں خدا کے فضل سے اور بھی اولاد ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دُعائے مستجاب:

ایک دفعہ میں ضلع سرگودہا میں بسلسلۂ تبلیغ سفر پر تھا۔ کہ میرا لڑکا عزیز مبشر احمد جس کی اس وقت چار پانچ سال کی عمر تھی۔ تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا۔ جب بخار کو آتے ہوئے ۲۹ روز ہو گئے۔ اور اس میں کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اور بخار کے ساتھ آنکھیں متورم ہو گئیں اور ان میں پیپ پڑ گئی۔ تو حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مع دوسرے ڈاکٹروں کے جو اس کے معالج تھے سخت تشویش کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اول تو بچے کی زیست کی کوئی امید نہیں۔ لیکن اگر وہ جانبر ہو گیا تو بھی اس کی آنکھیں بالکل ضائع ہو جائیں گی۔

اسی دوران میں دفتر نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مجھے تار آیا۔ کہ بچے کی حالت بہت خراب ہے۔ آپ فوراً قادیان پہنچیں۔ چنانچہ میں قادیان آگیا۔

جب میں نے بچہ کو اس تشویشناک حالت میں دیکھا۔ تو بہت بے چین ہوا۔ اور فوراً وضو کر کے ایک عریضہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا۔ اور خود ایک کوٹھڑی میں داخل ہو کر اور اس کا دروازہ بند کر کے دعا میں مصروف ہوا

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے اضطرار کی حالت میسّر آگئی اور روح پگھل کر آستانۂ الوہیت پر پانی کی طرح بہنے لگی اور مجھے محسوس ہونے لگا کہ دعا قبول ہوگئی ہے۔ جب میں آدھ یا پون گھنٹہ کے بعد کوٹھڑی سے باہر نکلا اور بچے کو دیکھا۔ تو اس کا تپ اُترا ہوا تھا۔ فالحمد للہ

آنکھوں کا علاج اس کے بعد میں نے تین تولہ گائے کا مکھن پانی سے بیس اکیس دفعہ دھونے کے بعد لیا اور توے پر تین تولہ پسی ہوئی پھٹکڑی کو اس کے ساتھ دائرہ کی شکل میں بچھا کر اوپر چینی دے دی۔ اور کناروں کو آٹے سے بند کر کے نیچے ایک گھنٹہ تک نرم آگ جلائی۔ بعد ازاں ٹھنڈا کر کے اس مدبّر پھٹکڑی کو پیس کر شیشی میں ڈال لیا۔ اور یہ دوائی استعمال کرنی شروع کر دی۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے اس معمولی دوائی میں شفا رکھ دی اور چند دنوں میں بچے کی آنکھیں صاف اور درست ہوگئیں۔ فالحمد للہ رب العٰلمین و خیر المحسنین والمحبوبین۔

دو کامیابیاں:

عزیز مبشر احمد اور اس کے چھوٹے بھائی عزیزم عزیز احمد نے جب میٹرک کا امتحان دیا تو ان کے امتحان کے بعد میں سردار شوکت حیات خاں صاحب کے الیکشن کے سلسلہ میں امداد کے لئے کیمل پور میں گیا۔ جب میں نے اپنے بچوں اور سردار شوکت حیات خاں صاحب کے متعلق دُعا کی۔ تو مجھ پر بعد نماز فجر غنودگی طاری ہوئی۔ اور الہام ہوا۔ کہ عزیز مبشر احمد اور عزیزم عزیز احمد دونوں امتحان میں کامیاب کر دیئے گئے ہیں اور سردار شوکت حیات بھی کامیاب کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے دونوں بچے کامیاب ہو گئے اور سردار صاحب بھی تین ہزار دوٹوں پر کامیاب ہو گئے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

اہانت کی پاداش:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ سعادت کی بات ہے کہ خاکسار موضع سعد اللہ پور میں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بیان کر رہا تھا کہ وہاں چوہدری فضل داد صاحب جو موضع چکریاں کے زمینداروں میں سے تھے۔ آنکلے۔ ان کی طبیعت میں کبر اور تحکم کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے۔ تو کیا مرزا مرزا کر رہا ہے۔ مرزا کے سوا تجھے کچھ سوجھتا

ہی نہیں۔ اور حضرت اقدس کی شان میں بہت سے توہین آمیز الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔ میں نے کہا کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کے متعلق جو باتیں سُنی ہیں وہ دشمنوں اور مخالفوں کی زبان سے سنی ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب سے دور رہتے ہیں۔ اور سوائے کورانہ تقلید کے اور کچھ نہیں جانتے۔ جس طرح یہودیوں۔ عیسائیوں اور ہندوؤں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے غلط خیالات اور تصورات کی وجہ سے انکار کیا اور آپ کی ذات والا صفات پر طرح طرح کے اعتراضات کئے اور اس میں عیوب و معائب نکالے۔ تا کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لاسکے۔ یہی حالت ان مخالفین کی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ تلوار ہے کہ وہ لوگوں کو مرعوب کر کے ایمان لانے پر مجبور کریں۔ اور نہ آپ کے پاس مال و منال ہے کہ طمع اور لالچ دیں۔ پس جو شخص آپ پر ایمان لاتا ہے وہ محض علم صحیح اور جوش اخلاص اور حسن نیت سے ایسا کرتا ہے۔ اور آپ کی جماعت کا دن بدن بڑھنا اور باوجود انتہائی مخالفت کے بڑھنا آپ کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کا ایک بین ثبوت ہے۔

یہ سن کر چوہدری فضل داد صاحب نے نہایت ہی کبر سے کہا۔ کہ "تمہیں مرزا کے ذریعہ سے کون سی بزرگی اور برکت ملی ہے جو ہمیں میسّر نہیں۔ اور ہم اس سے محروم ہیں"!

میں نے جواباً عرض کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہوں گے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کی مقدس وحی کی روشنی میں امت کے اختلافات کا فیصلہ کرینگے اور سب فرقوں میں سے سعید رُوحیں اور نیک دل لوگ آپ کے فیصلہ کو قبول کر کے آپ کی معیت اختیار کریں گے۔

پس آج خدا تعالیٰ کے فضل سے مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور پر جہاں بہتّر فرقے آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید سے آسمانی فیصلہ کا انکار کر رہے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ ہم نے آسمانی فیصلہ کو قبول کیا۔ اور امام وقت کی بیعت کر کے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو مانا۔

پس ہمیں حضرت مرزا صاحب پر ایمان لا کر علم صحیح اور عقائد حقہ کی نعمت حاصل ہوئی۔ اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق ملی۔ ہمیں آپ کے ذریعہ سے بے شمار آسمانی اور زمینی نشانات مشاہدہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حقّہ اور

کامل یقین حاصل ہوا - اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کر کے ہم زندہ خدا کی تجلیات کے مورد اور زندہ رسول کی برکتوں کے وارث بنے -

چوہدری فضل داد صاحب بجائے اس کے کہ میری باتوں کو سُن کر کوئی استفسار کرتے - اپنے پہلے فقرات کو ہی دہرانے لگے - چوہدری اللہ داد صاحب نے بھی ان کو سمجھایا اور بے جا کلمات کے استعمال سے روکا - لیکن وہ باز نہ آئے - اور کہنے لگے - کہ یہ "مرزائی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے" میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! ہمارے مقتدا و پیشوا اور ان کی جماعت کا مقصد بگاڑنا نہیں - بلکہ بنانا ہے - پس ہماری تو یہی خواہش ہے کہ آپ کا اور آپ کے متعلقین کا کبھی کچھ نہ بگڑے - یہ سُن کر چوہدری صاحب غضب آلود لہجہ میں بولے کہ "ہمیں تم سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانے کی ضرورت نہیں - اور نہ ہی تمہارے مرزا سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے - تو نے ہمیں کیا سمجھا ہے؟ ہم کسی کے محتاج نہیں"

میں نے عرض کیا کہ چوہدری صاحب! انسان اللہ تعالیٰ کا تو ہر وقت اور ہر آن محتاج ہے - بلکہ عالم موجودات کا ذرہ ذرہ اس کا محتاج ہے - انفسی طور پر بھی اور آفاقی طور پر بھی - اگر اس کے قوائے - حواس اور اعضاء میں سے کوئی جاتا رہے یا اس میں اختلال واقع ہو جائے تو انسان اس نقصان کی تلافی محض اپنے ارادہ اور طاقت سے نہیں کر سکتا - اسی طرح ہوا - پانی - آگ وغیرہ کی ہر وقت انسان کو ضرورت ہے -

یہ سُن کر چوہدری فضل داد کہنے لگے - "سُن او مرزائیا! میں تجھے اور تیرے مرزا کو کچھ نہیں سمجھتا - میری گاؤں میں بڑی جائداد ہے - اور ایک وسیع قطعہ اراضی کا مالک ہوں" میں نے کہا - کیا آپ کی جائداد مصر کی مملکت سے بھی زیادہ ہے - کہنے لگے - کہ اتنی نہ سہی - لیکن پھر بھی ایک گاؤں کے بہت سے حصّہ کا مالک ہوں - میں نے کہا کہ اگر آپ دنیوی حکومت کو لگان نہ دیں تو وہ آپ کو اس اراضی سے بے دخل کر سکتی ہے - تو خدائے ذوالجلال کی حکومت کیا کچھ نہیں کر سکتی - کیا اس کے اختیار میں نہیں کہ جس کو چاہے حکومت کے تخت پر فائز کرے - اور جس کو چاہے - حکومت سے بے دخل کر دے - اس پر چوہدری صاحب کہنے لگے کہ "کیا تو اور تیرا مرزا خدا ہیں - جو مجھے میری مملکت سے بے دخل کر دیں گے"

میں نے عرض کیا کہ میں اور میرے پیشوا کسی کو جائداد سے بے دخل کرنا نہیں چاہتے - بلکہ ہماری یہ خواہش ہے کہ دنیوی حسنات کے ساتھ اخروی برکات بھی لوگوں کو حاصل ہوں -

ہاں جو شخص خدا کے مقدس اور برگزیدہ ماموروں کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے وہ خدائی گرفت میں بھی آتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تو خدا تعالےٰ کا خاص وعدہ ہے۔ کہ اِنّی مُہِینٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ یعنی جو آپ کی اہانت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالےٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ یہ اللہ تعالےٰ کی غیرت ہے جو وہ اپنے پاک مسیح کے لئے رکھتا ہے۔

یہ سُن کر چوہدری صاحب کہنے لگے۔ کہ "تمہیں کچھ طاقت حاصل ہے تو میرا کچھ بگاڑ کر دکھاؤ"۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ لیکن اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو اُس کو پورا کرنے والی ایک ہستی ایسی . . ہے۔ جو اپنی حکمت اور مصلحت سے ایسا بھی کر سکتی ہے۔ اس پر چوہدری صاحب اُونچی آواز سے دشنام طرازی کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ "اس میرزائی کافر کو میں کیا سمجھتا ہوں۔ اور یہ کیا چیز ہے" وہاں سے چلے گئے۔

اہانت کا نتیجہ

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس اہانت آمیز گفتگو کے چند روز بعد چوہدری صاحب مذکور لاہور گئے۔ اور وہاں جاتے ہی ایک طوائف کے چنگل میں پھنس گئے۔ اور اس کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنے گاؤں موضع چکریاں میں لے آئے۔ وہ عورت کچھ عرصہ تک وہاں رہی اور چوہدری فضل داد کی عزت و دولت برباد کر کے واپس لاہور چلی گئی۔

جو خطیر رقم اِدھر اُدھر سے اکٹھی کر کے چوہدری فضل داد نے اس عورت پر خرچ کی تھی اب اس کی واپسی کا تقاضہ شروع ہوا۔ اور ان کے خلاف مقدمہ کی صورت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ اس ذلت آمیز حالت میں ان کو اپنے آبائی وطن سے روپوش ہونا پڑا۔ اور وہ جائداد جس پر ان کو بڑا ناز تھا کچھ اس ساحرہ نے لوٹ لی۔ اور باقی مقدمات کی نذر ہو گئی۔ غرضیکہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر طرح کی ذلت اور نکبت کا شکار ہو گئے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

عین احمدیت کا مقام اس کے ایک عرصہ بعد جب میں لاہور میں قیام رکھتا تھا اور ان دنوں جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ مجھ سے تفسیر فوز الکبیر۔ تفسیر بیضاوی اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھا کرتے تھے تو میں نے ایک رات رؤیا میں دیکھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے اپنی تفسیر فوز الکبیر پڑھ رہے ہیں میں آپ کو پڑھاتے وقت کئی مقامات کی جو احمدیت کی تعلیم کے مطابق قابلِ اصلاح معلوم ہوتے ہیں

اصلاح کر رہا ہوں۔ میرے اس اصلاحی بیان کو سُن کر حضرت شاہ صاحبؒ بہت ہی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور مجھے مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ آپ کی جماعت میں جو اوسط درجہ کے افراد ہیں۔ ہم لوگ اُن میں سے ہیں۔ اس وقت مجھے یہ بھی تفہیم ہوئی۔ کہ جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب اپنے ذہنِ صافی کے لحاظ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔

مجھے کئی دفعہ آپ کی نسبت بشارات ملی ہیں۔ جب آپ وائسرائے کی کونسل کے ممبر ہوئے۔ تو اس سے پہلے مجھے بتایا گیا۔ کہ آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ اسی طرح آپ کے فیڈرل کورٹ کے جج بننے سے پہلے بھی میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ کے سر پر ایک ایسی کلاہ رکھی گئی ہے جس کے کئی گوشے ہیں۔ اور سب اطراف سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس رؤیا کا تعلق آپ کے بعد کے رفیع المنزلت عہدوں سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح جب آپ دہلی میں قیام فرما تھے۔ تو میں نے آپ کی کوٹھی میں خواب دیکھا۔ کہ آپ کے والد ماجد حضرت چودھری نصر اللہ خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ برآمدہ میں کھڑے ہیں اور ہاتھ میں قرآن کریم لے کر سورہ یوسف تلاوت کر رہے ہیں اور بار بار یہ فقرہ دوہراتے ہیں "میرا یوسف" "میرا یوسف"۔ اس خواب سے میں نے جناب چوہدری صاحب کو اطلاع دے دی تھی۔ اور مجھے یقین تھا۔ کہ آپ وزارت کے عہدہ پر ضرور فائز ہوں گے۔ فالحمد للہ علیٰ نعمہ۔

اصل واقعہ اُوپر کے حالات ضمناً تحریر میں آ گئے ہیں۔ واقعہ چوہدری فضل داد کا شروع ہے۔ ایک دن جناب چوہدری صاحب نے اپنی کوٹھی پر علاوہ دوسرے احباب کے مجھے بھی کھانے پر مدعو کیا۔ جب میں نسبت روڈ پر آپ کی کوٹھی میں پہنچا۔ تو چوہدری فضل داد صاحب کو میں نے وہاں دیکھا۔ کہ ایک بنچ پر دوسرے لوگوں کے ساتھ نہایت خستہ حالت میں بیٹھے ہیں۔ میں تو اندر چلا گیا۔ اور چوہدری فضل داد جو کسی مقدمہ کے سلسلہ میں مشورہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ باہر بیٹھے رہے۔ جب میں دعوت سے فارغ ہو کر باہر نکلا۔ تو چوہدری فضل داد مجھے ملنے کے لئے اُٹھے۔ اور کہنے لگے کہ کیا آپ کے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب سے تعلقات ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ ہاں حضرت مسیح موعود قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ تعلقات

رکھتے ہیں۔

اس کے بعد چوہدری فضل داد نے مجھے اپنی بربادی کا طویل قصہ سنایا اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگے۔ کہ آخر قسمت کا یہ منحوس چکر مجھے کب تک پیستا رہے گا؟ میں نے کہا کہ

؎

ندانند ہیچ کس سرّ قضا را　　کہ گرداند زتو ایں ابتلا را
مگر چوں حالِ تو تبدیل گردد　　کمی بیشی سوئے تعدیل گردد
خدا توّاب و تائب را بہ بخشد　　پس از صد عیب آب ما بہ بخشد

اس کے بعد معلوم نہیں کہ انی مھین کے وعید کا یہ نشانہ کس کس جگہ ٹھوکریں کھاتا ملا!
چوہدری فضل داد کی شدید مخالفت کے باوجود ان کے گاؤں موضع چکریاں میں اللہ تعالےٰ نے کئی افراد کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ چنانچہ چوہدری تاجے خاں اور چوہدری حسن محمد ڈرائیور انہی کے کنبہ سے ہیں۔ اسی طرح گاؤں میں سید لال شاہ صاحب اور سید سردار شاہ صاحب اور ان کی والدہ اور لڑکے چوہدری فضل داد کی شدید مخالفت کے باوجود احمدی ہوئے۔ اور احمدیت کی یہ ترقی بھی ان کے لئے حسرت اور تکلیف کا باعث بنی۔

گوجرانوالہ میں ایک واقعہ

چنیوٹ کے شیخ محمد امین صاحب اور ان کے دو چھوٹے بھائی میاں احمد دین صاحب اور میاں ابراہیم صاحب لاہور میں کاروبار کرتے تھے۔ ان میں سے میاں احمد دین صاحب احمدی نہ تھے باقی دو بھائی احمدی تھے۔ اور باوجود احمدی ہونے کے گوجرانوالہ اور چنیوٹ کے خواجگان کا آپس میں گہرا تعلق اور مراسم تھے۔ میاں احمد دین کی پہلی بیوی کی وفات پر انہیں گوجرانوالہ کے خواجگان سے معلوم ہوا۔ کہ گوجرانوالہ میں شیخ نبی بخش مرحوم کی لڑکی کا رشتہ ان کے لئے بہت موزوں ہے شاید تحریک کرنے پر کامیابی ہو سکے۔ چنانچہ سب نے حکیم محمد الدین صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ سے کہا کہ وہ شیخ نبی بخش صاحب مرحوم کی بیوہ کو تحریک کریں۔

حکیم صاحبؓ کی تحریک پر بیوہ شیخ صاحب نے جواب دیا۔ کہ میری ایک ہی لڑکی ہے۔ اور پندرہ بیس ہزار روپیہ کا ساز و سامان مجھے جہیز میں دینا ہے۔ میری لڑکی کا رشتہ وہ لے سکتا ہے جو پچاس ہزار روپیہ نقد حق مہر ادا کرے۔ میاں احمد دین صاحب اتنی خطیر رقم ادا کرنے کیلئے

تیار نہ تھے۔ انہوں نے اپنے دو احمدی بھائیوں کے ذریعہ سے مجھے دعا کے لئے تحریک کی۔
چنانچہ میں نے میاں احمد دین صاحب کے رشتہ کے لئے دُعا کی خدا تعالےٰ کے فضل سے مجھے اچھا موقعہ میسر آگیا۔ اور میں نے دعا کرتے ہوئے کشفی طور پر دیکھا کہ میاں احمد دین صاحب کو یہ رشتہ ملنا مقدرات میں سے ہے۔ اور یہ تقدیر کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔
چنانچہ میں نے سب خواجگان اور حکیم محمد الدین صاحبؓ کو بتا دیا۔ کہ لڑکی کا نکاح میاں احمد دین صاحب کے ساتھ ہونا اٹل تقدیر ہے۔ اس پر حکیم محمد الدین صاحب اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا۔ کہ لڑکی والے تو شدت کے ساتھ انکار کر رہے ہیں۔ اور باوجود ہر طرح سمجھانے کے اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔
میں نے کہا کہ مجھے جو کچھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم ہوا ہے۔ میں نے اس کا اظہار کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے عجیب تصرفات ہیں۔ کہ ابھی دو تین دن نہ گذرے تھے کہ لڑکی کی والدہ نے حکیم محمد الدین صاحبؓ کو بلا بھیجا۔ اور بیس ہزار روپیہ مہر کی ادائیگی پر میاں احمد دین صاحب کیساتھ اپنی لڑکی کا نکاح منظور کر لیا۔
چند دن کے بعد مقررہ تاریخ پر میاں احمد دین صاحب اپنی دُلہن کو لاہور لے آئے اور مجھے جا کر کہا کہ ہم نے دُعا کا اثر اور الہامی بشارت کا وقوع میں آنا دیکھ لیا ہے اور مبلغ یکصد روپیہ کی رقم میرے سامنے رکھ دی اور اس کو قبول کرنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا کہ دعا کرنے سے میری غرض صرف احمدیت کی اعجازی برکت کے ذریعہ آپ پر اتمام حجت کرنا تھی۔ میاں احمد دین صاحب پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا۔ اور انہوں نے برملا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اقرار کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

دُعا کے قبول نہ ہونے میں حکمت :

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک مناظرہ میں شرکت کے لئے لاہور سے بعزم حافظ آباد (ضلع گوجرانوالہ) رات کے وقت روانہ ہوا۔ حافظ آباد کے لئے گاڑی سانگلہ ہل جنکشن سے تبدیل ہوتی تھی۔ میرے پاس کافی سامان تھا۔ جب لاہور والی گاڑی سانگلہ ہل پہنچی۔ تو تین چار بجے کا وقت تھا۔ اتفاق سے کوئی قلی نہ مل سکا۔ میں نے پلیٹ فارم پر اتر کر دریافت کیا۔ کہ حافظ آباد جانے والی گاڑی کب روانہ ہو گی۔ ایک شخص نے بتایا۔ کہ وہ گاڑی سامنے کے پلیٹ فارم پر تیار کھڑی ہے اور روانہ ہونے والی ہے۔ میں اپنا سامان خود ہی اٹھا کر افتاں و خیزاں پلیٹ فارم کی سیڑھیوں پر چڑھا۔ ابھی

دوسرے پلیٹ فارم پر پہنچ اُترا ہی تھا۔ کہ گاڑی چل پڑی۔ میں اس کام کی اہمیت کے پیشِ نظر دوڑتا ہوا اور دعا کرتا ہوا گارڈ کے ڈبّے تک جا پہنچا اور بڑے الحاح سے اُسے کہا کہ مجھے بہت ضروری کام ہے گاڑی ذرا روکیں یا آہستہ کریں۔ تاکہ میں سوار ہو جاؤں۔ میں اسی طرح گاڑی کے ساتھ ساتھ دوڑتا جاتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑے تضرّع سے دعا کر رہا تھا کہ پلیٹ فارم ختم ہو گیا۔ اور گاڑی بھی زیادہ تیز ہو گئی۔

میں سخت مایوس اور رنجیدہ ہوا۔ یہ کام سلسلہ کا تھا۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں نے کوشش کی۔ اور نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور بھی عرض کرتا رہا۔ لیکن اس نے میری التجا کو نہ سُنا۔ اور میری دعا کو جو نہایت اہم مقصد کے لئے تھی۔ منظور نہ فرمایا۔ اب میں کیا کرتا۔ .. مجھے سخت درد اور دکھ محسوس ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں میں پلیٹ فارم پر بیٹھ گیا۔ ایک شخص نے مجھے اس طرح دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ آپ کو کہاں جانا تھا افسوس ہے کہ آپ گاڑی سے رہ گئے۔ میں نے کہا کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام کے لئے حافظ آباد پہنچنا تھا۔

اس نے کہا۔ کہ حافظ آباد کی گاڑی تو وہ سامنے کھڑی ہے۔ اور چند منٹ میں روانہ ہو گی۔ یہ گاڑی تو لاہور جا رہی ہے۔ جونہی میں نے یہ بات سنی۔ میرے شکوہ و شکایت کے خیالات جذباتِ تشکّر سے بدل گئے۔ میں نے حافظ آباد جانے والی گاڑی میں سوار ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا۔ کہ کس طرح اس نے میری دعا کو جو میرے لئے بہت ہی نقصان دہ تھی۔ اور جس کے قبول ہونے کے لئے میں تضرّع سے درخواست کر رہا تھا۔ رد کر کے مجھے تکلیف اور نقصان سے بچا لیا۔ اگر میری دعا قبول ہو جاتی۔ اور میں اس گاڑی میں سوار ہو جاتا جو میں غلطی سے حافظ آباد جانے والی سمجھ رہا تھا اور جو در اصل لاہور جانے والی تھی تو میں بروقت حافظ آباد نہ پہنچ سکتا اور نقصان اٹھاتا۔

اس واقعہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ دعاؤں کے رد ہونے میں بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں جو سراسر انسان کے فائدہ کے لئے ہوتی ہیں جن کو انسان اپنے ناقص علم کی وجہ سے نہیں سمجھتا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر وقت دنیا پر اپنا سایہ کئے ہوئے ہے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

حکایت عجیبہ:

ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آنے کے لئے گاڑی پر سوار ہوا۔ حسن اتفاق سے اسی ڈبہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ بھی سوار ہوئے۔ میں آپ کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔ اور آپ بھی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ عربوں کا یہ طریق تھا کہ حالت سفر میں سفر کو آسانی سے کاٹنے کے لئے کہتے تھے کہ ھَلْ تَحْمِلُنِیْ اَمْ اَحْمِلُکَ یعنی کیا آپ مجھے اٹھائیں گے یا میں آپ کو اٹھاؤں۔ اس سے اُن کا یہ مطلب ہوتا کہ آپ مجھے کوئی واقعہ یا حکایت سنائیں یا میں آپ کو کوئی واقعہ یا حکایت سناؤں تاکہ سفر آسانی اور دلچسپی سے کٹ جائے۔

میری یہ بات سُن کر میر صاحبؓ نے حکیم اجمل خاں صاحب کے خاندان کا ایک واقعہ سنایا جو ان کے خاندان کی شہرت اور عظمت کا باعث بنا۔ حکیم اجمل خاں صاحب کے دادا کے وقت میں ایک بہت بڑا انگریز افسر جو غالباً کرنیل کے عہدہ پر تھا کسی تقریب پر دہلی میں آیا۔ وہ اور اس کی لیڈی ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ لیڈی کو آٹھواں مہینہ حمل کا تھا وہ ہنستے ہنستے اچانک بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ ڈاکٹروں نے بعد معائنہ بالاتفاق رائے دی۔ کہ ان کی وفات واقع ہو گئی ہے۔ جب پادریوں کو معلوم ہوا۔ کہ فلاں انگریز افسر کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ تو وہ غسل اور جنازہ کو تیار کرانے کے لئے وہاں آ گئے۔ لیکن وہ انگریز افسر مانع ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ غسل اور جنازہ کیسا؟ میری بیوی تو ابھی میرے ساتھ ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھی وہ مری نہیں بلکہ زندہ ہے۔ لوگوں نے کہا جب ڈاکٹروں نے متفقہ رائے دے دی ہے۔ کہ ان کی وفات واقع ہو گئی ہے۔ تو اس بارہ میں شک کرنا بے معنی اور مضحکہ خیز ہے۔

اس انگریز افسر نے کہا۔ کہ میں ڈاکٹروں کی رائے کو فی الحال قبول کرنے کے لئے تیار نہیں یونانی اطباء کو بلا کر بھی میں اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حکیم اجمل خاں صاحب کے دادا کو بلوایا گیا۔ وہ آئے اور انہوں نے سب حالات سُن کر لیڈی صاحبہ کو اچھی طرح دیکھا۔ معائنہ کے بعد انہوں نے دو بندوقیں منگوائیں۔ اور میم صاحبہ کو چِت لٹا کر اور منہ آسمان کی طرف کر کے دو شخصوں کو حکم دیا کہ ایک شخص لیڈی صاحبہ کے دائیں کان کے پاس اور دوسرا بائیں کان کے قریب بندوق رکھ کر تیار ہو جائے اور ان کے اشارہ پر بیک وقت فائر کھول دے

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جوں ہی بند وقیں چلیں اور زور کا دھماکا ہوا۔ میم صاحبہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ یہ دیکھ کر حاضرین حیران رہ گئے۔ اور وہ انگریز افسر تو یہ نظارہ دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑا۔ ڈاکٹروں نے حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کو تشخیص کرنے کے بعد کیا سمجھ میں آیا۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ جب لیڈی صاحبہ کے شوہر نے مجھے بتایا کہ وہ ہنستی اور باتیں کرتی ہوئیں اچانک بے ہوش ہو کر گر پڑی ہیں اور ان کو آٹھواں مہینہ حمل کا ہے۔ تو میرے ذہن میں یہ بات آئی۔ کہ جنین پر بھی ماں کے ہنسنے کا اثر پڑتا ہے۔ ممکن ہے کہ جنین نے فرطِ انبساط سے حرکت کی ہو۔ اور اس سے بعض اوتار اور عروق میں جن کا قلب سے تعلق ہے کشیدگی پیدا ہوگئی ہو۔ اور قلب اپنی نزاکت کی وجہ سے متاثر ہو کر غشی کا باعث ہوا ہو۔ مجھے یہ غشی عام سکتہ کے مشابہ معلوم ہوئی۔ اور جب میں نے میم صاحبہ کی آنکھوں کو بغور دیکھا تو ان کی پتلیوں میں مجھے زندگی کی علامت معلوم ہوئی۔ معاً میرے ذہن میں علاج کے لئے یہ تدبیر آئی۔ کہ دو بندوقیں منگوا کر ان کے دھماکہ سے علاج کیا جائے۔ ممکن ہے کہ جنین کے نازک ترین حواس دھماکہ کے اثر کے ماتحت رد بہ افاقہ ہو کر حرکت کرنے لگ جائیں۔ اور اس کی حرکت سے وہ اوتار جو قلب کے لئے باعثِ صدمہ ہوئے ہیں۔ اپنی اصلی حالت پر آجائیں اور ان کی درستی سے قلب کی حرکت درست ہو جائے۔ یہ خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ یہ طریق علاج کامیاب ہوا۔ اور لیڈی صاحبہ کو شفا ہو گئی۔

حکیم صاحب کی اس حیرت انگیز اور ندرت آفرین کامیابی پر اس انگریز افسر نے کئی ہزار روپے کی تھیلی ان کو بطور انعام دی۔ اور اس طرح دہلی کے اس خاندان کی شہرت اور مقبولیت کا آغاز ہوا۔

کوئٹہ کا ایک واقعہ:

کوئٹہ (بلوچستان) کے مشہور زلزلہ کے بعد خاکسار کو تبلیغی اغراض کے ماتحت کوئٹہ جانے اور وہاں پر کچھ عرصہ تک قیام کرنے کا موقعہ ملا۔

ایک دفعہ وہاں کی جماعت کے ایک غریب احمدی دوست نے جو بہت مخلص اور دیندار تھے میری دعوت کی۔ جب میں ان کے گھر پہنچا۔ اور ان کے مکان کو دیکھا تو وہ ایک چھوٹی سی کچی عمارت تھی جس میں دس گیارہ نفوس فروکش تھے۔ اس مکان کے ارد گرد بڑی بڑی پختہ عمارتیں زلزلہ سے زمین کے ساتھ پیوست ہو چکی تھیں۔ اور اُن کی اینٹیں اِدھر اُدھر منتشر تھیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر

اس دوست نے مجھے اپنا کچا مکان دکھایا۔ اور ارد گرد کی عظیم الشان عمارتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ ہمارے اس مکان کا محفوظ رہنا خدا تعالےٰ کا عظیم الشان تصرف ہے۔ اور اس کے ارد گرد کی سربفلک عمارتوں کا زمین کے ساتھ پیوست ہو جانا بھی کوئی اتفاقی حادثہ نہیں۔ بلکہ ایک پُر ہیبت الٰہی نشان ہے۔

جب ہم رات کو گھر کے سب افراد۔ مرد۔ عورتیں اور بچے سوئے ہوئے تھے۔ تو زلزلہ کا تباہی افگن جھٹکا لگا۔ میں دروازے کی کھڑکھڑاہٹ سے بیدار ہو گیا۔ اور میں نے خیال کیا کہ شاید کسی بلی یا کتے نے دروازے کو ہلایا ہے۔ اور اس سے زنجیر میں آواز پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد میں پھر سو گیا۔ اور گھر کے دوسرے افراد بھی سوئے رہے۔ صبح کے وقت بیدار ہونے پر جب ہم نے گھر سے باہر نکل کر ارد گرد بربادی دیکھی تو سخت افسوس ہوا۔ ہمارے مکان کے گرد و پیش کی فلک بوس عمارتوں میں سے اگر کسی عمارت کا کوئی حصّہ بھی جھٹکے سے ہماری مکان کی طرف گرتا۔ تو ہم سب اسی ملبہ کے نیچے دب کر مر جاتے۔ لیکن یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ کوئی ملحقہ عمارت بھی ہمارے مکان کی طرف نہیں گری۔ بلکہ مخالف سمت میں گری۔ اور ہم محفوظ رہے۔ چنانچہ میں نے بہت سے لوگوں کو بلایا۔ اور انہیں یہ عظیم الشان نشان دکھایا۔ کہ کس طرح خدا تعالےٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنےٰ اور بے سرو سامان غلام کو تباہی سے بچا لیا۔ اور ایسی حالت میں محفوظ رکھا جب کہ طبعی اسباب ہلاکت کے لئے چاروں طرف سے منہ کھولے ہوئے تھے۔ فالحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

مجلس صوفیاء میں:

ایک دفعہ میں نے رویا میں دیکھا۔ کہ ایک مجلس میں مختلف صوفی بزرگ اپنا اپنا منظوم کلام پیش کر رہے ہیں۔ اسی دوران میں مجھ سے خواہش کی گئی۔ کہ میں بھی کچھ کہوں۔ چنانچہ ذیل کا منظوم کلام الہامی طور پر میری زبان پر جاری ہوا ؎

خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد ۔۔۔ سر من فدائے را ہے کہ سوار خواہی آمد
ہمہ آہوان صحرا سرِ خود نہادہ بر کف ۔۔۔ بامید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد
کشش کہ عشق دارد نگذاردت بدینساں ۔۔۔ بہ جنازہ گر نیائی بہ مزار خواہی آمد

یہ اشعار غالباً امیر خسروؒ کے ہیں۔

میں نے یہ رؤیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں لکھ دی تھی حضور نے اس کو اخبار فاروق میں شائع فرما دیا۔

اسی طرح ایک اور موقعہ پر بحالت رؤیا میری زبان پر یہ شعر جاری ہوا ؎

خنجر ناز سے جب مقتل عاشق دیکھا
بہ چلا خون میرا خونِ شہیداں ہو کر

زندگی کا رستہ:

ایک دفعہ میں کشمیر میں تبلیغی دورہ پر گیا۔ جب پہاڑی سفر میں جگہ جگہ ہمیں نشیب و فراز سے واسطہ پڑا۔ تو اس وقت مجھے خیال آیا۔ کہ انسانی زندگی کا یہی حال ہے کبھی عروج ہوتا ہے کبھی زوال۔ کبھی انسان بلندی پر چڑھ رہا ہوتا ہے اور کبھی پستی میں گر رہا ہوتا ہے۔ کبھی اس کی زندگی الجھنوں میں گھری ہوئی ہوتی ہے اور کبھی آرام و سہولت کے میدان میں سے گزر رہی ہوتی ہے اس احساس کے ماتحت میں نے اس پہاڑی جنگل میں اپنے ساتھیوں کو دعا کی تحریک کی۔ اور ہم سب نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ بہت دعا کی۔ اس دعا کے کچھ دن بعد اس عاجز کو الہام ہوا۔ کہ ؎

دو گونہ رنج و ملال است جان مجنوں را
ملال فرقت لیلیٰ و رنج قربت غیر

اس الہامی کلام سے مجھے یہ بات سمجھ میں آئی۔ کہ عبد سالک پر جب وہ مجاہدات سے منزل محبوب کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ ایسی حالت بھی آتی ہے۔ کہ ایک طرف اس کو اپنے نامکمل سلوک کی وجہ سے خدا تک رسائی نہیں ہوتی۔ اور دوسری طرف دنیوی علائق سے پورے طور پر فراغت میسر نہیں آتی۔ عام طور پر یہی حالت دیکھنے میں آتی ہے۔ اور بہت ہی قلیل تعداد میں لوگ قرب و وصال کی لذات سے بہرہ ور ہوتے ہیں لیکن اس ناقص حالت کی ذمہ داری خود سالکوں پر ہے ورنہ ؎

بادشاہوں کو غرض پردہ سے کیا!
ہم نے کھینچی آپ ہی دیوار ہے!

خدا تعالیٰ کی محبوب ہستی کو پردے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا حسن اور احسان تو ہر سالک راہ کی آنکھوں کے سامنے جلوہ نما ہونے کے لئے تیار ہے۔ ہاں اس کے نظارہ کے لئے محبت کا قوی

جذبہ چاہیئے ۔ جو نفسانیت کے خس و خاشاک کو جلا کر خاکِ سیاہ کر دے ۔ اور سفلی زندگی پر ایک موت وارد کر دے ۔ تاکہ انسان خدا تعالےٰ کی راہ میں ہر تلخی کو شیریں ، ہر زہر کو تریاق اور ہر موت کو عین حیات یقین کرے ۔ یہی وہ مقدس مقام ہے جو تمام سالکوں کا حقیقی مقصود ہے ۔

ع

عشق است کہ در آتش سوزاں بہ نشاند عشق است کہ بر خاک مذلّت غلطاند

کس بہرِ کسے سر ندہد جاں نہ فشاند عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

حافظ آبادی :-

سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں خاکسار نے کشف میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس کتاب مواہب الرحمٰن ہے جس میں جماعت کے بعض افراد کے نام درج ہیں ۔ ایک جگہ پر میں نے اپنا نام بھی لکھا ہوا دیکھا وہاں پر میرا نام اس طرح ہے ۔ " مولوی غلام رسول حافظ آبادی " مجھے اپنے نام کے ساتھ حافظ آبادی پڑھ کر تعجب ہوا ۔ کیونکہ میرے گاؤں کا نام تو راجیکے ہے ۔ نہ کہ حافظ آباد ۔ حافظ آبادی کی تعبیر بعد میں یہ کھلی ۔ کہ سیدنا حضرت المصلح الموعود کے دورِ خلافت میں جب بھی کسی جماعت میں اصلاحی اور تربیتی ضرورت پیش آتی ۔ تو اس خاکسار کو عموماً اس جماعت میں بھجوایا جاتا ۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے جماعت کی تربیتی خدمت کا لمبے عرصہ تک موقع عطا فرمایا ۔

خلافت ثانیہ کے ابتدائی سالوں میں ایک لمبے عرصہ تک مجھے لاہور میں ٹھہر کر جو غیر مبایعین کا مرکز ہے خدمتِ سلسلہ کا موقع ملا ۔ یہ کام بھی جس کی توفیق بفضلہ تعالےٰ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی زیر ہدایت مجھے ملی جماعت کی اندرونی حفاظت کا ہی تھا ۔

ایک عجیب مشابہت :-

خلافتِ ثانیہ کے ابتدائی زمانے کی بات ہے ۔ کہ میں لاہور کی احمدیہ مسجد میں ایک دن درس سے فارغ ہو کر حلقہ احباب میں بیٹھا ہوا تھا ۔ تو اچانک چودھری غلام حسین صاحب انسپکٹر مدارس جو اس سے پہلے میرے واقف نہ تھے ۔ اور نہ ہی میں ان کو پہچانتا تھا ۔ ہمیں دیکھ کر تشریف لے آئے ۔ میں نے ایک شخص کو بھیجا ۔ کہ دودھ لے آئے ۔ جب وہ شخص دودھ لایا ۔ تو میں نے اُسے

اشارہ کیا۔ کہ ان نو وارد صاحب کی خدمت میں پیش کر دے۔ اور میں نے چوہدری صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اس دودھ کو نوش فرمائیں۔ انہوں نے دودھ پی لیا۔ اور فرمانے لگے۔ عجیب بات ہے۔ کہ کل میں نے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ اور آج میرا جب اِدھر سے گذر ہوا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ آپ بالکل شیخ سعدی رح کی شکل میں ہیں۔ اور خواب کے مطابق آپ نے بغیر جان پہچان کے مجھے دودھ بھی پلا دیا۔

اس واقعہ سے مجھے تعجب ہے۔ کہ خواب اور بیداری میں ایک ہی جیسا واقعہ ظاہر ہوا۔

میری شدید علالت :

میں ضلع گجرات کے شمالی علاقہ کے ایک گاؤں موضع تہال میں ایک مناظرہ کی تقریب پر گیا۔ اس وقت جماعت احمدیہ تہال کے سکرٹری منشی حاجی محمد الدین صاحب تھے۔ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہیں۔ اور نہایت ہی مخلص اور صاحبِ دل احمدی ہیں۔ اور تقسیم ملک کے بعد قادیان میں بطور درویش مقیم ہیں۔

مجھے تہال میں ان ہی کی درخواست پر مرکز سے مناظرہ کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس موقعہ پر غیر احمدیوں کی طرف سے علاقہ کے ایک مشہور عالم مولوی محمود گنجوی کو میرے مقابل پر مناظر مقرر کیا گیا۔ اور گرد کے دیہات سے لوگ جوق در جوق بحث کو سننے کے لئے تہال میں جمع ہوئے۔ میں نے مولوی صاحب مذکور کو عربی میں ایک خط لکھا۔ جس میں بحث کے لئے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے شرائط طے کرنے کے لئے کہا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا۔ کہ وہ صرف ڈیڑھ دو سطر کا خط جواباً لکھ سکے۔ اور اس خط میں بھی ان سے کئی اغلاط سرزد ہوئیں میں نے جواب الجواب میں ان اغلاط کو واضح کیا۔ جس پر انہوں نے گھبرا کر اردو میں لکھا۔ کہ اب مناظرہ شروع کرنا چاہیئے۔ خط و کتابت کی مزید ضرورت نہیں۔ مناظرہ وفاتِ مسیح اور صداقتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہوا۔ مولوی محمود صاحب ہر طرح سے لاجواب ہو کر بحث کے اختتام سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے کہنے لگے۔ ہم نے دنیا کے اور کام بھی

تو کرتے ہیں اس بات کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔ کہ مرزائیوں کی تبلیغ ہی سنتے رہیں اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ دوستو! اٹھو۔ کافی سُن لیا ہے۔ چنانچہ وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اس مناظرہ سے خدا تعالےٰ کے فضل سے سلسلہ کے متعلق سامعین پر بہت اچھا اثر پڑا۔

مناظرہ کے بعد مکرمی منشی محمد الدین صاحب اور مکرمی چوہدری سلطان عالم صاحب ساکن گوڑیالہ کی معیت میں سمھکاریاں نورنگ نصیرا۔ فتحپور وغیرہ میں تبلیغ کے لئے گئے۔

بیماری کا حملہ میں فتحپور میں کثرت کار کی وجہ سے بیمار ہوگیا۔ مکرمی سید محمد شاہ صاحب نے مجھے مصری کا شربت اور اسبغول استعمال کرایا۔ لیکن میرے ساتھ وہی معاملہ ہوا۔ جس کے متعلق صاحب مثنویؒ نے فرمایا ہے ؎

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود

شربت پیتے ہی اسہال شروع ہوگئے۔ اور تکلیف اس قدر بڑھ گئی۔ کہ دو۔ دو۔ چار۔ چار منٹ کے بعد دست آنے شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ قضائے حاجت کے لئے مکان کے اندر ہی انتظام کرنا پڑا۔

سیدہ فاطمہ صاحبہ اہلیہ سید محمد شاہ صاحب نے اکرام ضیف اور تیمارداری کا وہ نمونہ دکھایا کہ دنیا میں بہت کم نظر آئے گا۔ جب میری بیماری اور ضعف ہر آن بڑھتا گیا۔ اور حالت نازک ہوگئی۔ تو میں نے منشی محمد الدین صاحب سے کہا کہ میں اپنے آخری لمحات میں مناسب سمجھتا ہوں کہ وصیت تحریر کرادوں۔ چنانچہ منشی صاحب کو میں نے وصیت لکھوا دی۔ جب پڑھ کر سنائی گئی۔ تو سب دوست آبدیدہ ہوگئے۔ اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تار کے ذریعے درخواست دعا کی

چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہوا۔ اور میں رو بصحت ہونے لگا۔

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق میں نے بارہا دیکھا ہے کہ ادھر حضور کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا گیا۔ اور ادھر قدرت کی طرف سے اسباب مخالفہ کو اسباب موافقہ میں تبدیل کر دیا گیا۔

زینۃ اولاد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جب مجھے چلنے پھرنے کی طاقت حاصل ہوگئی تو میں نے مکرمی سید محمد شاہ صاحب اور ان کی اہلیہ مکرمہ کے احسانات کے پیش نظر ان دونوں کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اپنا کوئی مقصد

بتائیں جس کے لئے میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا کروں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اب تک ہمارے ہاں چار لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں۔ لیکن نرینہ اولاد کوئی نہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں نرینہ اولاد سے نوازے۔

میں نے ان کے احسانات کی وجہ سے دعا کے لئے خاص جوش محسوس کیا۔ اور کہا کہ آئیے سب مل کر دُعا کر لیں۔ جب میں نے دعا کی۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت محسوس کی۔ اور اُن کو اطلاع دے دی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے ان کو نرینہ اولاد عطا فرمائی اور اب ان کے لڑکے جوان اور برسرِ روزگار ہیں۔ اور میں بہت خوش ہوں کہ میرے محسنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقصد میں کامیاب فرمایا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دیگر ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے کہ میں تپ محرقہ سے سخت بیمار ہو گیا۔ اور علاج کے باوجود بخار میں دن بدن زیادتی ہوتی گئی۔ ایک ماہ گذرنے کے باوجود میرا بخار نہ اُترا۔ بخار کے ساتھ اسہال بھی شروع ہو گئے۔ اور ضعف اور کمزوری کی وجہ سے میں اکثر بے ہوش رہتا۔ یہاں تک کہ ایک دن غلطی سے میری موت کی افواہ بھی شہر میں پھیل گئی۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے جب میری حالت نازک دیکھی تو آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور ڈلہوزی پہنچے۔ اور اس حقیر خادم کے لئے درخواستِ دُعا کی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم سب مولوی صاحب کی صحت کے لئے دُعائیں کر رہے ہیں۔

چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے اہلبیت کی دردمندانہ دعائیں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کو کھینچنے کا باعث بنیں اور میں رُو بصحت ہونے لگا۔

میری بیماری کے ایام میں حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ اور جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب بالقابہ کے علاوہ بہت سے دوسرے احباب بھی عیادت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ میں ان سب محسنوں کا شکر گذار ہوں۔ خدا تعالیٰ ان کو اس ہمدردانہ شفقت اور احسان کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

بابرکت چوغہ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

ڈلہوزی سے قادیان تشریف لائے تو حضور نے ایک قیمتی چوغہ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ اس عاجز کو بھجوایا۔ جس کو میں نے پہنا۔ اور اس کی برکت سے اپنی صحت میں نمایاں ترقی محسوس کی۔ یہ متبرک چوغہ ہمارے پاس اب تک محفوظ ہے۔ اور اس کو دیکھ کر اپنے محسن اور بے نظیر آقا کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ خدا کرے آپ کی برکات کا سلسلہ تاقیامت ممتد رہے۔ آمین یارب العالمین ؛

مکتوب گرامی } اس بیماری کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ازراہ نوازش مندرجہ ذیل خط بھی بطور مبارکباد کے خاکسار کے نام ارسال فرمایا:۔

مکرمی مولوی صاحب ۔۔۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۷ ماہ تبوک ہش ۱۳۲۲ ملا۔ اس عمر میں اس بیماری سے شفا واقعی فضلِ الٰہی کا ایک نمونہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اس نئی زندگی کو پہلی سے بھی زیادہ مبارک کرے

والسّلام

خاکسار۔ مرزا محمود احمد

ہش ۲۲ ۱۰ $\frac{9}{۴۳}$

ایک خواب:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم جماعت احمدیہ کے کثیر التعداد لوگ قادیان کی مسجد اقصےٰ میں جمع ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ درس دینے کے بعد مسجد اقصےٰ کے پرانے حصّے سے باہر آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ حضور کا قد اس وقت غیر معمولی اونچا معلوم ہوتا ہے۔ پاس ہی کابل کا ایک پٹھان کھڑا ہے۔ اس کا قد حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی بڑا معلوم ہوتا ہے۔ وہ کان سے کسی قدر بہرا ہے اور حضرت اس کو اپنی بات سنانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ نیچے جھک کر اور قریب ہو کر بات سُننا نہیں چاہتا۔ اسی اثنا میں حضرت صاحب نے ایک جست کی۔ اور آپ کا قد اس پٹھان سے بھی ایک ہاتھ کے برابر اونچا ہو گیا۔ پھر آپ نے نیچے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ جس پر اس نے چاندی کا ایک خالص روپیہ آپ کی خدمت میں نذر کیا۔ اس کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوئی۔ کہ کابل کی سرزمین میں ایک لخت احمدیت پھیلے گی۔ اور سلسلہ کا رسوخ حکومت وقت سے بھی بڑھ جائے گا۔ ؛

(وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب)

ذُوالفقارِ علی :۔

اسی طرح ایک دفعہ میں نے دیکھا۔ کہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "الدار" میں داخل ہوا ہوں۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اولیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیکھا۔ اور پھر آپ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بھی نظر آئے۔ مجھے آپ کا قد اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ سے بہت اُونچا معلوم ہوا۔ پھر میں مکان میں اور آگے بڑھا۔ تو دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام ایک پلنگ پر تشریف فرما ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور کی پشت پر مالش کر رہے ہیں۔ اس وقت معاً مجھے القا ہوا۔ کہ صحن کے برابر کی کوٹھڑی میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی تلوار ذوالفقار رکھی ہے۔ میرے دل میں شوق پیدا ہوا۔ کہ اس مشہور تلوار کو دیکھوں۔ چنانچہ میں اپنا گھر سمجھ کر بے تکلف اس کوٹھڑی میں چلا گیا۔ وہاں مجھے ایک چمکدار نیام نظر آیا۔ میں نے اسے اٹھا کر تلوار باہر نکالی۔ تو معلوم ہوا کہ معمولی سی تلوار ہے۔ اس وقت میں حیران تھا کہ ذوالفقار تو بڑی مشہور تلوار ہے۔ لیکن دیکھنے میں یہ بالکل معمولی نظر آتی ہے۔ تب ایک فرشتہ نے رہنمائی کی کہ اس تلوار کو زیادہ غور کے ساتھ دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ جب میں نے اس کو زیادہ توجہ سے دیکھا تو اس پر اللہ تعالےٰ کے تمام اسماءِ حسنےٰ لکھے ہوئے نظر آئے ان اسماء کے نیچے محکمہ قضاء و قدر کی طرف سے یہ الفاظ تحریر شدہ تھے :۔

اَللّٰھُمَّ لَا یُحْفَظُ مِنَّا اِلَّا مَنْ تَحْفَظُہٗ
وَلَا نَقْتُلُ اِلَّا مَنْ نَقْتُلُہٗ

یعنی اے ہمارے صاحب عظمت و جبروت خدا ہم سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ مگر وہی جس کی تو حفاظت کرے۔ اور ہم اسی کو قتل کرتے ہیں جسے تو قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس الہامی کلام سے جو ذوالفقار پر لکھا ہوا تھا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ ذوالفقار دراصل اللہ تعالےٰ کی صفات جلالیہ کی مظہر بنائی گئی ہے۔ اور اس کے کارہائے نمایاں اسی ہستی کے ساتھ مخصوص کئے گئے ہیں جو صرف نام کے لحاظ سے علی نہ ہو۔ بلکہ

اسم علیؓ

کا حقیقت میں آئینہ دار ہو ——— واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

مثیل ابراھیم علیہ السلام :

حضرت حافظ نور محمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فیض اللہ چک کے مخلص اور قدیمی صحابی تھے۔ جب قادیان میں آتے تو خاکسار کے غریب خانہ پر بھی تشریف لاتے اور ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات کا ذکر کر کے اپنی روح کو تازہ اور دلکو دولتِ ایمان سے پُر کرتے رہتے۔ اسی سلسلہ میں ایک دن حافظ صاحب رضؓ نے مجھے سنایا کہ جب حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب براھین احمدیہ شائع فرمائی۔ تو اس میں میں نے آپ کے الہامات پڑھے جن میں آپ کو "ابراھیم" کے خطاب سے یاد فرمایا گیا تھا۔ میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی۔ کہ جب قادیان میں اللہ تعالےٰ مثیل ابراہیم بنا سکتا ہے تو فیض اللہ چک میں مجھے اس مقام پر کیوں فائز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے متواتر دعا شروع کر دی۔ کہ خدا تعالےٰ مجھے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مثیل بنائے۔ آخر ایکدن مجھے ایک فرشتہ نے آواز دے کر کہا :-

"حافظ صاحب! ابراہیم خلیل اللہ کی شان کے انسان کبھی سینکڑوں سال بعد اور کبھی ہزاروں سال بعد پیدا کئے جاتے ہیں"۔ اس آگاہی کے بعد میں یہ دعا کرنے سے رک گیا۔

لاحول کا نسخہ :

اسی طرح حضرت حافظ صاحب رضؓ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ان کے ہونٹ (؟) سے پیپ اور خون بہنا شروع ہو گیا۔ جب تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو میں حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بواسیر شفتی ہے۔ اور تکلیف دہ بیماری ہے۔ اس کے علاج کے لئے کشتہ جست اور بعض اور ادویہ آپ نے تجویز فرمائیں اس کے بعد میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی بیماری کا حال اور حضرت مولانا صاحب رضؓ کے تجویز کردہ نسخہ کا ذکر کیا۔ رات کو جب میں سویا تو خواب میں مجھے حضور نے فرمایا کہ آپ توجہ کے ساتھ متواتر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا وظیفہ کریں۔ اللہ تعالےٰ جلد شفا دے دیگا۔

چنانچہ میں نے حضور کے ارشاد کے ماتحت روزانہ لاحول پڑھنا شروع کیا۔ ابھی

اس وظیفہ پر ایک ہفتہ ہی گذرا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بیماری بالکل جاتی رہی ؎

سوتی جرابوں پر مسح :

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضور اقدسؑ گول کمرہ کے صحن میں وضو فرما رہے تھے۔ دو تین اصحاب حضور کے پاس کھڑے تھے۔ خاکسار بھی حاضر تھا کہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور! کیا سوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ حضور نے جرابوں پر مسح کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہم تو مسح کر لیتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک جائز ہے۔ وضو سے فارغ ہو کر آپ نماز کے لئے مسجد مبارک کی چھت پر چڑھنے لگے۔ سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم کو موت کا اس طرح خیال رہتا ہے۔ کہ ایک زینہ پر قدم رکھتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہو سکتا ہے دوسرے زینے پر قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئے ؎

حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ قادیان میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ سعادت میں جب حضرت سید عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ حضور اقدس کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ تو خاکسار بھی ان دنوں قادیان میں تھا۔ اتفاق حسنہ سے مہمان خانہ کے جس کمرہ میں مَیں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسی میں میرے ساتھ حضرت شہید مرحومؓ فروکش ہوئے۔ آپ حضور اقدس علیہ السلام کی مجلس اور مسجد میں نمازوں کی ادائیگی کے علاوہ اپنے رہائشی کمرہ میں اکثر تلاوتِ قرآن کریم میں مصروف رہتے۔ اور لوگوں سے باتیں بہت کم کرتے تھے انہی ایام میں جب حضرت اقدس علیہ السلام کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے۔ تو شہید مرحومؓ بھی حضور کی معیت میں گئے۔ خاکسار بھی اس سفر میں حضور اقدس کے ساتھ تھا۔ جہلم میں حضور نے تقریر فرمائی۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو جو پہلے فارسی میں تقریر شروع کی۔ لیکن جب صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضور! میں اردو سمجھتا ہوں۔ حضور اردو میں تقریر فرمائیں۔ تاکہ عام لوگ فائدہ اٹھا سکیں تو حضور نے اردو میں تقریر کرنی شروع فرما دی۔

جب سید عبد اللطیف صاحبؓ قادیان سے رخصت ہونے لگے اور حضرت اقدس

علیہ السلام احباب کی معیت میں صاحبزادہ صاحب کو رخصت کرنے کے لئے بٹالہ کی سڑک کے موڑ تک تشریف لے گئے اس وقت خاکسار بھی ساتھ تھا۔ وہ دردناک اور روح پرور نظارہ مجھے اب تک یاد ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اس ملاقات کو آخری ملاقات سمجھتے ہوئے حضور اقدس کے قدموں پر بے اختیار گر پڑے اور حضور نے کمال شفقت اور محبت سے صاحبزادہ صاحب کو اٹھایا۔ اور تسلی آمیز کلمات فرمائے۔

جب شہید مرحوم رضؓ قادیان سے رخصت ہو کر لاہور تشریف لے گئے۔ تو . . آپ گمٹی بازار کی مسجد (جس میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب رضی اللہ تعالے عنہ امام تھے) کے پاس سے گذرے اور کسی دوست نے آپ کو بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس مسجد کے قریب سے گذرے تھے تو حضرت شہید مرحوم رضؓ نے مندرجہ ذیل شعر اپنے خاص لہجہ میں بلند آواز سے پڑھا ؎

عجب کہ احمدِ اطہر بہ ایں گنبد آمدہ
محمدؐ سیت بگیسوئے معطر آمدہ

اللہ تعالےٰ اُن کی مقدس روح کو اعلیٰ علیین میں ہر آن درجات کی بلندی عطا فرماتا رہے۔ آمین ۰

ایک عجیب نظارہ:۔

ایک دن مَیں مسجد احمدیہ پشاور میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے پاس مکرمی میاں شمس الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ پشاور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ پر اچانک کشفی حالت طاری ہو گئی میں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ تشریف لائے ہیں۔ آپ کا دل مجھے سامنے نظر آرہا ہے۔ جس میں کئی روشن سورج چمک رہے ہیں۔ جن کی چمک اور روشنی بڑے زور کے ساتھ ہمارے اُوپر پڑ رہی ہے۔ آپ کے دل کے سامنے میرا دل ہے۔ جس میں بلب کی روشنی کے برابر روشنی نظر آتی ہے۔

میں نے اس کشفی نظارہ سے اسی وقت میاں شمس الدین صاحب کو اطلاع دے دی۔ اللہ تعالےٰ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے نور اور برکت کو اکناف عالم میں پھیلائے۔ آمین۔

قوّتِ قدسیہ:۔

سید فضل شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر سنایا کرتے کہ مَیں ایک ہندو عورت کی

محبت میں مبتلا ہو گیا۔ حصولِ مقصد کے لئے بہت کوشش کی۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی آخر بعض عاملوں کے پاس پہنچا۔ ان سے بھی مطلب براری نہ ہوئی۔ اسی مایوسی اور سرگردانی کی حالت میں بعض احباب سے معلوم ہوا۔ کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ایک مستجاب الدعوات بزرگ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام رہتے ہیں۔ چنانچہ میں قادیان پہنچا اور حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر ساری سرگذشت بیان کر دی۔ اور دعا کے لئے عرض کیا حضور علیہ السلام نے میری عرض سن کر فرمایا۔ کہ جب تک تعلق نہ ہو۔ ایسی دُعا جو مشکلات کو حل کر سکے نہیں ہو سکتی۔ میں یہ ارشاد سُن کر گھر واپس آیا۔ اور گھر کا تمام اثاثہ فروخت کر کے قادیان پہنچا۔ اور وہ تمام روپیہ حضورؑ کی خدمت میں پیش کر دیا

حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ کیسی رقم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور نے فرمایا تھا۔ کہ دعا تعلق سے ہوتی ہے۔ سو میں نے یہ رقم حضور کی خدمت میں پیش کر دی ہے تاکہ حضور سے تعلق پیدا ہو سکے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ شاہ صاحب! اب آپ چند روز تک ہمارے پاس ٹھہریں۔ تاکہ ہم آپ کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ میں بخوشی رضامند ہو گیا۔ قادیان میں ابھی ایک ہفتہ کے قریب گذرا ہو گا۔ کہ وہ عورت جس کا میں گرویدہ تھا خواب میں نظر آئی۔ اس وقت اس کی شکل مجھے نہایت ہی کریہہ دکھائی دی۔ جس کو دیکھتے ہی میرے دل میں شدید نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے محسوس کیا۔ کہ میرے قلب سے اس عورت کی محبّت کا نقش بالکل مٹا دیا گیا ہے۔

صبح میں نے حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ اب مجھے اس عورت کی خواہش نہیں رہی۔ بلکہ طبیعت میں اس کے تصور سے بھی کراہیت محسوس ہوتی ہے پس آپ میرے لئے اب یہ دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ میرے اس گناہ کو معاف فرمائے۔ اور اپنی پاک محبت کے سایہ میں وقت گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

احمدی نام کی شہرت:

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک الگ تھلگ بستی میں مبعوث ہوئے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آپ کی زندگی میں ہی آپ کا اور آپ کی جماعت اور ماننے والوں کا نام جگہ جگہ مشہور ہو گیا۔ اور یہ شہرت باوجود شدید مخالفت کے دن بدن روز افزوں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ سعادت میں جب جماعت بہت قلیل تھی ایک

دفعہ مجھے شہری آبادی سے دور ایک گاؤں کی مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے مسجد میں داخل ہوتے ہی باآواز بلند امام صاحب مسجد اور دوسرے حاضرین کو "السلام علیکم" کہا۔ پھر ان کے دریافت کرنے پر بتایا۔ کہ میں احمدی ہوں۔ اس پر امام مسجد نے بڑے جوش سے کہا۔ کہ احمدی تو ہم اہلِ سنت والجماعت کے لوگ ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ آپ کا تو صرف دعویٰ ہے کہ آپ احمدی ہیں۔ لیکن ہمارے احمدی ہونے پر دلیل بھی ہے۔ اور وہ دلیل مسلّماتِ خصم میں سے ہے۔ اور وہ اس طرح کہ آپ ابھی ایک رقعہ اپنے کسی شناسا کو لکھیں اور اس میں اپنے نام کے ساتھ "احمدی" کا لفظ بھی تحریر کر دیں۔ اور پھر مکتوب الیہ کی طرف سے جواب کا انتظار کریں اور یہ دیکھیں کہ وہ آپ کے نام کے ساتھ احمدی کا لفظ پڑھ کر وہ کیا سمجھتا ہے۔ آیا اہلسنت والجماعت کا ایک فرد یا کچھ اور۔

امام مسجد صاحب نے جلدی سے ایک رقعہ اپنی بیوی کے بھائیوں کے نام لکھا جو اتفاقاً کسی تقریب پر چند دن کے لئے ان کے گھر آئے ہوئے تھے۔ یہ رقعہ انہوں نے ایک لڑکے کے ہاتھ گھر بھجوا دیا۔ جب یہ رقعہ امام مسجد صاحب کے نسبتی بھائیوں کو پہنچا۔ تو وہ اسی وقت مسجد میں آئے۔ اور آتے ہی یہ رقعہ ان کے سامنے پھینکا۔ اور کہنے لگے کہ ہمیں بالکل علم نہ تھا کہ آپ مرزائی ہو چکے ہیں۔ ورنہ ہم آپ کے گھر کا پانی پینا بھی گوارا نہ کرتے۔ آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ اور کب سے آپ نے مرزائیت اختیار کی ہے۔

میں نے ہنس کر کہا کہ ان کے مرزائی ہونے کا وہی وقت ہے۔ جب انہوں نے یہ رقعہ لکھا تھا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کیسے سمجھا کہ یہ مرزائی ہو چکے ہیں۔

انہوں نے کہا۔ کہ اس رقعہ میں ان کے نام کے ساتھ احمدی لکھا ہوا ہے اور "احمدی" کہتے ہی مرزائیوں کو ہیں۔ میں نے کہا۔ آپ شاید غلط سمجھے ہیں۔ امام صاحب نے تو "احمدی" اہلسنت والجماعت کے معنوں میں لکھا ہے۔ وہ کہنے لگے۔ کہ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ "احمدی" (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (علیہ السلام) کو ماننے والے کہلاتے ہیں۔

اس کے بعد میں نے امام مسجد صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہ فرمائیے! اب آپ کی سمجھ میں آ گیا۔ کہ "احمدی" کس کا نام ہے وہ خفیف ہو کر کہنے لگے کہ آپ لوگ بہت ہوشیار ہیں۔ آپ تو میرے گھر میں فتنہ و تفرقہ ڈالنے لگے تھے۔ اس پر حاضرینِ مجلس نے امام مسجد صاحب کو کہا کہ انہیں ان کا کوئی قصور نہیں آپ نے خود ہی غلط خیال کے ماتحت غلط قدم اٹھایا تھا اور اس کی سب ذمہ داری آپ پر ہے۔

درُودشریف کا اثر:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ وارضاہ نے ایک دن مجھے یاد فرمایا اور تصوف کی کتاب "کتاب التعرف فی علم التصوف" دے کر فرمایا کہ آپ کا عربی خط اچھا ہے۔ یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔ اور اس کا ایک ہی نسخہ ہمارے پاس ہے جو کرم خوردہ ہے۔ اور اس کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ اس کو خوشخط نقل کر دیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کا دین و دنیا میں بھلا کرے گا۔"

میں نے حسبِ ارشاد اس کارِ ثواب کو کرنا شروع کر دیا۔ اور ۱۲ بجے سکول سے فارغ ہو کر بقیہ سب وقت کتابت میں صرف کرتا۔ ان دنوں میری قیام گاہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے شہر والے مکان کے ایک کمرہ میں تھی۔ برابر کے کمرہ کے برآمدہ میں دو جنگلی کبوتروں نے انڈے دیئے ہوتے تھے۔ ایک دن خاکروب نے مکان کی صفائی کرتے ہوئے گھونسلے کو توڑ پھوڑ دیا۔ اور انڈے گر کر ٹوٹ گئے۔

میں اس وقت کتابت میں مشغول تھا۔ جب کبوتروں نے گھونسلے کو ویران اور انڈوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا۔ تو دردناک آواز کے ساتھ پھڑپھڑانا شروع کر دیا۔ ان کی دردناک آواز اور بیتابی نے مجھ پر شدید اثر کیا۔ اور میں اپنا قلم روک کر اُن کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بچشم اشکبار ان کے غم میں شریک ہوگیا۔

میں دیر تک سوچتا رہا۔ کہ ان بے زبان پرندوں کی دلجوئی کس طرح کروں۔ لیکن کوئی صورت نظر نہ آئی آخر مجھے یہ خیال آیا کہ درود شریف چونکہ قبول شدہ دعا ہے۔ اس لئے اگر میں اس نیت سے پڑھوں۔ کہ اس کا ثواب اللہ تعالےٰ بجائے مجھے پہنچانے کے ان پرندوں کو تسلّی کی صورت میں عطا فرمائے۔ تو ہو سکتا ہے کہ ان بے زبانوں کی کچھ غمخواری ہو سکے۔

چنانچہ میں نے اس نیت سے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ تو ان پرندوں کی بیتابی دُور ہو گئی۔ اور وہ آرام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ان کو خاموش دیکھ کر میں نے اپنا قلم اٹھایا۔ اور درُود شریف کا وظیفہ بند کر کے کتابت میں مصروف ہو گیا۔ لیکن ابھی میں نے چند سطریں ہی لکھی تھیں کہ کبوتروں نے پھر بے چینی اور بے تابی کا اظہار شروع کر دیا۔ ان کی دردناک حالت کو دیکھ کر میں نے پھر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ آرام سے بیٹھ گئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے

بعد جب میں نے کتابت شروع کی۔ تو اُن کی حالت پھر متغیر ہو گئی۔ تین چار دفعہ اسی طرح وقوع میں آیا۔ اس کے بعد اذان ہونے پر میں کمرہ بند کر کے مسجد میں چلا گیا اور کبوتر اڑ گئے۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

احتباس طمث کا علاج :-

ایک دفعہ خاکسار مرکزی ہدایت کے ماتحت جھنگ شہر میں متعین ہوا۔ میں نے وہاں پہنچ کر مختلف احباب جماعت سے دریافت کیا۔ کہ اس جماعت میں کون سے امور اصلاح طلب ہیں تاکہ میں درس دیتے وقت ان کو ملحوظ رکھوں۔ چنانچہ میں قابل تربیت امور کے متعلق وعظ و نصیحت کرتا رہا۔
اسی دوران میں ایک دن مجھے حکیم الہ بخش صاحب نے کہا کہ آپ کے آنے سے جماعت کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ لیکن ایک عورت کچھ استفادہ نہیں کر سکی۔ اور وہ میری بیوی ہے جو بظاہر صحت مند معلوم ہوتی ہے لیکن سالہا سال سے اس کو ماہواری کا خون نہیں آتا۔ میں اس کا علاج کراتے کراتے تھک گیا ہوں۔ آپ میری اہلیہ کے لئے کوئی نسخہ تجویز کریں۔ میں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ باہر جنگل میں میں نے ان کو ایک جڑی بوٹی دکھائی جس کا نام "ہاتھی سونڈی" اور "خرطومی" ہے۔ اور پنجاب کے بعض حصوں میں اس کو بھُسرا بھی کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اس بوٹی کی دو پھلیاں صبح اور دو بعد عصر پانی میں کھرل کر کے مریضہ کو پلائیں۔ امید ہے کہ شافی مطلق اپنا فضل فرما دے گا۔ انہوں نے تین چار دن اس بوٹی کو استعمال کرایا۔ تو ان کی بیوی کا حیض اللہ تعالےٰ کے فضل سے جاری ہو گیا وہ خوشی خوشی میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کہ آپ نے میرا ایک دھیلہ بھی خرچ نہیں کرایا۔ اور کامیاب علاج کر دیا۔ حالانکہ میں نے پوری توجہ اور شفقت سے دس سال تک علاج کیا اور بہت سا روپیہ خرچ کیا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ میں نے کہا یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ اس نے ایک معمولی سی بوٹی میں برکت رکھ دی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ ۔

اَلْاِثْمُ مَا حَاکَ فِیْ صَدْرِکَ

ایک دن میری نظر اتفاقاً حکیم صاحب کے بائیں بازو پر پڑی۔ جو بہت لاغر اور کمزور معلوم ہوتا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر کہ یہ بازو کس حادثہ کا شکار ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے ضلع جھنگ کے ایک انگریز افسر نے اپنی دو لڑکیوں کو اردو پڑھانے پر مقرر کیا۔ میرا بندوق

کا نشانہ اچھا تھا۔ اور شکار کا بھی شوق تھا۔ ایک دفعہ صاحب بہادر نے مجھے کہا کہ آپ میری لڑکیوں کو بندوق چلانا بھی سکھائیں۔ چنانچہ میں نے نشانہ کی مشق شروع کرا دی۔
ایک دن ہم باہر شکار کے لئے گئے۔ تو قمریوں کا ایک جوڑا درخت پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ دونوں پرندے اس وقت آپس میں اظہار محبت کر رہے تھے۔ میں نے چاہا۔ کہ ان پر بندوق سے فائر کروں لیکن ضمیر نے ملامت کی۔ کہ اس حالت میں ان پر فائر کر کے ان کے عیش کو برباد کرنا درست نہیں۔ چنانچہ میں اپنے ارادہ سے باز آگیا۔ لیکن ان دونوں لڑکیوں نے مجھے فائر کرنے کے لئے کہا۔ میں نے باوجود انقباض خاطر کے ان لڑکیوں کے مجبور کرنے پر فائر کر دیا۔ جس سے ایک قمری تو زخمی ہو کر نیچے گر پڑی۔ اور دوسری اُڑ گئی۔ لڑکیاں تو اس شکار سے بہت خوش ہوئیں۔ لیکن مجھے بہت دکھ ہوا۔ اور میری ضمیر بار بار مجھے ملامت کرنے لگی۔
چند منٹ کے بعد ہم نے واپسی کی تیاری کی۔ رستہ میں میں نے بندوق ایک لڑکی کو پکڑائی اور خود کچھ دور ہٹ کر پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ لڑکی نے لاپرواہی سے بندوق کا گھوڑا دبا دیا۔ اور گولی میرے بائیں بازو پر لگی۔ اور بازو سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ لڑکیاں تو اس حادثہ سے بہت پشیمان ہوئیں۔ اور افسوس کرنے لگیں۔ لیکن میں حدیث الاثم ما حاك فی صدرك (گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے) کی خلاف ورزی کو اس سب مصیبت کا باعث خیال کرتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ رہا تھا۔

ایک عبرتناک واقعہ

کڑیانوالہ ضلع گجرات میں میاں میراں بخش صاحب ٹھیکیدار، محمد بخش صاحب۔ ڈاکٹر علم دین صاحب اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب چاروں بھائی حضرت اقدس علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے پہلے تین بھائی وفات پا چکے ہیں۔ (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) موخر الذکر بفضلہ زندہ ہیں۔
۱۹۰۴ء میں میاں میراں بخش صاحب نے اپنے لڑکے کی شادی کے موقعہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شمولیت کی دعوت دی۔ حضور ان دنوں سیالکوٹ تشریف لائے ہوئے تھے اس بات کی قوی امید تھی کہ حضورؑ اپنے خدام کی دعوت قبول فرما کر کڑیانوالہ تشریف لائیں گے۔ لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے حضورؑ اس تقریب میں شامل نہ ہو سکے۔
چونکہ اردگرد کے علاقہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کی کڑیانوالہ میں آمد کے متعلق مشہور

ہو چکا تھا۔ اس لئے بہت سے علماء گدھوں پر کتابیں لاد کر مباحثہ کے لئے آگئے۔ میاں میراں بخش صاحب نے مجھے گجرات سے بلالیا۔ چنانچہ کڑیانوالہ میں تبلیغ کرنے کا اچھا موقعہ مل گیا۔

استہزاء کا نتیجہ خطبہ نکاح پڑھانے کے بعد میں برات کے ساتھ گیا۔ واپسی پر معلوم ہؤا۔ کہ اس شادی شدہ لڑکے کے سوا میاں میراں بخش صاحب کے سب لڑکے گونگے اور بہرے ہیں۔ مجھے خیال آیا۔ کہ یہ ابتلا بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں نے میاں میراں بخش صاحب سے پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ میری سالی کا ایک بچہ گونگا اور بہرا تھا میں نے بطور استہزاء اس کو کہنا شروع کیا۔ کہ اگر بچہ جننا تھا تو کوئی بولنے سننے والا بچہ جنتی۔ یہ کیا بہرا اور گونگا اور ناکارہ بچہ جنا ہے۔ جب میں تمسخر میں حد سے بڑھ گیا تو میری سالی کہنے لگی خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں ابتلا آجائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تمسخر کو پسند نہیں کرتی۔ اس پر بھی میں استہزاء سے باز نہ آیا۔ بلکہ ان کو کہتا کہ دیکھ لینا میرے ہاں تندرست اولاد ہوگی۔

میری یہ بے باکی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنی اور میرے ہاں گونگے اور بہرے بچے پیدا ہونے لگے۔ میں نے اس ابتلاء پر بہت استغفار کیا۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور بھی بار بار دعا کے لئے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی کو قبول فرمایا اور آخری بچہ تندرست پیدا ہؤا۔ جس کی شادی اب ہو رہی ہے۔

اسی زمانہ میں کڑیانوالہ میں حاجی کریم بخش صاحب جو ایک صوفی مزاج عالم تھے جماعت کے امام الصلوٰۃ تھے وہ تبلیغ کا بہت شوق رکھتے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے سچی محبت رکھتے تھے انہوں نے اوائل جوانی میں قادیان حاضر ہو کر حضورؑ سے براہین احمدیہ حاصل کی اور مخالفین پر اس کتاب کے ذریعہ حجت کرتے رہے وہ دیر ہوئی وفات پا چکے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے فرزند حافظ محمد افضل صاحب پنشنر بھی مخلص احمدی ہیں اور کتاب حیات قدسی حصہ چہارم کی کتابت انہوں نے سر انجام دی ہے۔

موضع خونن کا عجیب واقعہ

موضع خونن ضلع گجرات میں ایک مستجاب الدعوات بزرگ حضرت جلے شاہ صاحب تھے۔ گرد و پیش کے علاقہ میں ان کی بہت سی کرامات مشہور تھیں۔ میرے والد ماجد کہتے تھے کہ جب ان سے لوگ دریافت کرتے کہ آپ کو یہ برکت اور فیض کس طرح حاصل ہؤا۔ تو وہ بیان فرماتے کہ ایک دفعہ موسم سرما میں شدید بارش ہوئی۔ میں مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں گیا۔ وہاں پر ایک کتیا جس کے چھ سات بچے تھے۔ سردی اور بارش سے بچنے کے لئے ان بچوں کو اٹھا کر مسجد کے حجرہ میں لے آئی۔ اور

ان کو ایک کونے میں ڈال دیا۔ جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو مسجد کے ملّاں صاحب نے دیکھا کہ حجرے کے ایک کونے میں کُتیا کے پلّے سردی سے چیخ رہے ہیں۔ کُتیا اس وقت غوراک کی تلاش میں کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ ملّاں صاحب نے ان بچّوں کو پکڑ کر باہر پھینک دیا۔ اور وہ بارش میں بلکنے لگے۔ اس کے بعد ملّاں صاحب اپنے گھر چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں کُتیا بھی باہر سے گھوم گھام کر حجرہ میں آئی۔ اپنے بچّوں کو وہاں نہ پاکر وہ بہت ہی بے چین ہوئی۔ اور بے تابانہ اِدھر اُدھر پھرنے لگی۔ آخر ان کو تلاش کرکے وہ بارہ اسی حجرہ میں لے آئی۔

تھوڑی دیر میں میرا کھانا گھر سے آیا۔ جو اتفاق سے دودھ کی کھیر تھی۔ میرے دل میں اس کُتیا اور اس کے بچّوں کے متعلق بے حد شفقت پیدا ہوئی۔ اور میں نے محض خدا کی رضا کی خاطر کھیر کا برتن اس کُتیا کے آگے رکھ دیا۔ اس نے کھیر کھا کر اور بچّوں کو کھلا کر خوشی کے اظہار کے لئے اونچی آواز سے تین ہُوکیں ماریں۔ اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان اور انشراحِ صدر کی حالت مجھے نصیب ہوگئی۔ اور مجھے یہ سب کچھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا پر عمل کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہُوا۔ ؎

جو ہوتے ہیں مخلوق پر مہرباں
کرے رحم ان پر خدائے جہاں

پادری غلام مسیح کے سوالات کا جواب

۱۹۰۹ء میں خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کے ارشاد کے تحت لاہور میں مقیم تھا۔ ان دنوں لاہور میں گاہے گاہے مختلف مذاہب کی طرف سے جلسے کئے جاتے جن میں اشتہارات کے ذریعہ دیگر اہل مذاہب کو بلایا جاتا۔ دوسرے اسلامی فرقوں کے علماء میں سے تو بہت کم اس طرف توجہ کرتے۔ لیکن ہم احمدی جب بھی عیسائیوں یا آریوں کی طرف سے دعوت دی جاتی ان جلسوں اور مناظروں میں شمولیت اختیار کرتے۔ ۱۹۰۹ء میں مَیں ابھی نیا نیا لاہور پہنچا تھا کہ عیسائیوں کی طرف سے ایک بڑا پوسٹر شائع کیا گیا۔ جس میں ایک مرتد عیسائی غلام مسیح (اس کا پہلا نام غلام محمدؐ تھا) نے مسلمانوں کو بحث کے لئے چیلنج دیا تھا۔ اور لکھا تھا۔ کہ وہ قرآن کریم کے ذریعہ حضرت مسیح علیہ السلام کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت کریگا۔ اور مسلمانوں کو بھی بتایا جائیگا کہ وہ غلام محمدؐ سے غلام مسیح کیسے بنا۔

لیکچر کا انتظام نیلہ گنبد کے پاس ایک بڑے ہال میں کیا گیا۔ عیسائیوں کے اشتہارات اور اعلانات کی وجہ سے مسلمان بھی کثرت کے ساتھ اپنے علماء کو لے کر پہنچے۔ اور ہال باوجود کافی وسیع ہونے کے بھر گیا۔ بہت سے لوگوں کو باہر بھی کھڑا ہونا پڑا۔ خاکسار احمدی احباب کی معیت میں سٹیج کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ جلسہ کی صدارت لاہور کے بڑے بشپ نے کی بہت سے انگریز پادری بھی ارد گرد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صدر صاحب نے اشتہار ہاتھ میں لے کر اعلان کیا کہ پادری غلام مسیح کے لیکچر کا عنوان "فضیلت مسیح برہمہ انبیاء از روئے قرآن" ہے۔ جو صاحب اس مضمون پر کچھ کہنا چاہیں انہیں دس دس منٹ کا وقت ملے گا۔ وہ اپنے اپنے نام ابھی پیش کر دیں تا لیکچر کے اختتام پر باری باری ان کو موقعہ دیا جا سکے۔

غلام مسیح کی تقریر کا خلاصہ پادری غلام مسیح نے تقریر شروع کرتے ہوئے تمہید میں کہا کہ میں فضیلت مسیح برہمہ انبیاء از روئے قرآن بیان کروں گا۔ جو علماء اسلام میرے لیکچر کی تردید میں کچھ کہیں وہ اس بات کی پابندی کریں کہ تردید از روئے قرآن کریم ہو۔ جو حوالہ یا آیت وہ قرآن کریم کے علاوہ پیش کریں گے وہ قابلِ قبول نہ ہوگی پادری صاحب نے مندرجہ ذیل امور فضیلت مسیح کے ثبوت میں پیش کیے:۔

(۱) مسیح کا بغیر باپ کے ہونا .... قرآن کے رُو سے ایسی فضیلت ہے۔ جو دُوسرے انبیاء میں نہیں پائی جاتی۔ بے شک آدمؑ کی پیدائش بھی بغیر باپ کے ہے لیکن عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى کی آیت سے وہ گنہگار اور گمراہ ثابت ہوتے ہیں۔ کہاں معصوم مسیح اور کہاں عاصی اور گمراہ آدم؟

(۲) مسیح کے متعلق لکھا ہے کہ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی مسیح روح القدس سے مؤید تھا۔ یہ فضیلت بھی اور کسی نبی کو حاصل نہیں؟

(۳) مسیح کی نسبت قرآن کریم میں لکھا ہے۔ غُلٰمًا زَكِیًّا یعنی وہ بچپن سے ہی پاک اور زکی تھا۔ یہ خصوصیت بھی کسی اور کو حاصل نہیں؟

(۴) مسیح کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے۔ حالانکہ اور کسی نبی کی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور نہیں؟

(۵) مسیح کو توریت، انجیل اور کتاب اور حکمت سکھائی گئی۔ جو کسی اور نبی کو نہیں سکھائی گئی

(۶) مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا۔ جو کسی اور کو نہیں کہا گیا؟

جب پادری غلام مسیح کا لیکچر ختم ہوا۔ تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب وکیل لاہوری اور بعض دوسرے علماء جنہوں نے نام لکھوائے تھے۔ باری باری کھڑے ہوئے لیکن ان علماء نے پادری صاحب کے مطالبہ کے مطابق اپنے جوابات قرآن کریم سے نہ دیئے۔ بلکہ توریت اور انجیل کی عبارات پڑھ پڑھ کر اپنا وقت ختم کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک کی تقریر کے متعلق پادری صاحب اُٹھ کر کہہ دیتے کہ میرے مطالبہ کے مطابق قرآنی آیات کے ذریعہ سے کچھ نہیں کہا گیا۔ میرا یہ دعوےٰ ہے کہ از روئے قرآن کریم حضرت مسیح کی فضیلت سب انبیاء پر ثابت ہوتی ہے۔ اگر یہ فضائل جو میں نے مسیح کے متعلق قرآن سے پیش کئے ہیں کسی اور نبی میں قرآن کے رُو سے پائے جاتے تو علماء ان کو ضرور پیش کرتے۔ لیکن اُن کا ایسا نہ کرنا مسیح کی فضیلت بر ہمہ انبیاء ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ پادری صاحب نے بار بار مسلمانوں اور ان کے علماء کی اس کمزوری کو واضح کیا اور ان کو شرم دلائی۔

اسی اثناء میں آخر میں صاحب صدر نے میرا نام بھی لیا۔ میں حیران تھا کہ میں نے تو اپنا نام پیش نہیں کیا۔ میرا نام کس نے لکھا دیا۔ میرے مکرم دوست ملک خدا بخش صاحب مرحوم و مغفور نے جو قریب ہی بیٹھے تھے۔ بتایا کہ میں نے آپ کا نام لکھ کر بھجوا دیا تھا۔ جونہی میں سٹیج کی طرف بڑھا تو بہت سے غیر احمدی علماء میرے ارد گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے۔ اور میری وضع اور لباس کی سادگی دیکھ کر مجھے حقارت سے کہنے لگے۔ کہ تم نے سٹیج پر جا کر کیا بولنا ہے۔ اپنا وقت ہمیں دے دو۔

میں نے عرض کیا کہ دوسرے علماء جواب تک بولتے رہے ہیں وہ آپ کے بڑے بھائی اور آپ سے بڑھ کر تھے۔ انہوں نے کیا کر لیا ہے جو آپ کر سکیں گے۔ جس وقت ان علماء کے ساتھ میری تکرار ہو رہی تھی۔ تو صاحب صدر نے خیال کیا کہ اس شخص کا بولنا ہمارے لئے اور بھی مفید ہو گا۔ چنانچہ اس نے اُونچی آواز سے دوبارہ میرا نام پکارا۔ اور سٹیج پر بلایا۔

میرے جوابات کا خلاصہ

میں جب سٹیج پر کھڑا ہوا۔ تو میری وضع اور لباس دیکھ کر لوگوں نے مجھے جبّہ پوش علماء کے مقابل پر بہت ہی حقیر خیال کیا اور سمجھا کہ اس آخری تقریر سے اسلام کی اور بھی رسوائی ہو گی۔ اور بہت سے مسلمان مرتد ہو جائیں گے۔

میں نے سب سے پہلے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اس کے بعد جو جوابات دیئے اُن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ میں نے کہا کہ :-

(۱) پہلی بات جو پادری صاحب نے فضیلتِ مسیح کے سلسلہ میں پیش کی ہے وہ اُن کا بغیر باپ پیدا ہونا ہے۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے بغیر باپ پیدائش کو کسی جگہ بھی وجہ فضیلت قرار نہیں دیا۔ پادری صاحب قرآن کریم کے حوالہ سے مسیح کی پیدائش کو وجہ فضیلت ثابت کریں۔ ورنہ یہ ان کا خود تراشیدہ معیار ہے۔ جس کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) جو امر باعث فضیلت ہوتا ہے اس کی وجہ سے کسی کی مذمت نہیں کی جاتی۔ بلکہ لوگ امر فضیلت کو قابل مدح قرار دیتے ہیں۔ پادری صاحب کو معلوم ہے۔ کہ قرآن کریم کی آیت وَعَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا میں اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ مسیح کو بن باپ پیدا ہونے کی وجہ سے یہودی ولدالزنا قرار دیتے تھے۔ اور مریم پر بدکاری کا الزام عاید کرتے تھے۔ پس اگر بغیر باپ پیدا ہونا مسیح کے لئے باعثِ فضیلت ہے تو پھر یہ فضیلت مسیح کے لئے مذمت اور الزام کا باعث کیوں بنی۔ میرے خیال میں اگر پادری صاحب کی طرف بغیر باپ کے پیدا ہونے کی فضیلت منسوب کی جائے تو وہ بھی اس سے انکار کریں۔ اور اس کو پسند نہ کریں۔

(۳) مسیح کو آیت اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ الخ کے رُو سے بلا باپ پیدا ہونے میں آدم علیہ السلام کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ اس مماثلت کی رُو سے آدمؑ کا پلّہ بھاری ہے۔ کیونکہ حضرت آدم پر ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہونے کی وجہ سے کوئی الزام نہیں لگایا گیا لیکن مسیح بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے لئے بھی اور اپنی والدہ کے لئے بھی باعثِ الزام ہوئے۔ پس فضیلت حضرت آدم کی ثابت ہوئی نہ کہ حضرت مسیح کی۔

(۴) پادری صاحب نے فَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی پیش کرکے آدم کو گنہگار اور مسیح کو پاک ثابت کرنے کی بیہودہ کوشش کی ہے۔ حالانکہ حضرت آدمؑ کے متعلق قرآن کریم میں یہ بھی وارد ہے فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا۔ یعنی آدمؑ نے غلطی بھول کر کی ارادۃً نہ کی۔ اور قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا ہے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ یعنی آدم کی وہ شان اور عظمت ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا آدم بقول پادری صاحب گنہگار ہو کر بھی اس شان کا ہے کہ فرشتوں کو اُسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن مسیح معصوم ہو کر بھی اس علو منزلت تک نہ پہنچ سکا۔

(۵) آیت اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ کے رُو سے مسیح آدم کا مثیل

ہے۔ پس اگر آدم گنہگار ہے تو مسیح بھی گنہگار ہوا۔ اور بے عیب ثابت نہ ہوا۔ ہاں مسیح کے معصوم اور بے گناہ ہونے کے باوجود انجیل کے حوالہ کے مطابق شیطان اس کے پیچھے چالیس دن تک پڑا رہا۔ کہ وہ اُسے سجدہ کرے۔ پس پادری صاحب موازنہ کر لیں کہ وہ ہستی افضل ہے جس کو فرشتے سجدہ کریں یا وہ جس کو شیطان کہے کہ مجھے سجدہ کر۔

دُوسرے سوال کا جواب دُوسری بات پادری صاحب نے مسیح علیہ السلام کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے آیت وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ پیش کی ہے یعنی حضرت مسیح روح القدس سے تائید یافتہ تھے۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں سورۂ حجر میں حضرت آدمؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ اس سے ظاہر ہے کہ آدم کو مٹی سے تیار کر کے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رُوح نفخ کی۔ اور اس نفخ رُوح کی وجہ سے فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ اس کے لئے سجدہ میں گر جائیں۔

لیکن حضرت مسیح کی تائید رُوح القدس سے کی گئی جو ایک فرشتہ ہے۔ جیسا کہ آیت قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ یعنی کلام الٰہی کا نزول رُوح القدس کے ذریعہ سے فرمایا جاتا ہے سے ظاہر ہے۔ آدم اور مسیح کا قرآن کریم کے رُو سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ آدم میں خدا تعالیٰ کی رُوح پھونکی گئی ہے جس کی وجہ سے فرشتوں کو اس کے لئے سجدہ کا حکم ملا ہے۔ لیکن مسیح علیہ السلام کو صرف ایک فرشتے یعنی روح القدس کی تائید حاصل ہوئی۔ حالانکہ آدمؑ کو سب فرشتوں کی تائید حاصل ہوئی۔

(۲) پادری صاحب کا مطالبہ ہے کہ جو وجہ فضیلت مسیح انہوں نے قرآن کریم سے پیش کی ہے۔ وہ قرآن کریم سے کسی اور نبی کے لئے ثابت کی جائے۔ لیکن اگر میں یہی فضیلت نبی کی بجائے اس کے متبعین کے متعلق ثابت کر دوں۔ تو انبیاء کے متعلق بدرجہ اولیٰ فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ کسی تابع کو جو کمال حاصل ہوتا ہے وہ نبی متبوع کی فضیلت اور کمال کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم کی سورہ مجادلہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جو غیر نبی تھے روح القدس سے بڑھ کر روح من اللہ کی تائید حاصل تھی۔ پس جو فضیلت پادری صاحب کے نزدیک مسیح کے لئے مخصوص تھی اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے متعلق ثابت ہے۔

تیسری خصوصیت اور اُسکا جواب تیسرے پادری صاحب نے غُلٰمًا زَكِيًّا کے الفاظ کو وجہ فضیلت قرار دیا ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کا ذکر جہاں بھی قرآن کریم میں کیا گیا ہے وہ یہود اور نصاریٰ کی طرف سے بے جا مذمت اور بے جا غلو کی تردید اور ذب کے طور پر ہے۔ ان فضائل مخصوصہ کا ذکر دوسرے انبیاء کے متعلق اس لئے نہیں کیا گیا۔ کہ ان کے متعلق اس قسم کے الزامات نہ تھے اور نہ ان کی تردید کی ضرورت تھی چونکہ یہود عَلٰی مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا کے رُو سے حضرت مسیح کی پیدائش کے متعلق الزام عاید کرتے تھے اور اس الزام کی تردید ضروری تھی اس لئے انکو غلام زکی کہا گیا۔ ورنہ ہر نبی بچپن میں زکی اور پاک ہوتا ہے۔

(۲) ان الفاظ سے صرف مسیح کی پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے لیکن ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن کریم میں مختلف مقامات پر یُزَكِّیْهِمْ کے الفاظ آتے ہیں یعنی نہ صرف یہ کہ وہ خود زکی اور پاک تھے۔ بلکہ مزکی تھے یعنی آپ کی صحبت اور قوت قدسیہ سے لوگ زکی بنتے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ مُزَكِّی ہونے کے مسیح سے بدرجہا افضل ثابت ہوتے ہیں۔

چوتھی خصوصیت اور اُسکا جواب مسیح علیہ السلام کے متعلق چوتھی وجہ فضیلت پادری صاحب نے یہ پیش کی ہے کہ انکی والدہ کا نام قرآن کریم میں مذکور ہوا ہے۔ پادری صاحب اس بات کا ثبوت دیں کہ قرآن کریم میں کسی کا نام ہونا قرآن کریم کے رُو سے اس کے لئے وجہ فضیلت ہے۔

(۲) اگر پادری صاحب کے معیار کو صحیح تسلیم کیا جائے تو کیا فرعون۔ ہامان۔ قارون۔ شیطان ابلیس۔ خناس کا ذکر قرآن کریم میں آجانے سے یہ سب فضیلت مآب ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح بائیبل میں سینکڑوں خدا کے دشمنوں کا نام آیا ہے۔ کیا اس وجہ سے وہ افضل ثابت ہو جائیں گے۔

(۳) قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ

هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۔ یعنی قرآن کریم میں جن قصص اور واقعات کا بنی اسرائیل کے متعلق ذکر آیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تا اُن کے اختلافات کی اصل حقیقت واضح کی جائے۔ پس جب مریم اور ابن مریم کے تفصیلی ذکر سے یہودیوں اور عیسائیوں کے اختلافات پر بہت سی روشنی پڑتی تھی۔ تو ان کا ذکر ضروری تھا۔ دوسرے انبیاء کی اُمہات کا نام لینے کی چونکہ ضرورت نہ تھی۔ اس لئے اُن کے نام نہ لئے گئے۔

پانچویں خصوصیت مسیح کی پانچویں خصوصیت اور فضیلت یہ پیش کی گئی ہے کہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق ان کو کتاب و حکمت اور توریت اور انجیل کی تعلیم دی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام کو توریت اور انجیل جیسی مخصوص القوم اور مخصوص الزمان تعلیم دی گئی ہے تو حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید جیسی جامع اور عالمگیر کتاب عطا کی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰے صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے۔ لیکن آنحضرت کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بنایا گیا ہے

(۲) جو کتاب اور حکمت مسیح علیہ السلام نے سیکھی۔ وہی کتاب اور حکمت وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپ سے سیکھی۔ پس اگر کتاب اور حکمت کا سیکھنا کوئی فضیلت ہے تو صحابہ کرام اس میں مسیح علیہ السلام کے شریک ہیں پس پادری صاحب غور فرمالیں۔ کہ کتاب و حکمت سیکھنے والا افضل ہو یا اس کو سکھانے والا؟

چھٹی خصوصیت چھٹی وجہ فضیلت مسیح کے متعلق پادری صاحب نے اُن کا کلمۃ اللہ ہونا بیان کیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ الخ اور آیت اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا۔ کہ اگر مسیح کو کلمۃ اللہ ہونے کی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہو تو اس خصوصیت میں کائنات کا ذرہ ذرہ شریک ہے۔ اور اس اشتراک کی وجہ سے مسیح کی کوئی خصوصیت اور فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

میرے جوابات کا اثر یہ جوابات جن کا خلاصہ اوپر بیان کیا گیا ہے میں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے مختصر وقت میں بیان کر دیئے۔ ان جوابات کا ایسا اثر ہوا کہ جونہی میں ایک بات کا جواب ختم کرتا۔ ہال خوشی کے نعروں سے گونج اُٹھتا تھا۔ مجھ سے پہلے علماء کے جوابات سے جو مایوسی پیدا ہو چکی تھی۔ میرے جوابات سے جو پادری صاحب کے

مطالبہ کے عین مطابق تھے خدا کے فضل سے دُور ہوگئی ہے۔

جب لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ میں احمدی ہوں تو وہ لوگ جو احمدیوں کو بُرا سمجھتے تھے کہنے لگے کہ آخر احمدی بھی تو ہمارے بھائی ہیں۔ ان کے جوابات سے اسلام کی خوب نصرت ہوئی ہے۔

پادری غلام مسیح تردیداً تو کچھ نہ کہہ سکے۔ صرف اتنا کہا کہ اس عجیب اور رنگ میں جواب دیئے ہیں۔ جب میں ہال سے باہر نکلا۔ تو پچاس ساٹھ جوشیلے مسلمانوں نے مجھے حلقہ میں لے لیا۔ اور بعض نے جوشِ مسرت سے اُوپر اٹھا لیا۔ اور بار بار جزاک اللہ کہا۔ مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو ان دنوں ایف۔اے کلاس میں پڑھتے تھے۔ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ اگر آج آپ جواب نہ دیتے تو مسلمانوں کو بہت مایوسی ہوتی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جنوبی ہند کے تبلیغی سفر کے بعض واقعات

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے عہد سعادت میں ۱۹۱۱ء میں حضور کو بنگلور شہر سے جو ریاست میسور میں ہے ایک درخواست پہنچی۔ کہ وہاں پر جماعت اسلامیہ کی طرف سے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا ہے اور بلاد ہند کے مختلف علاقوں سے علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ آپ بھی مرکز سے علماء کو بھجوائیں۔ خاکسار ان دنوں لاہور میں مقیم تھا حضرت کا ارشاد خواجہ کمال الدین صاحب۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اور خاکسار کے نام پہنچا۔ کہ ہم بنگلور کے لئے روانہ ہوں۔ ہمارے ساتھ لال شاہ صاحب برق پشاوری بھی شریک وفد ہوئے بنگلور میں اس موقعہ پر مختلف اطراف ہند سے مشہور علماء جمع تھے۔ جن میں سید سلیمان صاحب ندوی۔ مولانا شوکت علی صاحب برادر مو محمد علی صاحب اور بعض عرب علماء بھی تھے۔

جلسہ کی ابتداء میں ایک عرب صاحب نے خوش الحانی سے سورۃ بقرہ کا آخری رکوع تلاوت کیا۔ جب انہوں نے كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ تک پڑھا تو رُسُلِهٖ کے لفظ پر وقف کیا۔ اور پھر لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ پر وقف کیا۔ پنجاب میں عام طور پر بعد کے رُسُلِهٖ پر تو وقف کرتے ہیں۔ لیکن پہلے رُسُلِهٖ پر وقف نہیں کیا جاتا۔ اور پنجاب کے مطبوعہ قرآن کریم اکثر اسی طرح ہیں۔ بنگلور کے سفر سے بہت عرصہ پہلے ایک دن جب میں نے سورہ بقرہ کا آخری رکوع تلاوت کیا تو مجھے خدا تعالیٰ

نے الہاماً فرمایا کہ کُلٌّ آمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ کے فقرہ میں رُسُلِہٖ کے لفظ پر وقف کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ فقرہ اللہ تعالٰے کی طرف سے رسول اور مومنوں کے متعلق بطور حکایت کے ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعد کا فقرہ یعنی لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ خود مومنوں کی طرف سے ہے۔ اور یہ دونوں فقرے ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

میں نے جب ان عرب صاحب کو اس طرح تلاوت کرتے ہوئے سُنا کہ انہوں نے پہلے رُسُلِہٖ پر وقف کیا تو مجھے بہت ہی خوشی ہوئی کہ مجھے جس امر کی اطلاع الہاماً دی گئی تھی اس کی تصدیق ایک اہلِ زبان سے ہوگئی۔

اس کے بعد میں نے مختلف مقامات کے مطبوعہ قرآن بغور دیکھے تو ان میں بھی الہامی اطلاع کی تصدیق پائی۔

جلسہ بنگلور میں میری تقریر:۔ جب پروگرام کے مطابق صاحب صدر نے میرا نام تقریر کے لئے پکارا۔ تو خواجہ کمال الدین صاحب مجھے کہنے لگے کہ آپ اس وقت سورۃ کوثر کی وہ تفسیر بیان کریں جو فلاں موقعہ پر آپ نے لاہور میں بیان کی تھی۔ چنانچہ میں نے اُن کے کہنے پر وہی تفسیر اپنی تقریر میں پیش کردی۔

تقریر سے فراغت کے بعد جب میں واپس اپنی جگہ پر آیا۔ تو سید سلیمان ندوی صاحب نے جو خواجہ صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میری طرف اشارہ کرکے ان کو کہا۔ کہ یہ صاحب جنہوں نے ابھی تقریر کی ہے کون ہیں۔ ان کی بیان کردہ تفسیر نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں نے آج تک سو کے قریب تفاسیر سورہ کوثر کی پڑھی ہیں اور مفسرین نے جو عجیب و غریب حقائق و معارف اس سورہ شریف کے بیان کئے ہیں۔ ان پر آگاہی حاصل کی ہے۔ مگر جو کچھ انہوں نے آج بیان کیا ہے یہ بالکل نیا اور اچھوتا ہے اور ان کی تقریر سے مجھے جدید معلومات کا ذخیرہ ملا ہے۔ خواجہ صاحب نے ان کو بتایا کہ یہ میرے استاد ہیں اور انہوں نے اس وقت اختصار کے ساتھ تفسیر بیان کی ہے۔ ورنہ اس کے متعلق وہ لاہور میں بہت زیادہ تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔

(یہ تفسیر انشاء اللہ کسی اور جگہ تحریر کی جائے گی ۔۔۔ مرتب)

سونے کا پہاڑ:۔ جب ہم بنگلور کے جلسہ سے فارغ ہوئے تو نواب غلام احمد صاحب نے جو اس کانفرنس کے صدر تھے۔ فرمایا کہ میں آجکل میسور سٹیٹ کے اس محکمہ میں

جو پہاڑ سے سونا نکالنے سے تعلق ہے منیجر ہوں ۔ اگر آپ کا دفد اس کارخانہ کو دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو ۔ جو عجائب روزگار میں سے ہے تو میں بآسانی اس کا انتظام کر سکتا ہوں ۔ یہ کارخانہ بنگلور سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ہے ۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف کی معیت میں ہم اُن کی قیام گاہ پر پہنچے ۔ اور وہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد کارخانہ دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے وہاں پر انگریزوں کی طرف سے بہت سخت پہرہ کا انتظام تھا ۔

اس جگہ پر ایک وسیع سلسلہ مشینوں کا نظر آیا ۔ جو سونے سے مخلوط پتھروں کو کوٹنے اور دھاتوں کو الگ الگ کر کے ان میں سے سونے کو علیحدہ کرنے کے لئے لگی ہوئی تھیں ۔ سونے کی دھات الگ کر کے ایک بہت بڑے صندوق میں ڈالی جاتی تھی ۔ اس پہاڑ کے اندر لمبی لمبی زمین دوز سڑکیں تھیں ۔ اوپر آنے کے لئے لفٹ لگے ہوئے تھے ۔ اندر روشنی اور ہر قسم کا ضروری انتظام تھا ۔ اور پہاڑ کی کھدائی کا کام جاری تھا ۔ اس کان میں جو کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے ان کے باہر نکلنے کے وقت بڑی احتیاط سے تلاشی لی جاتی تھی ۔ عورتوں کی تلاشی لینے کے لئے انگریز عورت مقرر تھی ۔ اور مردوں کے لئے انگریز مرد ۔

رودونتی بوٹی اس سونے کے پہاڑ پر میں نے رودونتی بوٹی کثرت سے اُگی ہوئی دیکھی یہ بوٹی جیسا کہ مخزن الادویہ وغیرہ کتب میں لکھا ہے بہت ہی مفید اور اکسیر بدن ہے ۔

بمبئی میں ورود وہاں سے روانہ ہو کر ہم بمبئی پہنچے ۔ اور نواب سید رضوی صاحب کی وسیع و عریض بلڈنگ میں فروکش ہوئے ۔ خواجہ صاحب ۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور سید لال شاہ صاحب برقی جب دن کے وقت سیر و تفریح کے لئے باہر چلے جاتے ۔ تو خاکسار ایک علیحدہ کمرہ میں ذکر اذکار کرتا یا نفل پڑھتا ۔ یا تبلیغ کا موقعہ ملنے پر فریضہ تبلیغ ادا کرتا ۔ گاہے گاہے خواجہ صاحب کے ساتھ جلسوں میں شمولیت اور تبلیغی ملاقاتوں کے لئے بھی جاتا ۔ ایک دن بمبئی کے مسلمانوں کی طرف سے سید عبدالرزاق صاحب بغدادی کی آمد پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا ۔ اس میں ہم بھی شامل ہوئے ۔ وہاں سے فراغت کے بعد بہائیوں کے مشن ہاؤس میں گئے ۔ اور محمد ہاشم صاحب سے جو بمبئی میں بہائی مذہب کے سرگرم مشنری تھے ملاقات کی ۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت لمبی گفتگو کا موقعہ نہیں ۔ کیونکہ ہمارے ساتھی مذہبی عبادت کے لئے جمع ہو رہے ہیں ۔ جو تخلیہ میں ادا کی جائے گی ۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم بھی آپ کی عبادت کا نمونہ

دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ہم آپ لوگوں کے سامنے عبادت کرنا پسند نہیں کرتے اس پر میں نے عرض کیا۔ کہ اسلام تو اپنی عبادت کی طرف اذان کے اعلان کے ذریعہ بلاتا ہے مؤذن دائیں طرف منہ کر کے اصحاب یمین یعنی مسلمانوں کو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے الفاظ سے نماز کے لئے بلاتا ہے۔ اور بائیں طرف یعنی غیر مسلموں کو جو اصحاب الشمال کی نسبت رکھتے ہیں۔ فلاح اور کامیابی کی طرف بلاتا ہے۔ پس اگر آپ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنا چاہتے ہیں تو لوگوں سے اس کو پوشیدہ رکھنے کے کیا معنے۔

یہ سن کر محمد ہاشم صاحب نے کہا کہ اگر آپ باقاعدہ گفتگو کرنا ہی پسند کرتے ہیں۔ تو اپنا ایڈریس دے جائیں۔ ہم مقررہ وقت پر آپ کی قیام گاہ پر آ جائیں گے۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے ایڈریس دے دیا۔

محمد ہاشم صاحب بہائی سے گفتگو

محمد ہاشم صاحب بعض اور معززین کے ساتھ چار بجے ہماری قیام گاہ پر آ گئے۔ ان کے آنے پر خواجہ صاحب مع ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور برق صاحب کے ان معزز مہمانوں کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے ایک وسیع و عریض میز کے ارد گرد کرسیاں بچھا کر بیٹھ گئے۔ اس موقعہ پر خواجہ صاحب نے مجھے کہا کہ آپ اپنے کمرہ میں تشریف لے جائیں۔ ہم ان معززین سے خود ہی گفتگو کریں گے۔ خواجہ صاحب نے ایسا شاید میری سادگی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ میں بے باکی سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام کی تبلیغ نہ کر دوں۔ کیا۔ بہر حال میں ان کے کہنے پر وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں جو میری رہائش کے لئے مخصوص تھا چلا گیا۔

محمد ہاشم صاحب نے خواجہ کمال الدین صاحب سے کہا کہ وہ قرآن کریم کے متعلق کچھ استفسار کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی۔ اگر یہ قول درست ہے اور قرآن کریم میں ایسی کوئی زاید بات نہیں جو پہلی کتابوں اور صحیفوں میں نہ پائی جاتی ہو۔ تو قرآن کریم کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی ضرورت تو صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے کوئی کمی یا زیادتی ہوتی۔ کیا کوئی ایک حکم بھی قرآن کریم میں ایسا پایا جاتا ہے جو پہلی شریعتوں سے زاید ہو یا پہلے حکموں کو منسوخ کرنے والا ہو۔ مجھے صرف ایک مثال ہی دی جائے۔ اور جواب قرآن کریم سے دیا جائے۔

جب محمد ہاشم صاحب نے یہ سوال کیا۔ اور خواجہ صاحب نے محسوس کیا کہ وہ اس کے

جواب سے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ تو مجھے آواز دی۔ کہ مولانا! ذرا تشریف لائیں۔ میں اُن کی آواز پر حاضر ہو گیا۔ سوال محمد ہاشم صاحب نے دوہرایا۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ میں قرآن کریم سے ایسی کئی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ محمد ہاشم صاحب نے کہا۔ کہ زیادہ مثالوں کی ضرورت نہیں صرف ایک مثال ہی کافی ہے۔

میں نے پہلے تو مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ۔ الخ کی مختصر تشریح کی۔ اور پھر سورہ آل عمران کی آیت اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ یعنی اہل کتاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر ایمان لانے کے متعلق اس بات کا مطالبہ کیا۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہمیں اس بات کا حکم ہے کہ ہم کسی ... رسول پر ایمان نہ لائیں۔ اور نہ ہی اس کے رسول ہونے کا اعتماد کریں جب تک کہ وہ سوختنی قربانی پیش نہ کرے۔ اس مطالبہ کے متعلق اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جواباً کہہ دیا جائے۔ کہ مجھ سے پہلے جو رسول آئے وہ علاوہ دیگر نشانات اور تبیانات ظاہر کرنے کے سوختنی قربانیاں بھی پیش کرتے رہے پھر تم لوگوں نے ان کو کیوں قتل کیا۔

قرآن کریم کی بیان کردہ اس مثال سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اہل کتاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سوختنی قربانی کے منسوخ کرنے کی وجہ سے اعتراض پیش کیا۔ اور اس بنا پر کہ آپ نے سوختنی قربانی کو منسوخ کیا تھا۔ آپ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس کا جواب اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں دیا کہ سوختنی قربانی منسوخ نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ دیا کہ اس کی منسوخی کی بنا پر ان کا انکار درست نہیں۔ اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے باوجود اس کے کہ رسول سوختنی قربانی پیش کرتے تھے۔ لیکن اس عہد کو پورا کرنے کے باوجود بھی یہودیوں نے ان کا انکار کیا۔ اور انکے قتل کے درپے ہوئے میں نے کہا۔ ایک مثال تو قرآن کریم سے میں نے پیش کر دی ہے۔ اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً تحویل قبلہ کا مسئلہ۔ تیمم کا مسئلہ۔ پھر اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ کا ارشاد ہے۔ اسی طرح قرآن کریم سے پہلے ہر کتاب کی تعلیم و ہدایت اور رسول کی بعثت مخصوص القوم اور مخصوص الزمان تھی۔ لیکن قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت تمام اقوام کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ جو ایک زائد خصوصیت ہے۔

یہ سن کر محمد ہاشم صاحب فرمانے لگے کہ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ

وَمُوْسٰی کے الفاظ سے تو ظاہر ہے کہ یہ قرآن کریم پہلے صحیفوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسٰے علیہ السلام کے صحیفوں میں پایا جاتا ہے۔ پھر کمی بیشی کس طرح تسلیم کی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ هٰذَا سے بعض قرآن بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ کے رُو سے قرآن کریم سے قرآن کی ایک آیت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ پس اِنَّ هٰذَا الخ کے فقرہ میں هٰذَا سے سورہ اعلیٰ کے مشارٌ الیہ مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ یہ ہے فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ یہ مضمون جس میں اعمالِ قبیحہ اور ان کی سزا اور اعمالِ صالحہ اور ان کی جزا کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ مضمون ہے جو ہر ایک بشیر۔ نذیر کے صحیفہ میں جو قرآن کریم سے پہلے نازل ہو چکا ہے پایا جاتا ہے۔

جب میں نے یہ تشریح کی تو خواجہ صاحب نے بلند آواز سے مجھے مخاطب کر کے جزاک اللہ کہا اور کہا۔ کہ اب میں اس جواب کی روشنی میں مزید تشریح بیان کر لوں گا۔ اب آپ اپنے کمرہ میں تشریف لے جائیں۔ میں تو اُٹھ کر چلا آیا۔ لیکن اسی وقت محمد ہاشم صاحب نے بھی جانے کی اجازت چاہی۔ خواجہ صاحب نے ان کو کہا کہ ابھی آپ کچھ دیر اور تشریف رکھیں تاکہ مزید تبادلہ خیالات ہو سکے۔ اس پر محمد ہاشم صاحب نے کہا کہ جو جواب مجھے ابھی دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کیا دے سکیں گے پھر محمد ہاشم صاحب نے دریافت کیا۔ کہ یہ کون صاحب ہیں۔ جنہوں نے ابھی جواب دیا تھا۔ خواجہ صاحب نے کہا۔ کہ یہ میرے استاد ہیں۔ محمد ہاشم صاحب نے کہا کہ قرآن سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں اور اُٹھ کر مع اپنے ساتھیوں کے چلے گئے۔

خواجہ کمال الدین صاحب کے سفرِ لنڈن کی تقریب کا پیدا ہونا

نواب سید رضوی صاحب نظام حیدر آباد کی پھوپھی صاحبہ کی جائداد کے منصرم تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضور نظام کی پھوپھی زاد ہمشیرہ نے اپنی والدہ کی تحریک پر سید رضوی صاحب سے نکاح کر لیا۔ جب حضور نظام کو اس کا علم ہوا۔ تو انہوں نے اس کو سخت ناپسند کیا۔ اور نواب سید رضوی صاحب کو حیدر آباد سے نکل جانے کے لئے حکم دیا۔ چنانچہ سید رضوی صاحب بمبئی چلے آئے۔ نواب رضوی صاحب وکیل بھی تھے۔ اسی طرح خواجہ کمال الدین صاحب بھی چیف کورٹ کے وکیل تھے۔ ان ہر دو نے باہم مشورہ کیا۔ کہ پریوی کونسل میں مقدمہ دائر کر کے رضوی صاحب

کی بیوی کو اس کی والدہ کی جائداد اور ملکیت کا ورثہ دلایا جائے۔ تاکہ وہ آزادی سے اپنے اخراجات چلا سکیں
نواب رضوی صاحب نے خواجہ صاحب کے ساتھ مبلغ آٹھ ہزار روپے مقرر کیا۔ تاکہ وہ لنڈن جاکر اس مقدمہ کی پیروی کریں۔ خواجہ صاحب نے بڑی خوشی سے اس تجویز کو قبول کیا۔ دوسرے دن خواجہ صاحب نے آکر مجھے بتایا کہ نواب رضوی صاحب نے اس طرح آٹھ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اب وہ کچھ متردد سے ہیں۔ شاید ان کو اس مقدمہ میں کامیابی کا یقین نہیں رہا۔ آپ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ سبب بنا دے اور آٹھ ہزار کی رقم مجھے مل جائے۔ اس طرح دنیوی فائدہ کے علاوہ دینی فائدہ بھی ہو جائے گا۔ اور میں وہاں تبلیغ بھی کر سکوں گا۔

خواجہ صاحب ان دنوں مجھ پر حسن ظنّی رکھتے تھے اور دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی کہنے لگے۔ کہ اگر مجھے یہ روپیہ اور کام مل جائے۔ اور میں لنڈن چلا جاؤں۔ تو وہاں تبلیغ بھی کر سکوں گا۔ لہذا پوری توجہ سے دعا فرمائیں۔ میں نے دعا کا وعدہ کیا۔ اور وہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لئے باہر چلے گئے۔

ایک عجیب کشفی نظارہ میں نے ان کے جانے کے بعد خاص توجہ سے بارگاہ الٰہی میں دعا شروع کر دی۔ دعا کرتے کرتے مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب کے والد خواجہ عزیز الدین صاحب ایک پاٹ پر بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے لگے ہیں۔ اور بجائے براز کے ان کے اندر سے سونے کے دو انڈے نکلے ہیں۔ ایک انڈا تو بہت بڑا ہے اور دوسرا چھوٹا۔ اور ساتھ ہی خواجہ کمال الدین صاحب کے لڑکے بشیر احمد کو بھی دیکھا مجھے اس کشف کی یہ تفہیم ہوئی۔ کہ یہ کشف اس دعا کے جواب میں دکھایا گیا ہے۔ اور اس میں دعا کی قبولیت کا اظہار ہے۔ خواجہ عزیز الدین صاحب سے مراد سید رضوی صاحب ہیں اور سونے کے دو بیضوں سے مراد دو رقمیں ہیں۔ جن میں سے ایک بڑی اور دوسری چھوٹی ملیگی اور خواجہ صاحب کے لڑکے بشیر احمد صاحب کو دیکھنے سے یہ مراد ہے کہ خواجہ صاحب کے لئے یہ بشارت ہے۔ اور اس کا تعلق اُن کے گھر سے بھی ہے۔

میں ابھی حسرت کے ساتھ اس کشف کے متعلق غور کر رہا تھا۔ کہ خواجہ صاحب مع اپنے رفقاء کے واپس آئے۔ اور میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا۔ تو اندر داخل ہوتے ہی کہنے لگے۔ کہ کیا آپ نے دعا کی ہے۔ اور کوئی بشارت آپ کو ملی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ کو دو رقمیں ملیں گی۔ جن میں سے ایک رقم بڑی ہوگی اور دوسری چھوٹی

جب میں نے دو رقموں کا ذکر کیا۔ تو خواجہ صاحب حیرت سے پوچھنے لگے۔ دو رقمیں کیسی؟ رضوی صاحب نے تو ایک رقم کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس کو بھی فی الحال ملتوی کر دیا ہے۔ آپ نے جو دو رقمیں بتائی ہیں۔ اس کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔

عجیب اتفاق ہے کہ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ ایک آدمی سید رضوی صاحب کی طرف سے خواجہ صاحب کو بلانے آگیا۔ چنانچہ خواجہ صاحب اس آدمی کے ساتھ چلے گئے۔ رضوی صاحب نے اس وقت خواجہ صاحب کے سامنے دو رقمیں پیش کیں۔ ایک تو آٹھ ہزار روپیہ کی رقم انگلستان کے سفر وغیرہ کے لئے اور دوسری مبلغ دو ہزار کی رقم دی اور کہا کہ مجھے یہ خیال آیا کہ آپ تو لمبے عرصہ کے لئے ولایت جا رہے ہیں۔ آپ کے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے بھی کوئی رقم ہونی چاہیئے۔ لہٰذا یہ دو ہزار روپیہ اس غرض کے لئے دیا ہے۔

خواجہ صاحب خلافِ توقع ان دو رقموں کے ملنے پر بہت ہی خوش ہوئے۔ اور بازار سے ایک قیمتی کمبل میرے لئے خرید لائے۔ اور دیر تک خواجہ صاحب اور ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اس کشف کے عجیب رنگ میں پورا ہونے کا ذکر کرتے رہے۔ اور میرے پاؤں عقیدت کے اظہار کے لئے دباتے رہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور افاضہ سے ہمارے ایمانوں کو بڑھانے کے لئے دکھایا ہے۔ ورنہ میں تو ایک حقیر اور عاجز شخص ہوں۔ جس میں کوئی بھی خوبی اور قابلیت نہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

کرشن جی کے متعلق نظارہ ایک دن نواب سید رضوی صاحب مجھے موٹر میں ساحل سمندر پر سیر کے لئے لے گئے۔ اور واپسی پر کہنے لگے کہ آج سینما میں کرشن جی مہاراج کے حالات زندگی کے متعلق فلم دکھائی جائے گی۔ آپ کو عام واقفیت کے لئے ضرور فلم دیکھنی چاہیئے۔ میں نے اس وقت تک کبھی سینما نہ دیکھا تھا۔ ان کے اصرار کرنے پر رضامند ہو گیا جب فلم میں یہ نظارہ سامنے آیا۔ کہ حضرت کرشن جی کے والدین ایک ٹوکرے میں اس معصوم بچہ کو اٹھا کر قتل کے ڈر سے بھاگے جاتے ہیں۔ اور اسی خوف کی حالت میں ندی کو عبور کرتے ہیں۔ تو انبیاء کے مصائب اور مشکلات اور اللہ تعالےٰ کی عجیب وغریب نصرت اور تائید کا تصور کر کے مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ اور میں فلم کے ختم ہونے تک اشکبار رہا۔ اس وقت بار بار میری زبان پر یہی الفاظ تھے کہ :- "اے خدا اپنے نبیوں اور رسولوں کی معجزانہ نصرت اور حفاظت کرنے والے خدا! تیری شان کتنی بلند اور تیری ہستی کتنی اعلیٰ ہے"۔ اللّٰھم صل علیٰ جمیع الانبیاء

والمرسلین لاسیما علیٰ سیدھم محمدٍ و احمد و آلھم الطیبین الطاھرین ۝

حضرت سیٹھ حاجی عبدالرحمٰن صاحب مدراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہمارا وفد بمبئی سے روانہ ہوکر مدراس میں وارد ہُوا۔ وہاں پر حضرت سیٹھ حاجی عبدالرحمٰن اللہ رکھا صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاں قیام کیا

حضرت سیٹھ صاحبؓ کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہُوا تھا۔ کہ

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے ۝
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

چنانچہ اس الہام کے پہلے مصرعہ کے مطابق ان کا کاروبار خوب چمکا۔ لیکن بعد میں دوسرے مصرعہ کے مطابق ان پر ابتلا آیا۔ اور فارغ البالی کے بعد آپ انتہائی مالی مشکلات کا شکار ہُوئے اور آپ کی حالت بالکل فقیرانہ ہوگئی۔ ان کی یہ ابتلائی حالت کسی معصیت کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک سِرِّ الٰہی تھا۔ جس کو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

جب ہم حضرت سیٹھ صاحبؓ کے پاس پہنچے تو آپ ایک خراب اور خستہ چوبارے میں ایک دریدہ چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ لباس بھی بالکل فقیرانہ تھا۔ ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کھانا منگوایا۔ جو بالکل سادہ تھا۔ چپاتیاں اور مسور کی دال۔ اس وقت آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بیان کردہ ایک واقعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق سنایا۔ کہ ایک دفعہ ان کے گماشتے جو بیرونی علاقہ جات میں تجارتی کاروبار کے لئے اُن کی طرف سے گئے ہوئے تھے واپس آئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اس دفعہ تجارت میں اتنے ہزار روپیہ کا نفع ہُوا ہے۔ اس پر حضرت امام صاحبؒ نے ایک دومنٹ کے سکوت کے بعد اونچی آواز سے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا۔ پھر دوسرے کارندہ نے جو کسی اور علاقہ سے واپس آیا تھا اطلاع دی۔ کہ اس دفعہ اتنے ہزار روپیہ کا نقصان ہوا ہے۔ یہ سن کر بھی حضرت امام صاحب نے تھوڑے سے توقف کے بعد اونچی آواز سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا۔

اس وقت حاضرین میں سے ایک شخص نے امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ نفع کی خبر سُن کر تو بے شک اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ لیکن نقصان کی خبر پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس موقعہ پر تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا چاہیئے تھا۔ اس پر حضرت امام صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے نفع یا نقصان کی وجہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہیں پڑھا

بلکہ میں نے اللہ تعالےٰ کا شکر اس لئے ادا کیا ہے۔ کہ نفع کی اطلاع پر بوجہ مالی و دنیوی فائدہ کے میرا قلب مسرور نہیں ہوا۔ اور نہ ہی نقصان کی خبر سے مجھے کوئی رنج پہنچا ہے۔ دنیوی نفع اور نقصان میرے اس تعلق پہ اثر انداز نہیں ہو سکا جو مجھے خدا تعالےٰ سے ہے۔ یہ حالت جو مجھے نصیب ہے۔ میرے منہ سے دونوں بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا کلمہ نکلوانے کا باعث بنی۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی محبت سے اللہ تعالےٰ نے میرے قلب میں بھی ایسی روحانی کیفیت پیدا کر دی کہ جب میں لکھ پتی تھا۔ اس وقت بھی ایک استغنا کی کیفیت میسر تھی۔ اور اب اس عسرت کی حالت میں بھی غیر اللہ سے مستغنی ہوں۔

جب حضرت سیٹھ صاحب رضؓ نے یہ واقعہ بیان کیا۔ تو ہمارے قلوب اس سے بہت متاثر ہوئے۔ اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

بنگال کا تبلیغی سفر

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ برفع درجاتہ فی الجنۃ العلیاء کے دورِ خلافت میں غالباً ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ کہ جناب مولوی عبد الواحد صاحب رضؓ ساکن برہمن بڑیہ (بنگال) نے علماء کا ایک وفد بہ غرض تبلیغ بھجوانے کی درخواست کی۔ چنانچہ حضور کی طرف سے حضرت مولوی سرور شاہ صاحب رضؓ۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ۔ حضرت میر قاسم علی صاحب رضؓ جناب مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی مرحوم اور خاکسار کو جانے کا ارشاد ہوا۔ ہم سب کلکتہ سے ہوتے ہوئے برہمن بڑیہ پہونچے۔ کلکتہ میں جماعت کی طرف سے ایک بڑی سرائے میں ہمارے قیام کا انتظام تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو محکمہ پولیس کے ایک افسر بھی اسی سرائے میں کسی سندھی پیر کی تلاش میں جس کے ساتھ وہ عقیدت رکھتے تھے۔ آ گئے۔ چونکہ وہ تصوف کے ساتھ دلچسپی رکھتے تھے اور علم دوست آدمی تھے۔ اس لئے حضرت مولوی سرور شاہ صاحب رضؓ امیر وفد کے ایماء پر میں نے اُن کے ساتھ تصوف کے متعلق گفتگو شروع کی۔ اور تقریباً آدھ گھنٹہ تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے ماتحت تصوف کے بعض نکات پر روشنی ڈالی۔ میری باتیں سُن کر وہ بہت محظوظ ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ میں نے ایسی عارفانہ باتیں اس سے قبل کبھی نہیں سنیں۔ اس کے بعد وہ پیر صاحب کی تلاش میں چلے گئے۔ کچھ وقت کے بعد پھر آئے اور کہنے لگے۔ کہ مجھے پیر صاحب قریب ہی ایک کمرہ میں مل گئے ہیں اور اُن کو آپ کی ملاقات کا بے حد اشتیاق ہے۔

اگر آپ تشریف لے جا سکیں تو فبہا ۔ ورنہ پیر صاحب یہاں آکر آپ سے ملاقات کریں گے ۔

چنانچہ خاکسار ۔ حافظ روشن علی صاحبؓ اور مولوی مبارک علی صاحب مرحوم ان کی خدمت میں پہنچے ۔ وہ بہت تپاک سے ملے ۔ اور مصافحہ کیا ۔ جب افسر پولیس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ تصوف کے متعلق انہوں نے گفتگو کی تھی ۔ تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور مجھ سے دوبارہ مصافحہ کیا ۔ جب ان کو یہ علم ہوا ۔ کہ ہم قادیان سے آئے ہیں اور حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے مرید ہیں ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس بھی حضرت مرزا صاحب کا منظوم کلام ہے ۔ اس کے بعد مختلف امور کے متعلق ان سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا ۔ اور خدا کے فضل سے ہمیں ایک گھنٹہ تک تبلیغ کا اچھا موقعہ میسر آیا ۔

کچھ دن کلکتہ میں قیام کرنے کے بعد ہم وہاں سے برہمن بڑیہ پہنچے ۔ ہماری رہنمائی کے لئے کلکتہ سے حافظ محمد امین صاحب احمدی جو نہایت مخلص اور پاک سیرت انسان تھے ساتھ روانہ ہوئے ۔ اور کئی ہفتہ تک لگاتار ہمارے ساتھ رہ کر خدمات بجالاتے رہے حافظ صاحب غالباً چکوال ضلع جہلم کے رہنے والے تھے ۔

برہمن بڑیہ کے سٹیشن پر مولوی عبد الواحد صاحبؓ سینکڑوں احباب کے ساتھ ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے ۔ جب ان مخلص احمدی دوستوں نے ہمیں دیکھا ۔ تو اس خیال سے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہیں ۔ اور مرکز سلسلہ سے آئے ہیں ۔ بہت خوش ہوئے ۔ اور فرطِ مسرت سے اکثر دوستوں پر رقت طاری ہو گئی ۔

ہم جناب مولوی عبد الواحد صاحب کے گھر پر اُترے ۔ وہاں پر ایک بڑا درخت کٹہل کا دیکھا جس کو تربوز جتنے بڑے پھل لگے ہوئے تھے ۔ یہ پھل ہم نے پنجاب میں کبھی نہ دیکھا تھا بہت لذیذ اور شیریں تھا ۔

برہمن بڑیہ میں بڑے پیمانہ پر ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا ۔ جس میں ہزارہا لوگ آئے ۔ اس جلسہ میں سب ممبران وفد نے تقاریر کیں ۔ جب حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کی تقریر شروع ہوئی ۔ تو وہاں کے ایک عالم مولوی واعظ الدین صاحب نے تقریر کے دوران میں ہی شور و شر اور اعتراضات شروع کر دیئے ۔ حضرت مولوی صاحب کی آہستہ اور نرم آواز کی وجہ سے اس کو اور بھی زیادہ جرأت ہوئی ۔

مولوی واعظ الدین صاحب کے اعتراض کا تعلق حضرت مولوی صاحبؓ کی تقریر سے نہ تھا بلکہ

یہ اعتراض محض احمدیوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی غرض سے تھا۔ ان کے پیش کردہ اعتراض کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ احمدی وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے اور نہ ہی ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔

حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ کی تقریر کے خاتمہ پر سب ارکان وفد نے خاکسار سے اس اعتراض کا جواب دینے کی فرمائش کی۔ جب میں جواب دینے کے لئے کھڑا ہوا۔ تو مولوی واعظ الدین نے پھر شور کیا۔ کہ میں نے جواب مولوی سرور شاہ صاحب سے مانگا ہے۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے نہیں مانگا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جب آپ کی غرض جواب سے ہے۔ تو خواہ ہم میں سے کوئی دے آپ کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ اور میں جواب حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کے حکم سے ہی دے رہا ہوں۔ جو ہمارے امیر وفد ہیں۔ لیکن جب مولوی واعظ الدین صاحب بار بار اپنا مطالبہ دہراتے رہے۔ اور شور ڈالنے سے باز نہ آئے۔ تو بعض معزز غیر احمدیوں نے بھی ان کے مطالبہ کی لغویت کو ان پر واضح کیا۔ تب وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے اس اعتراض کے جو جوابات اس وقت دیئے۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

(الف) وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ کا فقرہ سورہ بقرہ میں پایا جاتا ہے۔ اس آیت میں اور اس کے سیاق و سباق میں بنی اسرائیل کو مخاطب کیا گیا ہے نہ کہ مسلمانوں کو۔ اور وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ کے حکم میں بھی بنی اسرائیل مخاطب ہیں نہ کہ مسلمان پس جب یہ حکم بنی اسرائیل کے لئے ہے۔ تو اس کی وجہ سے احمدیوں پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

(ب) اس آیت میں پہلے لوگوں کو حکم ہے کہ پچھلے لوگوں کے ساتھ مل کر رکوع کرو یعنی بنی اسرائیل کو حکم ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں مل کر نماز ادا کرو اور رکوع کرو۔ لیکن مسلمانوں کو یہ حکم نہیں کہ وہ یہودیوں یا دوسرے اہل کتاب سے مل کر نماز ادا کریں۔ اور نہ ہی کبھی مسلمانوں نے اس کو جائز سمجھا ہے۔ کہ وہ اہل کتاب کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جب مسلمان سب سے زیادہ قرآن کریم کے حکموں پر عمل پیرا تھے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ اور نہ ہی بعد میں پس جیسا وارکعو کے الفاظ میں پہلے لوگوں کو حکم ہے کہ وہ بعد کو آنے والے مومنوں کے ساتھ مل کر رکوع کریں۔ تو اسی اعتبار سے اب بھی دوسرے اسلامی فرقوں کو جو پہلے سے پائے جاتے ہیں۔ حکم ہے کہ وہ احمدی جماعت کے ساتھ مل کر جو منہاج نبوت پر قائم ہوئی ہے۔ نماز ادا کریں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

بھی دوسرے فرقوں کو ناری اور امام وقت کی جماعت کو ناجی قرار دیا ہے ۔ پس جس طرح مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھ سکتے ۔ اسی طرح احمدی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جو مامور من اللہ کے منکر اور مکفر ہیں ۔ نماز نہیں پڑھ سکتے ۔

(ج) حدیث شریف میں آتا ہے ۔ کہ من کفر اخاہ المومن فیعود علیہ کفرہ یعنی جو شخص اپنے مومن بھائی کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے ۔ پس جب علماء نے ہم پر اور ہمارے امام پر فتوائے تکفیر لگایا ہے ۔ تو ہم ایسے لوگوں کے پیچھے نماز کیسے پڑھ سکتے ہیں ۔

(د) امام اور مقتدی کے درمیان موافقت کا پایا جانا از بس ضروری ہے ۔ اور سورہ فاتحہ جس کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے ۔ اس میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے الفاظ آئے ہیں اور اس دعا میں منعمین کی راہ کو طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور مغضوب علیہم یعنی کافروں اور ضالین یعنی منافقوں سے بچنے کی دعا سکھلائی گئی ہے ۔ اب اگر امام سمجھتا ہے کہ مقتدی مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ یا ضآلین میں شامل ہیں یا مقتدی سمجھتے ہیں کہ امام مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ یا ضآلین کے گروہ میں شامل ہے ۔ تو کیا ایسے امام اور مقتدیوں کا سورہ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا ۔ اور باوجود باہمی اختلاف کے آمین پر متفق ہونا درست اور قابلِ قبول ہوگا ۔

میں نے مندرجہ بالا جوابات تفصیل کے ساتھ پیش کئے اور مولوی واعظ الدین صاحب کو موقعہ دیا ۔ کہ وہ اگر ان جوابات پر قرآن کریم یا حدیث کی رُو سے جرح کرنا چاہیں تو بخوشی کر سکتے ہیں ۔ لیکن ان کو جرأت نہ ہوئی ۔

بعد ازاں دوسرے اجلاس میں پھر انہوں نے حضرت مولوی سرور شاہ صاحب کی تقریر کے موقعہ پر ایک غیر متعلق سوال پیش کر کے شور ڈالنا چاہا ۔ لیکن حضرت مولوی صاحب کے ہمارے جب میں جواب کے لئے کھڑا ہوا تو مولوی واعظ الدین جلسہ گاہ سے باہر چلے گئے ۔

ہمارا وفد تقریباً سترہ دن تک بنگال کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے تبلیغ حق کا فریضہ ادا کرتا رہا ۔ اس سفر کے نتیجہ میں خاکسار ناموافق آب و ہوا اور کثرتِ کار کی وجہ سے شدید بیمار ہو گیا اور عرصہ تک حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر علاج رہا ۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے ۔

تعمیل زیرہ ضلع فیروزپور کا ایک واقعہ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ

عنہ وارضاہ کے عہدِ سعادت میں جب میں لاہور میں مقیم تھا۔ تو حضور کی طرف سے مجھے ارشاد پہنچا۔ کہ آپ فوراً زیرہ پہنچ جائیں۔ وہاں کے احمدیوں نے درخواست کی ہے۔ اور آپ کو بلایا ہے۔ جب یہ حکم پہنچا۔ تو میں اسہال کی وجہ سے سخت بیمار اور بہت کمزور تھا۔ گھر والوں نے بھی کہا کہ آپ زیادہ بیمار ہیں۔ اس حالت میں سفر خطرناک ہے۔ لیکن میں نے تعمیلِ ارشاد میں توقف کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور سفر پر روانہ ہو گیا۔

جب میں زیرہ پہنچا۔ تو وہاں میاں محمد صادق صاحب انسپکٹر پولیس، حکیم مولوی الٰہ بخش صاحب اور دوسرے احمدی احباب سے ملاقات ہوئی۔ (میاں محمد صادق صاحب آجکل ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ آپ نے مع جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب غیر مبائعین سے علیحدہ ہو کر خلافتِ حقہ کی بیعت کی سعادت حاصل کر لی ہے)

احمدی احباب سے معلوم ہوا۔ کہ زیرہ کے بڑے تحصیلدار مولوی جان محمد صاحب اور میاں محمد صادق صاحب احمدی کے درمیان کچھ عرصہ سے مذہبی مسائل پر بحث جاری ہے۔ مولوی جان محمد صاحب نے یہ پسند کیا کہ وہ اپنے حنفی علماء کو اور شیخ صاحب اپنے کسی احمدی عالم کو بلوالیں۔ تاکہ مسائل متنازعہ میں بحث کے ذریعہ سے احقاقِ حق ہو سکے۔ چنانچہ مولوی جان محمد صاحب کی دعوت پر چھ۔ سات علماء زیرہ آ چکے تھے۔ خاکسار کو مباحثہ کا قطعاً علم نہ تھا۔ اور میرے پاس اس وقت صرف ایک حمائل شریف تھی۔ جس دن میں وہاں پہنچا اسی رات حنفی علماء کا جلسہ تھا جن کے امیر الوفد مولوی محمد عظیم صاحب تھے۔ غیر احمدی علماء کی تقاریر سننے کے لئے ہم احمدی بھی جلسہ گاہ میں پہنچے۔ مولوی محمد عظیم صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ احمدیوں کی بات سننے سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ ان کی بات سننا کفر ہے۔ اور سخت گناہ ہے۔ احمدی لوگ اور ان کے علماء سخت جاہل اور اسلام سے ناواقف ہیں۔ اور عربی زبان تو بالکل نہیں جانتے۔

جلسہ کے بعد واپس قیام گاہ پر آکر میں نے احمدی احباب سے مشورہ کیا۔ کہ غیر احمدی علماء لوگوں میں احمدیوں کے خلاف اشتعال اور نفرت پیدا کر رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ ان کو مناظرہ کے لئے چیلنج دیا جائے۔ تاکہ اعتراضات کا جواب دینے کا ہمیں بھی موقعہ مل سکے۔ چنانچہ میں نے شیخ مولوی جان محمد تحصیلدار کی معرفت حنفی علماء کو عربی میں ایک خط لکھا جس میں ان کو مقابلہ کا چیلنج دیا۔ اور عربی میں مناظرہ کرنے یا قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کے لئے

درخواست کی۔ یہ خط مکرمی شیخ محمد صادق صاحب سب انسپکٹر کے ہاتھ تحصیلدار صاحب کو بھجوایا گیا۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر اپنے علماء کو دیا اور کہا۔ کہ میں بھی عربی کافی جانتا ہوں۔ لیکن مجھ سے تو یہ خط پڑھا نہیں جاتا۔ اور نہ اس کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ آپ اس کو پڑھ کر ترجمہ کر دیں۔ چنانچہ سب علماء نے اس خط کو باری باری لے کر پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن پڑھ نہ سکے اس پر تحصیلدار صاحب نے بہت افسوس کیا۔ کہ جب تم سے احمدی عالم کا عربی خط بھی نہیں پڑھا جاتا۔ تو تم رات کو اپنی علمیت اور تبحر کی ڈینگیں کیوں مارتے تھے۔

وہ سب علماء اس وجہ سے بہت پریشان اور شرمندہ ہوئے۔ اور خط اپنے ساتھ لیجا کر اسی دن فیروزپور روانہ ہو گئے۔ فیروزپور پہنچکر انہوں نے جلی حروف میں پوسٹر شائع کرایا۔ کہ احمدی علماء زیرہ میں ہمارے مقابل میں بھاگ گئے ہیں۔ جب فیروزپور کے احمدی احباب کو اس پوسٹر کی اطلاع ملی۔ تو وہ بہت متحیر ہوئے۔ اور جناب خان صاحب منشی فرزند علی صاحب امیر جماعت احمدیہ فیروزپور سے دریافت حالات کے لئے زیرہ پہنچے۔ اور جماعت کو اشتہار دکھایا۔ جب ان کو اصل حالات کا علم ہوا۔ تو خان صاحب اور شیخ محمد صادق صاحب دونوں تحصیلدار صاحب کے پاس گئے۔ اور ان کو علماء کی طرف سے شائع کردہ اشتہار دکھایا۔ شیخ جان محمد صاحب اس دروغ گوئی کو دیکھ کر اپنے علماء سے سخت بدظن ہوئے۔ اور ان کی اخلاقی پستی اور روحانی گراوٹ پر سخت افسوس کرنے لگے۔ چنانچہ رات کو احمدیوں کی طرف سے ایک جلسہ میں جملہ حالات کو اچھی طرح واضح کیا گیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے بارہ۱۲ افراد نے اس موقعہ پر احمدیت کو قبول کیا۔ جن میں سے ایک منشی نیض محمد صاحب پٹواری بھی تھے جو دیر سے احمدیت کے متعلق تحقیق کر رہے تھے۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

مُباحثہ قصُور :

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں گوجرانوالہ میں مرکزی ہدایت کے ماتحت مقیم تھا۔ وہاں پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مجھے تار پہنچا کہ قصور شہر میں ایک مناظرہ ہے۔ جس کے لئے مرکز سے علماء روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ بھی فوراً وہاں پہنچ جائیں۔ چنانچہ خاکسار گوجرانوالہ سے روانہ ہو کر قصور پہنچا۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب نے مجھے کہا۔ کہ چونکہ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے خاص طور پر گوجرانوالہ سے بذریعہ

تار آپ کو بھجوایا ہے۔ اس لئے جماعت کی طرف سے آپ مناظرہ کریں۔

غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب فاضل اہلحدیث جو حافظ مولوی محمد صاحب ساکن لکھو کے کے پوتے تھے مناظر مقرر ہوئے۔ غیر احمدی علماء نے اس موقعہ پر ایک منصوبہ کے ماتحت یہ شرط رکھی۔ کہ پہلا مناظرہ (حضرت) مرزا صاحب (علیہ السلام) کے مسلمان ثابت کرنے کیلئے کیا جائے۔ ان کا مقصد یہ تھا۔ کہ احمدی مناظر اسی الجھن میں پھنسے رہیں۔ اور ہم یہ شور ڈال سکیں۔ کہ جب مرزا صاحب کا مسلمان ہونا ہی مشتبہ ہے۔ تو ان کے ولی اللہ یا نبی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ان کے دوسرے دعاوی پر ہم غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔

یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ غیر احمدی علماء نے یہ شرارت آمیز منصوبہ عین مناظرہ کے وقت پیش کیا اور احمدیوں کو مجبور کیا کہ وہ اس موضوع پر مناظرہ کریں۔ پہلی بحث میں احمدی مناظر کو مدعی بنایا گیا۔ اور پہلی تقریریں دونوں طرف کی آدھ آدھ گھنٹہ کی مقرر ہوئیں۔ اور بعد کی تقریریں دس دس منٹ کی۔

پہلی تقریر بحیثیت احمدی مناظر اور مدعی کے مَیں نے کی۔ اس میں مَیں نے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے مسلمان ہونے کے دلائل عمومی رنگ میں اور خصوصی رنگ میں پیش کئے۔

پہلے تو ان دلائل کو پیش کیا۔ جن کی رُو سے کسی شخص کا مسلمان ہونا از روئے قرآن و حدیث اور فقہ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ، فرشتوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں اور قدر خیر و شر اور بعث بعد الموت پر ایمان لانا اور تصدیق قلبی کے ساتھ کلمہ شہادت پڑھنا۔ پنجوقتہ نماز کا التزام کرنا۔ حسب نصاب زکوٰۃ ادا کرنا۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں حج کرنا۔ پھر انہی شرائط اور علامات کے اعتبار سے حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں کو مسلمان ثابت کیا۔

حضور اقدس علیہ السلام کے مسلمان ہونے کا دوسرا ثبوت میں نے یہ پیش کیا۔ کہ چونکہ آپ قرآن کریم اور احادیث نبوی کے پیش کردہ معیاروں اور علامات اور نشانوں کے رُو سے خدا تعالیٰ کے نبی مسیح موعود۔ مہدیٔ معہود اور مجدد زماں ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے اس مقدس اور ارفع شان کے شخص کا مسلمان ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن و حدیث سے مدعی نبوت و رسالت اور مجدد کے لئے متعدد معیار ہائے صداقت پیش کر کے اُنکے

مطابق حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت اور منجانب اللہ ہونا ثابت کیا۔
اسی سلسلہ میں جب میں نے بیان کیا۔کہ یہ ضروری نہیں کہ نبیوں اور رسولوں کو سب لوگ ہی مان لیں جیسا کہ قرآن کریم کی سورہ شعراء میں ہے کہ قَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ اور قرآن کریم میں یہ بھی لکھا ہے وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور ان ہر دو آیات سے ثابت ہوتا ہے۔کہ ایمان لانے والے ابتداء میں تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعلمین ہیں۔اور خدا تعالےٰ نے آپ کو تمام دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔اور آپ قوم یہود و نصاریٰ کے موعود بھی ہیں۔فرماتے ہیں:۔ لَوْ اٰمَنَ بِیْ عَشَرَۃٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ لَاٰمَنَ بِیَ الْیَھُوْدُ یعنی کاش مجھ پر دس یہودیوں کو ہی ایمان لانے کی توفیق مل جاتی۔تو اس سے اکثر یہودیوں کو ایمان لانے کا موقعہ مل جاتا۔اور ان کے لئے بھی ہدایت کا رستہ کھل جاتا۔
جب میں نے یہ حدیث بیان کی۔اور بتایا کہ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے تو غیر احمدی مناظر میری تقریر کے دوران میں ہی جوش سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بآواز بلند کہنے لگے کہ غلط! غلط! یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ہرگز نہیں ہے۔میں نے صحیح بخاری کو چار دفعہ سبقاً سبقاً پڑھا ہے اور پڑھایا بھی ہے۔یہ حدیث میں نے کبھی صحیح بخاری میں نہیں دیکھی۔میں چیلنج کرتا ہوں کوئی اس کو صحیح بخاری سے نکال کر دکھا دے۔جب انہوں نے اس طرح شور بلند کیا۔تو غیر احمدی صدر مولوی عبد القادر صاحب وکیل بھی کھڑے ہوگئے اور چیلنج پر چیلنج دینا شروع کر دیا۔ان دونوں کے شور سے عوام نے بھی میدانِ مناظرہ میں غل مچانا شروع کر دیا۔
اسی دوران میں ہماری طرف سے صحیح بخاری سے اصل حوالہ نکال لیا گیا تھا۔جونہی شور مدہم پڑا۔میں نے پہلے ان کے چیلنج کو حوالہ کے غلط ہونے کے متعلق دُہرایا اور پھر صحیح بخاری سے جو مصر کی مطبوعہ تھی۔اصل حوالہ پڑھ کر سنایا۔اس کے بعد میں کتاب لے کر ان کی سٹیج پر چڑھ گیا۔اور مولوی محمد علی صاحب اور مولوی عبد القادر صاحب دونوں کو مذکورہ حوالہ دکھایا اور پھر اعلان کیا۔کہ اگر کسی اور دوست نے بھی دیکھنا ہو۔تو وہ اصل کتاب سے حوالہ دیکھ سکتا ہے بعد ازاں میں اپنی سٹیج پر آگیا۔اور غیر احمدی مناظر اور صدر کو شرم دلاتے ہوئے کہا کہ اب ان کے لئے مناسب ہے۔کہ وہ اپنی غلطی کا اقرار پبلک کے سامنے اسی وقت کریں لیکن وہ شرم کے مارے ایسے بے حس ہو چکے تھے۔گویا ان میں طاقت نطق تھی ہی نہیں۔اس موقعہ پر خدا کے فضل سے احسن طور پر تبلیغ کا موقعہ ملا۔اور سلسلہ حقہ کے دشمنوں کو بہت

ہی ذلت اور بدنامی کا سامنا کرنا پڑا۔

میں جب بآواز بلند اس تازہ نشان کا اظہار کر رہا تھا۔ تو غیر احمدیوں نے ہمارے اوپر پتھر اور اینٹیں برسانی شروع کر دیں۔ ہماری سٹیج کے پاس ہی ایک معزز سکھ رئیس بطور صدر کے کرسی نشین تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ غیر احمدیوں کی طرف سے مکان کے اوپر سے اینٹیں اور پتھر پھینکے جا رہے ہیں۔ تو وہ کھڑے ہو گئے۔ اور اونچی آواز سے کہنے لگے۔ کہ احمدیوں کے لاجواب دلائل کا جواب دینا وہابیوں اور دوسرے غیر احمدیوں کے بس کا روگ نہیں جس طرح تم لوگ اینٹ اور پتھر سے احمدیوں کو جواب دے رہے ہو۔ اس سے سوائے تمہارے علماء کی ذلت اور شکست کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اہل علم کے نزدیک یہ فعل بہت ہی برا ہے۔ اور قصور شہر میں اس سے غیر احمدی علماء ہمیشہ کے لئے بے آبرو ہو گئے ہیں۔ میں اب جلسہ کو برخاست کرتا ہوں۔ کیوں کہ علمی مناظرہ تو ختم ہو چکا ہے۔ اب اینٹ اور پتھر ہی باقی رہ گئے ہیں۔

اس کے بعد سردار صاحب اٹھ کر میدان مناظرہ سے چلے گئے۔ اور ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی منتشر ہو گئے۔ اور ہم احمدی بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے بخیریت اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔

اہلحدیث کا وفد ہماری قیامگاہ پر: جب ہم اپنی قیام گاہ پر نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو علماء اہل حدیث کا ایک وفد جس میں دس بارہ افراد شامل تھے۔ مولوی محی الدین صاحب پسر مولوی عبد القادر صاحب وکیل کی قیادت میں وہاں پر پہنچا۔ امیر الوفد نے کہا کہ ہم نے بعض باتیں دریافت کرنی ہیں۔ لیکن ہم مولوی غلام رسول صاحب راجیکی سے گفتگو نہ کریں گے۔

جناب حافظ صاحب رضؓ نے فرمایا۔ کہ میں بھی گفتگو کے لئے تیار ہوں۔

مولوی محی الدین صاحب نے جناب حافظ صاحبؓ سے کہا۔ کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَالِكَ۔ وَشَتَمَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَالِكَ۔ فَامَّا تَكْذِيبُهُ اِيَّايَ اَنْ يَّقُولَ اِنِّي لَنْ اُعِيدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ۔ وَاَمَّا شَتْمُهُ اِيَّايَ اَنْ يَّقُولَ اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَاَنَا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا اَحَدٌ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)۔

یعنی ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اسے چاہیئے نہ تھا کہ میری تکذیب کرتا۔ ابن آدم نے مجھے

گالی دی۔ اور اُسے چاہیئے نہ تھا کہ مجھے گالی دیتا۔ اور ابنِ آدم کا میری تکذیب کرنا یہ ہے۔ کہ میں اُسے ہرگز دوبارہ پیدا نہ کروں گا جس طرح کہ میں نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے۔ اور اس کا گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بیٹا بنایا ہے۔ حالانکہ میں صمد ہوں نہ میں کسی کا باپ ہوں اور نہ میرا کوئی بیٹا ہے۔ اور نہ ہی میرا کوئی کفو ہے۔

اس حدیث کے رُو سے یہ کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے بیٹا بنایا ہے اس کو گالی دینا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو گالی دینا شریعتِ اسلامیہ کے رو سے مسلمہ طور پر کفر ہے۔ حضرت حافظ صاحبؓ نے کہا کہ ہاں خدا تعالےٰ کی طرف بیٹا منسوب کرنا واقعی اس کو گالی دینا اور کفر ہے۔

اس پر مولوی محی الدین نے کہا کہ (حضرت) مرزا صاحب (علیہ السلام) نے اپنا الہام اس طرح شائع کیا ہے۔ کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ اور دوسرا الہام یہ شائع کیا ہے۔ کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ مرزا صاحب اللہ تعالےٰ کی اولاد کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنا مستلزم کفر ہے۔

جناب حافظ صاحبؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مرزا صاحب کے الہام میں آپ کو ولد یا بیٹا نہیں کہا گیا۔ بلکہ بمنزلۃ ولدی کہا گیا ہے۔ اور ولد اور بمنزلۃ ولد میں بہت فرق ہے۔

اس پر مولوی محی الدین صاحب نے کہا کہ ہمارا سوال بمنزلۃ کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ولدی اور اولادی کی یٓ متکلم کے لحاظ سے ہے۔ اور ان الفاظ میں یہ پایا جاتا ہے کہ گویا اللہ تعالےٰ اپنے بیٹے یا بیٹوں کے وجود کو تسلیم کر کے مرزا صاحب کو انکے بمنزلۃ قرار دیتا ہے۔ پس الہام کے الفاظ سے یہ امر تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بیٹے تسلیم کئے گئے ہیں۔ اور جب اللہ تعالےٰ کے بیٹے قرار دینا گالی اور کفر ہے تو یہ الہام جس کو خود مرزا صاحب (علیہ السلام) اور آپ کے متبعین سچا سمجھتے ہیں اُنکے کفر پر دلالت کرتا ہے (نعوذ باللہ)

جواباً حافظ صاحبؓ نے فرمایا کہ مثنوی میں حضرت مولانا رومؒ نے فرمایا ہے

؎ اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر

اے بیٹے اولیاء اللہ کے اطفال ہیں۔ تو کیا آپ حضرت مولوی رومی کے متعلق بھی کفر کا فتوٰے صادر کریں گے۔ اس پر مولوی محی الدین کہنے لگے۔ کہ مولوی رومی ہوں یا کوئی اور ہوں۔ ہمیں اس سے غرض نہیں۔ ہم تو شریعت کے رو سے دیکھیں گے۔ کہ یہ قول کیسا ہے۔

اور اس سے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ آیا مولوی رومی کافر بنتے ہیں یا کفر سے بچتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحبؓ نے فرمایا کہ مثنوی کے اس قول کو ہزارہا اولیاء اور صوفیائے عظام درست تسلیم کرتے آئے ہیں۔ کیا آپ اس وجہ سے صاحب مثنوی کو اور ان ہزارہا اولیاء و اقطاب کو کافر کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ اس پر مولوی محی الدین صاحب نے اپنا پہلا فقرہ دوہرایا۔ اور کہا کہ شریعت مقدم ہے نہ کہ مولوی رومی یا کوئی اور بزرگ۔

اس موقعہ پر میں نے مولوی محی الدین کو کہا کہ اگرچہ حضرت حافظ صاحبؓ نے آپ کے سوال کا شافی جواب دے دیا ہے۔ لیکن اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ عرض کروں۔ چنانچہ ان کی خواہش پر میں نے عرض کیا۔ کہ جن الفاظ پر آپ نے اعتراض کیا ہے۔ وہ حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ نہیں بلکہ وہ الہام الٰہی کے الفاظ ہیں۔ اور یہ بات حضرت مرزا صاحب علیہ السلام یا آپ کے ماننے والوں کے مسلمات میں سے نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کا کوئی ولد ہے یا اولاد ہے۔ پس جب ولد اور اولاد کے الفاظ نہ حضرت مرزا صاحب کے اپنے ہیں۔ اور نہ یہ احمدیہ جماعت کے مسلمات میں سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے کوئی بیٹا یا بیٹے بنائے ہیں تو حضرت مرزا صاحب یا آپ کے متبعین پر کفر کا فتویٰ کیسے صادر ہو سکتا ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہامی کلام کی رسالہ معیار الاصفیاء اور حقیقۃ الوحی میں تشریح فرمائی ہے اور اس کو از قبیل متشابہات بیان فرمایا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا اور وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اور إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ۔ اسی طرح أَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یہ سب الفاظ متشابہات کے طور پر وارد ہوئے ہیں۔ ان کو ظاہر پر حمل کر کے معانی کرنا درست نہیں بلکہ ان کی تاویل کی جاتی ہے۔ اسی طرح باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا انسانوں کی طرح کوئی مکان نہیں۔ اور وہ مکانی قیود و حدود سے پاک اور منزہ ہے۔ پھر بھی قرآن کریم میں آیا ہے کہ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ اس آیت میں کیا لفظ بَيْتِيَ کی یٔ اسی طرح وارد نہیں ہوئی جیسے وَلَدِیْ میں یٔ استعمال ہوئی ہے۔

پھر صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں کہ إِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا۔ یہ حدیث قدسی ہے اور اللہ تعالےٰ کا الہامی کلام ہے۔ اب اگر کوئی انسان

خدا کا ہاتھ - آنکھ - کان اور پاؤں بن سکتا ہے اور اس پر علماء اہل حدیث کو کوئی اعتراض نہیں۔ تو بمنزلۃ ولدی کے الفاظ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ اپنے محبوب بندے کا پاؤں بن جاتا ہے۔ اور اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی کوئی ہتک نہیں ہوتی - تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ اور وَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَال۔ اب حدیث قدسی میں جو مثالیں دی گئی ہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں مندرج ارشاد کے بظاہر خلاف نہیں پس اگر حدیث قدسی پر اعتراض کو رفع کرنے کیلئے تاویل کرنیکی گنجائش ہے۔ تو حضرت مرزا صاحب کے الہام کے متعلق تاویل کیوں نہیں ہو سکتی صحیح تاویل کی مثال میں قرآن کریم کی آیت فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ آبَاءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا کو پیش کیا جا سکتا ہے - ایک طرف تو قرآن کریم کی محکم آیت لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے یعنی خدا تعالےٰ نہ کسی کا باپ ہے - اور نہ بیٹا اور دوسری طرف یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنے باپوں کے ذکر کی طرح یاد کیا کرو - اس ارشاد میں بظاہر لَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَال اور لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کے ارشاد سے تضاد اور تخالف نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت بین نگاہیں اس تخالف کو تاویل صحیح سے دور کر لیتی ہیں - اور اس کا مفہوم یہ لیتی ہیں - کہ جس طرح باپ ایک ہوتا ہے اور کوئی بیٹا اپنے باپ کا شریک بنانا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ برداشت بھی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ لوگ اللہ تعالےٰ کو واحد سمجھ کر یاد کریں - اور کسی کو اس کا شریک اور کفو نہ بنائیں -

اب اس طریق پر معنی کرنے سے تضاد بھی رفع ہو جاتا ہے اور لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کی محکم آیۃ کے خلاف بھی مفہوم نہیں رہتا۔ اسطرح مناسب تاویل سے جو متشابہات کی کی گئی ہے محکمات کے مطابق مفہوم ظاہر ہو گیا - اور کوئی اعتراض بھی باقی نہ رہا -

پس جس طرح فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ آبَاءَکُمْ کے الفاظ سے صحیح معنے کے اعتبار سے خالص توحید کا اظہار ہوا - اسی طرح اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ میں بھی اسی خالص توحید کا ذکر ہے نہ کہ ابن اللہ بنانے کا - اور اس کا مطلب یہ ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ میرے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے جو میری توحید کے لئے ایسی ہی غیرت رکھتا ہے جیسا ایک غیور بیٹا اپنے باپ کی توحید کے لئے۔ کیونکہ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ آبَاءَکُمْ کے ارشاد پر سب سے زیادہ عمل کر کے اللہ تعالےٰ کا ذکر باپ کی طرح کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں - اور اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ - دراصل وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ کی تفسیر ہے یعنی آپ چونکہ جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں - اسلئے

گذشتہ تمام رسول جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے غیرت رکھتے تھے انہی کے بمنزلہ آپ کو پیدا کر کے آپ کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے ایسا ہی غیرت مند بنایا گیا جیسے اولاد اپنے باپ کی توحید کے لئے غیرت مند ہوتی ہے۔ پس بمنزلۃ ولدی میں حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بمنزلہ بیان کیا گیا ہے اور بمنزلۃ اولادی میں آپ کو گذشتہ تمام رسولوں کے بمنزلہ پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ الفاظ خدا تعالیٰ کی اس خالص توحید کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ جو حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ اکنافِ عالم میں پھیلے گی۔ میں نے اس مفہوم کو جب تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ تو مولوی محی الدین صاحب مع اپنے رفقاء کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتے۔

باوجود اس کے کہ گوجرانوالہ میں کثرت سے بولنے کی وجہ سے میرا گلا خراب تھا۔ اور طبیعت بھی خراب تھی سا اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی توجہ سے اس وقت مجھے خاص طور پر توفیق دی۔ اور خدمتِ سلسلہ کا موقعہ ملا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

انصارُ اللہ میں شمولیت:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں خاکسار مجلس انصار اللہ میں شامل ہوا۔ اس تعلق میں ایک خط میں نے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ کی خدمت میں جو انصار اللہ کے صدر تھے لکھا۔ حضور نے اس کے جواب میں مورخہ ۸ مارچ ۱۹۱۱ء کو مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا:۔

"مکرمی مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کا کارڈ ملا۔ جزاکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و مددگار ہو۔ بعد از استخارہ مجھے اطلاع دیں۔ آپ کا نام ممبروں میں شامل کر لیا جائے گا۔ کام گو بہت بڑا ہے لیکن جس کی تحریک سے ہے وہ بھی بہت ہی بڑا ہے۔ والسلام

مرزا محمود احمد"

چنانچہ استخارہ کے بعد حضور نے مجھے مجلس انصار اللہ میں شامل فرما لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مجلس انصار اللہ میں ایک علمی سوال:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے دورِ خلافت کے آخری سال میں ایک دن مشورہ کے لئے انجمن انصار اللہ کی میٹنگ بلائی گئی۔ جب میں پہنچا۔ تو حضرت مولوی سرور شاہ

صاحبؓ۔ حضرت پیر محمد اسحق صاحبؓ۔ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ۔ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ اور غالباً حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب جلالپوری رضؓ اور بابو وزیر محمد صاحبؓ وغیرہم پہلے سے موجود تھے۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا یہ سوال زیرِ غور تھا۔ کہ اگر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے قدرتِ ثانیہ کے ظہور کو اللہ تعالیٰ کی اٹل سنت قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ کیوں تحریر فرمایا ہے کہ قدرت ثانیہ کے ظہور کے وعدہ کے پورا ہونے کے لئے سب مل کر دعا کریں۔ میں نے عرض کیا کہ اس سوال کا جواب واضح طور پر قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔ اور وہ آیت رَبَّنَا وَ آتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ میں ہے۔ ان الفاظ میں کسی امرِ موعود کے متعلق جس کا خدا تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعہ وعدہ دیا گیا ہے۔ اس کے پورا ہونے کے لئے دعا سکھلائی گئی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ وعدوں کو ضرور پورا کرتا ہے اور ان کے خلاف نہیں کرتا۔

اس آیت میں قوم کی طرف سے جمع کے صیغہ میں دعا کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ انفرادی لحاظ سے۔ ایسا وعدہ جو قوم سے کیا جاتا ہے۔ وہ قوم کے لئے ضرور پورا ہوتا ہے۔ گو بعض افراد کسی گناہ کی وجہ سے ایسے وعدہ کے ظہور میں آنے کے وقت اس کی برکات سے محروم بھی رہ جاتے ہیں۔ میں نے جب مذکورہ بالا جواب دیا تو سب احباب بہت خوش ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ

نزدِ عاشق رنج و غم حلوا بود

خاکسار جب واقفینِ زندگی کی تعلیم کے لئے دوسرے اساتذہ کے ساتھ ڈلہوزی میں مقیم تھا۔ تو ایک دن جناب نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر جج ہائیکورٹ حیدر آباد دکن نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بذریعہ عریضہ مثنوی کے مندرجہ ذیل شعر کا مطلب دریافت کیا۔

نزدِ عاشق رنج و غم حلوا بود　　؎

لیک حلوا بر خساں بلوا بود

حضور نے نواب صاحب کا وہ عریضہ خاکسار کو بھجوا کر جواب کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے جواب لکھ کر حضورؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ جواب حضور نے نواب صاحب کو بھجوا دیا۔ اس جواب کے مختلف پہلو تھے۔ اُن میں سے ایک پہلو مختصر طور پر یہاں لکھا جاتا ہے۔

رضاء بالقضاء کا مقام بجز عشقِ الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کا عبد اسی وقت

اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی ہوتا ہے۔ جب اس کے قلب میں اپنے محبوب مولیٰ کی محبت کا شدید جذبہ ہو۔ اور وہ حسب مقولہ ؎

ہر چہ از دوست رسد نیکو است

ہر مصیبت اور ابتلاء کو جو اس کے محبوب خدا کی طرف سے آئے۔ اپنے نفس اور ذات کے لئے فائدہ بخش سمجھتے ہوئے اُسے خوشی سے قبول کرے۔ انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

لَنَا عِنْدَ الْمَصَائِبِ یَا حَبِیْبِیْ
رِضَاءٌ ثُمَّ ذَوْقٌ وَّارْتِیَاحٌ

یعنی اے میرے پیارے اور محبوب مولیٰ تیری طرف سے جو ابتلاء اور امتحانات وارد ہوتے ہیں۔ اور لوگ جن کو ناقابلِ برداشت شدائد خیال کر کے ان سے تکلیف محسوس کرتے ہیں ہمارے لئے وہ مصائب خوشی اور راحت کا باعث بنتے ہیں۔ اور ہم اپنے اندر ان کے لئے ایک ذوق و شوق پاتے ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

وَاَسْئَلُ رَبِّیْ اَنْ یَّزِیْدَ تَشَدُّدًا

یعنی قرب و وصال کے مدارج طے کرنے کے لئے میں تو بارگاہِ قدس سے یہ چاہتا ہوں۔ کہ یہ ابتلاء اور مصائب اور بھی زیادہ ہوں۔ کیونکہ نفسانیت کی اصلاح انہی شدائد کی کثرت سے تعلق رکھتی ہے۔ جس قدر نفسانیت سے انسان دُور ہوتا جاتا ہے۔ قرب کی راہیں اس پر کھلتی جاتی ہیں۔ اسی لئے عبدِ سالک پر جوں جوں ابتلا اور مصیبتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔ وہ اتنا ہی زیادہ لذّت اور سرور میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں انبیاء کرام کو اشد البلاء قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے عاشق ہوتے ہیں۔ اور اس کے راستے میں سب سے زیادہ مصائب برداشت کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

مالابار اور کانپور میں:

مورخہ ۶ر اپریل ۱۹۱۹ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مجھے لاہور میں ارشاد ملا۔ کہ آپ مالابار جانے کے لئے تیار ہو کر قادیان آ جائیں۔ چنانچہ خاکسار قادیان حاضر ہو گیا

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں۔ اور مجھے دور دور تک کانٹے ہی کانٹے نظر آتے ہیں۔ وہاں ایک ببول کا درخت ہے جو بہت اونچا ہے۔ میں اس کے تنے پر بیٹھا ہوں اس وقت اچانک اس درخت کے جنوب میں ایک بہت بڑا شیر نظر آتا ہے۔ اس شیر نے مجھے آواز دی۔ کہ "او مہدی میں پوؤں" یعنی اے مہدی کیا میں تجھ پر حملہ کروں۔ میں اُسے جواب میں کہتا ہوں "اچھا تیری مرضی" پھر دوبارہ اس نے وہی الفاظ کہے۔ اور میں نے جواب دیا "اچھا تیری مرضی" اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

دوسرے دن ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے سفر مالابار کے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ اور بتایا۔ کہ وہاں پینگاڈی اور کننا نور کے علاقہ میں ایک صاحب مولوی محمد کنجی نے امیر غیر مبائعین سے خط و کتابت کر کے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کو بلوایا ہے جو مالا بار جا رہے ہیں۔ لہذا آپ بھی وہاں پہونچ جائیں۔ رستہ میں ہفتہ عشرہ کے لئے کانپور میں قیام کریں۔ کیونکہ وہاں پر آجکل مختلف مذاہب کے جلسے ہو رہے ہیں۔ شاید تبلیغ کا موقعہ ملجائے حضور نے مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی رضؓ کو میرا رفیق سفر مقرر فرمایا۔

کانپور میں تبلیغی سرگرمیاں جب ہم کانپور پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ مختلف مذاہب کی طرف سے جلسوں کے اشتہار دیئے جا رہے ہیں اور اہل حدیث کی طرف سے وسیع پیمانہ پر ایک کانفرنس کے انعقاد کا انتظام کیا گیا ہے جس میں شمولیت کے لئے پنجاب سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی ابراھیم صاحب سیالکوٹی آئے ہوئے ہیں۔ اشتہار میں مولوی ثناء اللہ کا مضمون "اسلام اور قادیان" لکھا ہوا تھا یہ تقریر کانفرنس کے آخری دن میں رکھی گئی تھی۔

پنڈت کالیچرن کا چیلنج اس کے مقابل پر پنڈت کالیچرن فاضل سنسکرت و عربی کی طرف سے تمام علماء احناف۔ اہل حدیث و اہل تشیع کے نام چیلنج دیا گیا۔ کہ جو شخص ان سے مناظرہ کرنا چاہے کرلے۔ اہل حدیث نے اپنی کانفرنس کی وجہ سے مصروفیت کا عذر کرتے ہوئے چیلنج قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آریہ سماج کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا گیا۔ جس کا عنوان تھا "آریہ سماج کی عظیم الشان فتح اور اہل اسلام کا کھلا فرار اور شکست"

مجھے جب اس اشتہار کا علم ہوا۔ تو میں نے پنڈت کالیچرن کو ایک رقعہ لکھا کہ اہل اسلام

کی طرف سے مناظرہ کے لئے خاکسار تیار ہے۔ آپ مناظرہ کی جگہ اور وقت سے اطلاع دیں چنانچہ ۹ بجے وقت مقرر ہوا۔ آریہ سماج نے اپنے لئے تو عظیم الشان سٹیج تیار کی لیکن مسلمانوں کے لئے صرف ایک چھوٹا سا میز اور ایک کرسی رکھ دی۔

چونکہ شہر میں اس مناظرہ کی اچھی طرح منادی ہو چکی تھی۔ اس لئے لوگ دوسرے جلسوں اور تقریروں کو چھوڑ کر جوق در جوق میدان مناظرہ میں آنے لگے۔ اور ہزارہا کا اجتماع ہو گیا۔

پہلی تقریر پنڈت کالیچرن صاحب کی تھی۔ اول انہوں نے اپنی عربی دانی کا اظہار فرمایا۔ اور اپنے تصنیف کردہ دو عربی رسایل جن میں سے ایک کا نام "تحقیق الادیان" تھا۔ میری طرف بھیجے۔

روح کے متعلق سوال اور پھر يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ - قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کی آیت پڑھ کر اعتراض شروع کیا۔ اُن کا اعتراض جو انہوں نے بہت سی تفسیروں کے حوالے پڑھنے کے بعد کیا یہ تھا کہ قوم یہود نے جب پیغمبر اسلام سے سوال کیا۔ کہ رُوح کیا ہے اور اس کی ماہیت کیا ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ روح امر ربی سے ہے۔ اور تمہیں روح کے متعلق جو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ یہ دونوں فقرے علم میں کچھ بھی اضافہ نہیں کرتے۔ اور نہ اس جواب سے قرآن اور پیغمبر اسلام منجانب اللہ ثابت ہوتے ہیں۔

میرا جواب میں نے اوّل تو پنڈت صاحب کی عربی دانی پر مسرّت کا اظہار کیا اور بتایا کہ میں بھی عربی۔ فارسی اور اُردو کا شاعر ہوں۔ اگر پنڈت صاحب چاہیں تو اسی وقت عربی نثر یا نظم میں مناظرہ کر سکتے ہیں۔ پھر ان کو توجہ دلائی۔ کہ از روئے وید اگر روح کی ماہیت بیان کر دی جاتی۔ تو وید کے حقائق و معارف۔۔ ظاہر ہو جاتے۔ اور قرآنی جواب کا نقص بھی واضح ہو جاتا۔

اس کے بعد میں نے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا۔ کہ يَسْئَلُوْنَكَ مضارع کا صیغہ ہے۔ جو حال اور مستقبل دونوں زمانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس صورت میں سوال کرنے والے بھی دونوں زمانوں سے متعلق ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے زمانہ حال میں یعنی جس وقت قرآن کریم کا نزول ہو رہا تھا۔ سوال کیا۔ اور وہ اہل کتاب یعنی یہودی علماء تھے۔ قرآنی وحی کے نزول کے وقت لوگوں کا سوال کلام الٰہی کے متعلق تھا۔ جیسا کہ آیت وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (سورہ شوریٰ) سے واضح ہوتا ہے اور

آیت یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کے ماقبل اور مابعد کی آیات سے بھی ظاہر ہے۔ اور اس سوال کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ دیا کہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی کلام الٰہی کا نزول وہبی نہیں۔ اور نہ کسی شخص کو اختیار ہے۔ کہ جب چاہے اپنے اوپر نازل کرلے۔ بلکہ یہ کلام جو حامل علوم الٰہیہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم سے نازل ہوتا ہے۔ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ) اس کی تصدیق تمام کتب سماویہ سے ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب کلام منزل علیہ نبیوں کے اختیار یا ارادہ سے نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی مشیت اور امر سے نازل ہوئے ہیں۔

علمِ قلیل اس جواب کے دوسرے فقرہ یعنی وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا میں اس کلام الٰہی کی ضرورت کو پیش کیا گیا ہے۔ کہ چونکہ دنیا کے مادی علوم قلیل اور ناکافی ہیں۔ اس لئے آسمانی علم اور معرفت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو بذریعہ کلام الٰہی نازل ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

دوسرے الٰہیات کے متعلق فلسفیانہ علم بھی بہت قلیل اور کوتاہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف "ہونا چاہیئے" کے ظنی مقام تک پہنچاتا ہے۔ لیکن "ہے" کا یقینی مرتبہ کلام الٰہی اور اَنَا الْمَوْجُوْد کی آواز سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ وحی اور عقل میں وہی تعلق ہے جو سورج اور آنکھ میں پایا جاتا ہے۔ آنکھ میں اگرچہ بینائی کا نور موجود ہے۔ لیکن یہ نور اندھیرے کی حالت میں اور تاریک رات اور کمرے میں کام نہیں دے سکتا۔ جب تک خارجی روشنی اور نور نہ ہو۔

پھر خارجی نور اور روشنی بھی مختلف درجات رکھتی ہے۔ سورج کی روشنی میں جو کچھ نظر آسکتا ہے اور جس صفائی سے نظر آسکتا ہے وہ چاند کی روشنی میں نہیں آسکتا۔ اور اسی طرح ستاروں اور چراغ کی روشنی میں درجہ بدرجہ فرق پڑتا جاتا ہے۔ پس جس طرح آنکھ باوجود روشن ہونے کے خارجی نور کی محتاج ہے۔ اور کبھی دور کی اشیاء دیکھنے کے لئے دوربین اور نیز دقیق چیزیں دیکھنے کے لئے خوردبین کی محتاج ہے۔ اسی طرح انسانی عقل وعلم بھی نیز الہام اور کلام الٰہی کا محتاج ہے۔ اور اس احتیاج کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے امر سے رُوح یعنی کلام الٰہی نازل فرماتا ہے۔

اسی طرح اس فقرہ میں کلام الٰہی کے متعلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی وحی ہے کے

طور پر نازل ہوا یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یہ کلام خدا تعالےٰ کے امر سے نازل کیا گیا ہے۔ چونکہ اہلِ کتاب کے پاس جو علم توریت یا انجیل کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ وہ مخصوص الزمان اور مخصوص القوم ہونے کی وجہ سے قلیل اور محدود ہے۔ اور عالمگیر اور مستقل ضروریات کو پورا نہیں کرسکتا۔ اس لئے قرآن مجید کی کامل اور عالمگیر وحی اور کلام کو اللہ تعالےٰ کے امر سے نازل کیا گیا ہے۔

آیتِ قرآنی کی تشریح موجودہ زمانہ کے لحاظ سے

چونکہ یَسْئَلُوْنَ کا فعل زمانہ حال اور استقبال دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے دورِ جدید کے محققین جن میں آریہ سماج کے فاضل پنڈت بھی شامل ہیں رُوح کے متعلق جو استفسارات پیش کرتے ہیں ان کا جواب بھی اسی آیت میں دیا گیا ہے اس اعتبار سے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح سے مراد روحِ انسانی ہے جس کی ماہیت اور کُنہ معلوم کرنے کے لئے زمانہ حال کے فلاسفر۔ سائنسدان اور علم النفسیات کے ماہر کوشاں ہیں۔

آریہ مت والوں اور اہلِ اسلام کا روح کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے متعلق قرآن کریم کی اس آیت میں واضح طور پر حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے۔ آریہ مت والے روح کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ روح پرمیشر کی طرح غیر مخلوق اور انادی ہے یعنی جسطرح پرمیشر ازلی ہے۔ اسی طرح روح بھی ازلی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ یعنی اللہ تعالےٰ ہی ہر چیز کو جس میں رُوح بھی شامل ہے پیدا کرنے والا ہے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ ہے یعنی وہی سب سے پہلے تھا اور وہی سب کے بعد بھی رہے گا۔ اس کے ساتھ روح کو ازلی قرار دینا درست نہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں آتا ہے کہ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ یعنی شروع میں صرف خدا ہی تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی۔ پس مسلمانوں کے عقیدہ کے رُو سے روح قدیم اور ازلی نہیں۔ بلکہ حادث ہے۔ اور آریہ مت والوں کے نزدیک رُوح قدیم اور انادی اور غیر مخلوق ہے۔ اس اختلاف میں اصل حقیقت کو آیت زیر بحث میں واضح کیا گیا ہے۔

رُوح کا عالمِ امر سے ہونا

(۱) قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ کے فقرہ میں روح کو عالمِ امر سے قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے رُو سے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ میں دو طرح کے عالم قرار دیئے گئے ہیں۔ ایک عالمِ خلق اور دوسرا عالمِ امر۔ عالمِ خلق کا تعلق مادیات سے ہے۔ اور عالمِ امر کا روحانیات سے اور عالمِ امر کی پیدائش کے متعلق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی جو پیدائش عالم امر سے تعلق رکھتی ہے اس کے متعلق یہ سنتِ الٰہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے کُنْ فرماتا ہے پس وہ ہو جاتی ہے۔ پس رُوح کی پیدائش کو اس آیت میں عالم امر سے قرار دیا گیا ہے۔ سوامی دیانند صاحب نے بھی رگوید آدی بھاشا بھومکا میں جہاں پیدائش عالم کا ذکر کیا ہے۔ وہاں مختلف زینوں کو بیان کرنے کے بعد آخری زینہ ایشور کی سامرتھ یعنی قدرت بیان کی ہے۔

(۲) مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کے الفاظ سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جو کام تمام جہانوں کی ربوبیت کا رب کر رہا ہے۔ وہی کام روح انسانی۔ انسان کے محدود جسم میں کر رہی ہے اور جس طرح جسم اپنے اعضا اور جوارح کے لحاظ سے محدود ہے اسی طرح روح اپنی قوتوں اور گنوں میں محدود ہے۔ سوامی دیانند صاحب نے بھی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ویدک دھرم کا روح کے متعلق یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اس کے گن محدود ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ محدود گنوں والی چیز بغیر کسی محدّد کے محدود نہیں ہو سکتی۔ اور یہ امر روح کو حادث اور مخلوق ثابت کرتا ہے۔

(۳) اَمْرِ رَبِّیْ کے الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ روح انادی اور خود بخود نہیں۔ بلکہ مخلوق ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اور لغت کے رُو سے رب کے معنی خالق اور پیدا کرنیوالے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ یعنی اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پس اس آیت میں رب کا لفظ استعمال کر کے آریہ مت کے اس عقیدہ کی تردید کی کہ روح غیر مخلوق اور انادی ہے۔

(۴) رب کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ کیا۔ کہ روح کو ادنےٰ حالت سے اعلےٰ حالت کی طرف ترقی ملتی ہے۔ کیونکہ رب کے معنے ادنےٰ حالت سے حسن تربیت کے ذریعہ اعلیٰ مدارج تک پہنچانے والی ہستی کے ہیں۔ یہ معنی قرآن کریم کی آیت رَبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔

پس اس بات کا ذکر کر کے کہ روح امر رب سے ہے۔ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ رُوح کی حالت تغیّر پذیر ہے۔ اور ادنی حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرنے والی ہے۔ پھر یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جسم کی حالت کے ساتھ ساتھ روح کی حالت بھی تغیّر پذیر ہوتی

رہتی ہے ۔ اور اس کے علم اور قوت میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے ۔ اسی طرح جسم بھی رُوح کے ضعف اور قوت سے متاثر ہوتا ہے ۔ پس جب رُوح کا تغیر پذیر ہونا ثابت ہوگیا تو منطق کے قضیہ کے مطابق العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث روح کا حادث ہونا بھی ثابت ہوگیا ۔ گویا اس چھوٹے سے فقرہ میں آریہ مت کے عقیدے کا نہایت عمدگی سے بطلان کیا گیا ہے ۔

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کی تشریح

سوامی دیانند صاحب نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے شروع میں ایشور کے ناموں میں سے دو نام سرب شکتیمان یعنی قادر مطلق اور علیم کل بھی لکھے ہیں لیکن روح اور مادہ یعنی جیو اور پرکرتی کے متعلق یہ تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ قادر مطلق اور علیم کل ہیں اور یہ ضرور ہے کہ جو ہستی انادی اور خود بخود ہو وہ قادر مطلق اور علیم کل بھی ہو ۔ پس وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کے فقرہ میں روح کو کمالِ علم سے محروم قرار دے کر یہ ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ روح مخلوق اور حادث ہے ۔

(۲) وَمَا أُوتِيتُم کے لفظ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو علم قلیل رُوح کو حاصل ہے وہ بھی اس کا ذاتی نہیں ۔ بلکہ کسی اور ہستی کا عطا کردہ ہے ۔ واقعات سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے ۔ کہ انسان بغیر پڑھانے اور سمجھانے کے کچھ علم نہیں رکھتا ۔ پس جب روح کا ناقص علم بھی اس کا ذاتی نہیں ۔ تو وہ ازلی ابدی اور انادی کس طرح ہو سکتی ہے ۔

(۳) اسی طرح فقرہ أُوتِيتُم میں فعل ماضی استعمال کر کے زمانہ کی قید لگانا بھی رُوح کے انادی اور ازلی ہونے کے خلاف ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے ۔ کیونکہ جس چیز پر زمانہ کی قید لگتی ہے وہ ازلی اور ابدی نہیں ہو سکتی ۔

پس جس آیت پر پنڈت صاحب نے اعتراض کیا ہے ۔ کہ اس سے علم کی کوئی زیادتی نہیں ہوتی اس میں نہ صرف زمانہ حال بلکہ زمانہ مستقبل کے غلط عقاید کا کافی اور شافی بطلان کیا گیا ہے بلکہ چند الفاظ میں عظیم الشان حقائق بیان کر کے خدا تعالےٰ کے علیم کل ہونے اور قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت مہیا کیا گیا ہے ۔

میرے ان جوابات کے بعد پنڈت کالیچرن صاحب نے صرف یہ کہا کہ مولوی غلام رسول صاحب

نے جو تشریح روح کے متعلق اس آیت سے پیش کی ہے۔ اور روح کے مخلوق اور حادث ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ یہ استدلال نیا ہے۔ پہلی تفاسیر میں اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا گیا۔ میں نے کہا کہ تفسیر کبیر امام رازیؒ کے متعلقہ مقام کو نکال کر دیکھو۔ اس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ یہ آیت براہمو مذہب کے عقیدہ قدامت روح کی تردید کرتی ہے۔ یہ سن کر پنڈت صاحب خاموش ہو گئے۔

ابھی مناظرہ کا وقت کسی قدر باقی تھا۔ کہ صدر جلسہ جو آریہ تھے انہوں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ پنڈت صاحب نہ تو دیدوں سے کچھ پیش کر سکے ہیں اور نہ ہی قرآنی تعلیم پر کچھ اعتراض کر سکے ہیں۔ اپنی گھڑی نکالی۔ اور کہا کہ اگرچہ وقت ابھی باقی ہے۔ لیکن چونکہ مجھے ایک ضروری کام ہے اور مناظروں سے چنداں فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے جس قدر بحث ہو چکی ہے۔ اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ بحث میں اب تک کوئی بدمزگی نہیں ہوئی۔ نہایت شرافت اور متانت سے تقریریں ہوئی ہیں۔ اگر ہو سکے۔ تو آپ اپنی صدارت کے فرائض بقیہ وقت تک بھی سرانجام دیں۔ ورنہ کسی اور کو اپنی جگہ مقرر کر دیں لیکن صدر صاحب رضامند نہ ہوئے۔ اور اُٹھ کر چلے گئے۔

مسلمانوں کو یہ امید نہ تھی کہ پنڈت کالیچرن صاحب کے سوالوں کا مُسکت جواب ایک احمدی کی طرف سے دیا جائے گا۔ مناظرہ کے اختتام پر بعض غیر احمدی علماء ملے۔ جنہوں نے آیت زیر بحث کی تشریح سننے پر بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔

ایک عجیب لطیفہ جب میں آریہ سماج کے پنڈال سے مع اپنے احباب کے باہر نکلا۔ تو دروازہ کے باہر بعض پادری صاحبان ملے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے بڑے پادری صاحب آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے بڑے پادری صاحب سے دریافت کیا۔ کہ فرمائیے۔ کس موضوع پر آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں کہنے لگے۔ کہ آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ خدائے ذوالعجائب کے یہ عجیب تصرفات ہیں کہ جس وقت پادری صاحب نے یہ آیت پڑھی۔ تو اسی وقت ایک عجیب نورِ معرفت میرے قلب پر نازل ہوا۔ اور ایک نئی حقیقت کا انکشاف ہوا۔

رُوح کے متعلق نیا انکشاف میں نے پادری صاحب سے دریافت کیا کہ اس آیت کے متعلق آپ کیا استفسار کرنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے۔ یَسْئَلُوْنَ میں جن سائلین کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ اور رُوح سے کیا مراد ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ

قرآن کریم چونکہ ہر زمانہ کے لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس وقت تو رُوح کے متعلق سوال کرنے والے پادری صاحبان ہی ہو سکتے ہیں۔ پادری صاحب فرمانے لگے کہ پھر یَسْئَلُوْنَکَ میں جو "کَ" خطاب کا پایا جاتا ہے۔ اس سے کون مراد ہو گا۔ میں نے کہا۔ کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت تو خدا کا رسول تھا۔ اور اب خدا کے رسول کی نمائندگی کرنے والا کوئی غلام رسول ہی ہو سکتا ہے۔ پادری صاحب کہنے لگے کہ آپ غلام رسول ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ اگرچہ معناً بھی یہ خاکسار غلام رسول ہے۔ لیکن حسن اتفاق سے میرا نام بھی غلام رسول ہے۔ پادری صاحب اس پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے روح سے آپ کے نزدیک کون سی رُوح مراد ہے۔

رُوحِ حق میں نے عرض کیا۔ کہ وہی روح جسے انجیل یوحنا میں روحِ حق کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ باب ۱۴ آیت ۱۶/۱۷ میں اس طرح مرقوم ہے:-

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی۔ کیوں کہ نہ اُسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے"

باب ۱۶ آیت ۷ سے ۱۳ تک یہ الفاظ ہیں:-

"میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن میں اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آنکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی رُوحِ حق آئے گا۔ تو تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ وہ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔ اور میرا جلال ظاہر کرے گا"

پس یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ میں رُوحِ حق کا ہی ذکر ہے۔ پادری صاحب نے یہ سُن کر

کہا۔ کہ اس آیت میں توصرف الروح کا ذکر ہے نہ کہ روحِ حق کا۔ میں نے کہا کہ عربی زبان کے قواعد میں یہ بھی ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ سے بعض دفعہ ایک کو حذف کر دینا جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور بصورت نکرہ بحالت حذف اسے معرّف باللّام کی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے پادری صاحب نے کہا کہ یہاں یہ اس حذف کے لئے کیا قرینہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کلام سابق میں قرینہ موجود ہے۔ ماقبل کی عبارت میں قُلْ جَاءَ الْحَقُّ کا نقرہ ہے جس میں الحق کو روح الحق کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور رُوح کو حذف کر دیا گیا ہے

پس اس فقرہ میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ روح حق جس کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ اور جس کے عیسائی منتظر تھے امرِ ربّی سے آچکا ہے اور چونکہ انجیل کی تعلیم ناقص اور نامکمل ہے جیساکہ خود مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں " مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا۔ تو تمہیں تمام سچائی کی راہ دکھائے گا" اس لئے فرمایا وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا یعنی تمہارا علم جو تمہیں انجیل کے ذریعہ دیا گیا ہے بہت تھوڑا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے تمام سچائی کو پیش کرنے کا دعوٰے کیا ہے۔ جیسے کہ آیات تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ۔ وغیرہ سے ظاہر ہے۔

پس اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ وہ رُوحِ حق جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ امرِ ربّ سے نازل ہو چکا ہے اور جو کچھ انجیل کی تعلیم میں کمی اور نقص تھا۔ خواہ مخصوص القوم ہونے کے اعتبار سے یا مخصوص الزمان ہونے کے اعتبار سے وہ قرآن کریم کے ذریعہ سے اُس نے دُور کر دیا ہے جیساکہ اس بات کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا۔ کہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي الخ۔

جب میں نے مذکورہ بالا مضمون کو شرح و بسط سے بیان کیا تو پادری صاحبان کہنے لگے کہ آپ قادیانی تو نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کے فضل سے احمدی ہوں۔

کئی مسلمان جو اس آیت کے متعلق آریوں کے ساتھ مناظرہ میں بھی میری تشریح کو سُن چکے تھے کہنے لگے۔ کہ آپ نے قرآن کریم کہاں سے پڑھا ہے میں نے کہا کہ فی زمانہ قرآنی علوم کا سرچشمہ حضرت

مسیح قادیانی علیہ السلام

ہیں۔ اور یہ علوم و فیوض مرکز قادیان سے حاصل ہوتے ہیں:-

کانپور میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کیساتھ مباحثہ

۱۰ اپریل ۱۹۱۹ء کو اہلحدیث کی کانفرنس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی "اسلام اور قادیان" کے موضوع پر تقریر تھی۔ ہماری طرف سے ایک چٹھی مولوی ثناء اللہ صاحب کے نام اور ایک انجمن اہلحدیث کے سیکرٹری کے نام لکھی گئی۔ کہ چونکہ تقریر میں سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات متوقع ہیں۔ اس لئے ہمیں بھی ان کے جوابات کے لئے وقت دیا جائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تو صرف اتنا جواب دیا۔ کہ اس کا تعلق مقامی انجمن کے سیکرٹری کے ساتھ ہے۔ اور سیکرٹری صاحب نے جواب دیا کہ آپ آکر تقریر سنیں۔ جواب کے لئے وقت دینے کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ ہم نے مناسب سمجھا کہ ایک دو دوست جلسہ سننے کے لئے چلے جائیں۔ اور بعد میں ہماری طرف سے جلسہ کر کے اس تقریر کی تردید کر دی جائے۔

چنانچہ مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ بعض احباب کی معیت میں تقریر کے نوٹ لینے کے لئے چلے گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے آخری فیصلہ کے اشتہار کے متعلق تقریر شروع کی اور جوش میں آکر کہا کہ کوئی ہے جو میرے اس اعتراض کا جواب پیش کر سکے۔ پھر کہا کہ سننے میں آیا ہے کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کانپور میں آئے ہوئے ہیں اور کل انہوں نے آریوں کے ساتھ مناظرہ بھی کیا ہے۔ اگر وہ جلسہ میں موجود ہوں تو میں انہیں اپنے پیش کردہ اعتراض کے جواب کے لئے وقت دیتا ہوں۔

اس کے جواب میں عزیز مکرم عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ مولوی صاحب اس وقت جج صاحب کی کوٹھی پر ہیں۔ انہوں نے آپ کو رقعہ بھی لکھا تھا۔ لیکن وقت نہ دیا گیا اس لئے انہوں نے بغیر جواب کے موقعہ پانے کے آپ کی تقریر کو سننا پسند نہیں کیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا کہ جواب کے لئے ان کو کافی وقت دیا جائے گا۔ وہ آئیں اور جواب دیں۔ اس پر عزیز موصوف نے کہا کہ جج صاحب کی کوٹھی کافی دور ہے کچھ وقت لگے گا۔ چنانچہ انہوں نے دس منٹ تک مہلت دی۔ اتفاق سے اس دن ٹانگوں کی ہڑتال تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے عزیز موصوف کو ایک ٹانگہ پنڈال کے باہر ہی مل گیا۔ اور میں اس میں بیٹھ کر فوراً جلسہ گاہ میں آگیا۔

صدر جلسہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی تھے۔ انہوں نے میرے پہنچتے ہی اعلان کیا

کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تقریر آخری فیصلہ والے اشتہار کے متعلق تو آپ سامعین نے سُن لی ہے۔ اب مولوی غلام رسول صاحب احمدی کا جواب بھی سُن لیں۔

چنانچہ میں نے سٹیج پر کھڑے ہو کر پہلے تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے "فاتح قادیان" کے ادعا کے متعلق اور پھر ان کی تقریر کے موضوع "اسلام اور قادیان" کے متعلق مختصر الفاظ میں ذکر کیا۔ اور پھر اخبار اہلحدیث اور "مرقع قادیانی" وغیرہ کے حوالوں سے آخری فیصلہ کے اشتہار کے متعلق اچھی طرح وضاحت کی جس کے تفصیلاً ذکر کی اس جگہ گنجائش نہیں چونکہ میرے پاس اخبار اہلحدیث کے اصل پرچہ جات اور مرقع قادیانی وغیرہ موجود تھے۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میرا گلا بہت صاف اور آواز بہت بلند تھی۔ آخر میں صدر جلسہ نے ہر دو مناظروں اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ میں نے بھی شکریہ کے طور پر چند لفظ کہے۔ اور آخر میں یہ بھی کہا۔ کہ میں نے سُنا ہے کہ میری عدم موجودگی میں جلسہ میں ہمارے سلسلہ کے خلاف کچھ کہا گیا ہے۔ اگر کسی کو شک و شبہ ہو۔ تو میں حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ اور دلائل کے متعلق ہر طرح سے وضاحت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ خواہ باقاعدہ مناظرہ کی صورت میں یا سوال و جواب کی صورت میں۔ اس پر صدر جلسہ نے کہا کہ اب تو کانفرنس ختم ہو گئی ہے۔ اور جو ہونا تھا۔ ہو چکا ہے۔

جب میں سٹیج سے اُترا تو تیس چالیس کے قریب حنفی مسلمان جو وہابیوں کے سخت خلاف تھے۔ میرے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور پنڈال سے باہر نکل کر اظہارِ خوشنودی کے طور پر انہوں نے ہم سب احمدیوں کو دودھ پلایا۔

خلافت ٹرکی کی امداد کے لئے اجتماع

اہلحدیث کانفرنس کے اختتام کے بعد بعض مسلمان لیڈروں نے کانپور میں پُر زور تحریک کی۔ کہ ہم ہندی مسلمانوں پر بھی خلافت ٹرکی کا حق ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اس کی امداد کے لئے چندہ جمع کر کے بھجوائیں۔ چنانچہ تقریباً ایک لاکھ کے اجتماع میں مختلف لیڈروں نے تقاریر کیں۔ اور چندہ کی تحریک کی۔ ہم احمدی احباب بھی اس اجتماع کو دیکھنے کے لئے وہاں گئے۔ تقریر کرنے والے علماء میں سے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی تھے انہوں

نے جب مجھے اس اجتماع میں دوسرے احمدیوں کی معیت میں دیکھا۔ تو بلند آواز سے کہا۔ کہ "میں مولوی غلام رسول احمدی سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ بھی خلافت ٹرکی کے قایل ہیں" ان کا اس عظیم الشان اجتماع میں سوال کرنے سے مقصد یہ تھا کہ احمدیوں کی تذلیل اور بدنامی کریں۔ اور یہ ظاہر کریں کہ گویا احمدیہ جماعت خلافتِ ٹرکی کی قایل نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں سے الگ اور قابل نفرت ہے۔

میں نے اس موقعہ پر خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا۔ اور وہیں سے بآواز بلند کہا۔ کہ "خلافت اسلامیہ حقہ کا کون مسلمان قایل نہیں۔ ہاں۔ جناب مولوی صاحب! آپ اہل حدیث ہیں۔ اور میں احمدی ہوں آپ کے نزدیک تو خلافتِ راشدہ کے تیس سالہ دور کے بعد حکومت کا دور شروع ہو گیا ہے۔ اور خلافت ٹرکی کے جو لوگ قایل ہیں۔ وہ بھی اس کو خلافت علے منہاج النبوت نہیں سمجھتے۔ نہ فرقہ اہلحدیث کے مسلمان جن میں سے مولوی ابراہیم صاحب بھی ہیں اور نہ حنفی مسلمان اور نہ ہی اہل تشیع۔ ہاں سب سے بڑھ کر خلافت علی منہاج النبوۃ کے قایل تو ہم احمدی مسلمان ہیں جن کا سلسلہ آج بھی خلافتِ حقہ پر قائم ہے"۔

میرے اس جواب سے تمام مجمع پر خاموشی کا عالم طاری ہو گیا۔ اور بعض لیڈروں نے مولوی صاحب کو کہا کہ آپ کو یہ سوال کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ ہمارا سارا کیا کرایا برباد کر دیا ہے۔ بعض نے کہا۔ ایسا جواب اتنے بڑے مجمع میں اس جرأت کے ساتھ دینا صرف احمدیوں کا کام ہے یہ لوگ ننگی تلوار ہیں۔ حق کے اظہار سے نہیں ڈرتے۔ بعض نے کہا کہ دنیا میں ترقی کرنے والی قومیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ان کا ہر فرد جس بات کو حق سمجھتا ہے۔ اس کو بیان کرنے سے نہیں رُکتا۔

مولوی آزاد سبحانی سے ملاقات :-

کانپور میں مولوی آزاد سبحانی صاحب مدرسہ الٰہیات کے انچارج تھے۔ ہم ان کی ملاقات کیلئے مدرسہ مذکور میں گئے۔ وہ اس وقت پندرہ ۱۵ - بیس۲۰ کے قریب طلباء کو پڑھا رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ ہمارے بتانے پر انہوں نے آنے کی غرض پوچھی۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مدعی رسالت و نبوت کو قرآن کریم کی پیش کردہ تعلیم کی رو سے ایک محقق انسان کس طرح شناخت کر سکتا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ نبی اور رسول طبیب کی طرح ہوتے ہیں جو لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُن کی

ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ وہ اُن سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ اور دوسرے محروم ہو جاتے ہیں۔ پھر کہنے لگے۔ کہ آپ کل صبح سات بجے مجھے میرے مکان پر ملیں۔ دوسرے دن جب ہم اُن کے مکان پر حاضر ہوئے تو معلوم ہؤا۔ کہ وہ بریلی جانے کے لئے سٹیشن پر جا چکے ہیں۔ جب ہم سٹیشن پر پہونچے تو معذرت کرنے لگے۔ کہ اب میں جارہا ہوں۔ میرے پاس وقت نہیں۔

مالابار کو روانگی :-

کانپور میں ہفتہ عشرہ قیام کرنے کے بعد ہم بمبئی پہنچے۔ اور وہاں سے بذریعہ جہاز بندرگاہ منگلور کی طرف روانہ ہوئے۔ بمبئی سے ہمارے ایک ہم سفر قوی ہیکل جوان تھے۔ وہ پہلی دفعہ سمندری سفر اختیار کرنے کی وجہ سے گھبرا رہے تھے۔ جب دوسرا دن ہؤا۔ تو وہ ہر طرف پانی ہی پانی دیکھ کر حد سے زیادہ دہشت زدہ ہو گئے۔ اور لحظہ بہ لحظہ ان کی حالت خراب ہوتی گئی دو دن کے بعد سورج غروب ہوتے ہی ان کی زندگی کی شمع ہمیشہ کے لئے بجھ گئی۔ ان کی لاش کو جہاز کے کپتان نے تین چار پتھروں سے باندھ کر نیچے سمندر میں پھینک دیا۔ اس حسرتناک اور جوانا مرگ وفات سے سب ہمسفر بہت ہی افسردہ ہوئے۔

کشتی طوفان میں :- چار دن سمندری سفر میں گذارنے کے بعد جب ساحل مالا بار ایک دو میل کے فاصلہ پر رہ گیا۔ تو جہاز کے کپتان کی طرف سے حکم دیا گیا۔ کہ سب مسافر جہاز سے اتر کر کشتیوں میں سوار ہوں۔ اور ساحل پر پہنچیں۔ چنانچہ ایک کشتی پر ہم سوار ہوئے۔ جب ہم ساحل سے نصف میل کے قریب تھے۔ تو اچانک سمندر میں طوفان آ گیا۔ اور ہماری کشتی ڈگمگانے لگی۔ اس ہولناک منظر سے ملاح بھی خوف زدہ ہو کر چلّانے لگے۔ اور زور زور سے "یا پیر بخاری"۔ "یا پیر عبد القادر جیلانی"۔ "یا پیر خضر" کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کشتی میں پانی بھرنا شروع ہو گیا اور سب سواریوں کو موت سر پر منڈلاتی ہوئی نظر آنے لگی۔

میری طبیعت بمبئی سے ہی اعصابی دوروں کی وجہ سے خراب تھی۔ اور اس وقت بھی دورہ تھا۔ لیکن جب میں نے ملاحوں کی مشرکانہ صدائیں سنیں اور ادھر کشتی کی حالت کو دیکھا تو میرا قلب غیرت سے بھر گیا۔ اور میں اسی جوش میں کھڑا ہو گیا۔ اور ملاحوں کو کہا۔ کہ تم لوگ شرک کے کلمات کہہ کر اپنی تباہی اور بھی زیادہ قریب کر رہے ہو۔ تم ان نازک حالات میں ایسے مشرکانہ

کلمات سے توبہ کرو۔ اور صرف اللہ تعالےٰ کی جناب سے استمداد کرو۔ پیر بخاری کون ہے اور پیر خضر اور پیر عبدالقادر جیلانی کیا ہیں۔ یہ سب اس لاشریک اور قدوس خدا کے عاجز بندے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی نصرت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ بندوں سے مت مانگو۔ بلکہ رب العالمین خدا سے مدد طلب کرو۔ جس نے ان پیروں اور بزرگوں کو پیدا کیا۔ اور ان کو بزرگی بخشی۔ اور یہ سمندر بھی کیا ہے۔ میرے قادر و مقتدر خدا کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔ جو اس کے دستِ تصرف کے ماتحت مدوجزر دکھاتا ہے۔ پس اگر وہ چاہے۔ تو یہ جوشِ تموّج اسی وقت ختم ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے عجیب تصرفات ہیں۔ کہ میں نے منہ سے یہ کلمات نکالے ہی تھے کہ سمندر کی موج ہٹ گئی۔ اس کا جوش تھم گیا۔ اور کشتی آرام سے چلنے لگی۔ تب وہ ملاح ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔ کہ ہماری توبہ! ہماری توبہ! واقعی اللہ تعالےٰ ہی ہے جو طوفان سے بچا سکتا ہے۔

خدا تعالےٰ کے عجائبات ہیں۔ کہ طوفانی لہروں کی شدت کے وقت مجھے اس قدر روحانی طاقت محسوس ہوتی تھی۔ کہ مجھے یقین تھا۔ کہ اگر ملاح اپنے مشرکانہ کلمات سے باز نہ آئے اور اس وجہ سے کشتی ڈوب گئی۔ تو میں اور عزیز عرفانی صاحب سلمہٗ ربہٗ پیدل ہی بفضلہ تعالیٰ سلامتی سے کنارے پر پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ ہم مرکز کی ہدایت کے ماتحت تبلیغ حق کے لئے جا رہے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی الحکم میں شائع فرما چکے ہیں:۔

سرزمین مالابار میں ورود:

جب ہم پینگاڈی کے قصبہ میں پہنچے۔ تو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک خنزیر ہے جو ہمارے آگے آگے مزاحمت کرتا ہوا ہمارے مقصد میں روک بننا چاہتا ہے۔ یہ رؤیا غیر مبایعین کے فتنہ کے متعلق تھی۔ جو مولوی محمد کنجی صاحب نے وہاں پر اٹھایا ہوا تھا۔

مولوی محمد کنجی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کے زمانہ میں قادیان آئے۔ اس کے بعد لاہور گئے اور مجھ سے ملے۔ وہ اس وقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بہت ہی عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دن رو کر مجھ سے کہا کہ انہیں چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے حضور کے تبرکات میں سے ہی کچھ ان کو دے دیا جائے۔ چنانچہ بڑے الحاح اور منت و سماجت

سے انہوں نے مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات جن میں ایک جائے نماز ریشمی رومال اور کچھ بال شامل تھے لے لیئے۔ اور اسی طرح ایک تین سو ساٹھ اشعار کا عربی قصیدہ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور سنایا تھا انہوں نے مجھ سے لے لیا۔

خلافت ثانیہ کے ابتدا میں مولوی محمد کنجی نے مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین سے راہ و رسم بڑھائی۔ اور مالابار کے علاقہ میں غیر مبایعین کے خیالات پھیلانے کے لئے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کو لاہور سے بلوایا (حکیم صاحب موصوف اس وقت غیر مبایعین کے ساتھ تھے اب عرصہ سے خلافت حقہ سے وابستہ ہو چکے ہیں)

انہوں نے میرے ساتھ بمعیت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ عرصہ تک سلسلہ بحث و مباحثہ جاری رکھا۔ اس بحث سے ہماری جماعت کے دوستوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ اور ان کو مبایعین اور غیر مبایعین کے عقاید کے متعلق تفصیلی واقفیت ہو گئی۔

پینگاڈی کے مخلصین:

پینگاڈی میں ایک عالم مولوی محی الدین صاحب تھے۔ جنہوں نے اپنے دو لڑکے مولوی محمد عبداللہ صاحب مولوی فاضل اور مولوی عبدالرحیم صاحب بی۔اے قادیان میں تعلیم کے لئے بھجوائے۔ جو خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت مخلص خادم سلسلہ ہیں۔ اول الذکر سلسلہ کے کامیاب مبلغ ہیں اور علاقہ مالابار میں ان کو بہت مقبولیت حاصل ہے۔

وہاں پر ایک اور مخلص کنجی احمد صاحب تھے جنہوں نے مسجد کے لئے ایک قطعہ زمین دیا۔ اور مجھے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے کہا۔ چنانچہ بعد دعا میں نے پینگاڈی کی اس مسجد کی بنیاد رکھی۔

پینگاڈی میں کبھی کبھی میں ایک پہاڑی پر جا کر خلوت میں دعائیں کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے فرقت احباب میں اس پہاڑی پر ایک نظم بھی لکھی۔ جس کے میں نے پچیس اشعار لکھے جن میں سے دو شعر اب بھی مجھے یاد ہیں ؎

أَخِلْتَ إِنَّكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا قُلُلًا ÷ تَبْيَدُّ نَفْسَكَ مِنْ هَجْرٍ عَنَا جُولًا

لَقَدْ أَصَبْتَ فَإِنَّ الْهَجْرَ دَاهِيَةٌ ÷ وَعِلَّتِهِ هِيَ فَاقَتْ أَذَى حَالًا

شہر کنانور میں :-

ہنیگاڈی کے قصبہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد کنانور کے احمدیوں نے درخواست کی کہ وہاں بڑی جماعت ہے اور بڑا شہر ہونے کی وجہ سے تبلیغ کے لئے میدان بھی زیادہ وسیع ہے۔ اس لئے وہاں کچھ عرصہ قیام کیا جائے۔ چنانچہ خاکسار اور عزیزم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کنانور آ گئے۔ وہاں پہنچ کر ہم نے درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کر دیا جس میں بہت سے غیر احمدی بھی باقاعدہ شامل ہوتے۔ درس اور تقریروں کے وقت وہاں کے ایک بہت ہی مخلص دوست عبدالقادر کنجی صاحب جو اردو بھی جانتے تھے ہماری ترجمانی کر دیتے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے ان دونوں شہروں میں تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں پچاس کے قریب افراد سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے۔

مالابار کے بعض حالات :-

مالابار میں عام طور پر لوگوں کی غذا چاول اور مچھلی ہے۔ دھان کی فصل سال میں دو دفعہ ہوتی ہے اور بعض علاقوں میں آم کا پھل سال بھر رہتا ہے۔ بعض پیڑ ایسے بھی ہیں کہ ایک طرف پھل تیار ہوتا ہے اور دوسری طرف بور لگ رہا ہوتا ہے۔ وہاں آم کا پھل حجم میں بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور ریشہ دار نہیں ہوتا گٹھلی چھوٹی ہوتی ہے۔ اور بہت لذیذ ہوتا ہے۔ عام طور پر لوگ اکٹھے مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ اور کھانے کے ساتھ گرم پانی استعمال کرتے ہیں۔ چائے بہت کم پیتے ہیں۔ البتہ کافی کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔

شادی کا طریق ہمارے علاقہ کے طریق سے مختلف ہے۔ بجائے لڑکی کو بیاہ کر گھر لانے کے لڑکے کو بیاہ کر گھر لایا جاتا ہے۔ خاندان کی وارث بھی عورتیں ہوتی ہیں۔ بارش موسم گرما میں چھ چھ ماہ تک لگاتار ہوتی رہتی ہے۔ لوگ عام طور پر مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔ اور مچھلی کا تیل نکال کر باہر بھجواتے ہیں۔ کیلہ ہاتھ ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔ اس کو بیسن لگا کر اور ناریل کے تیل میں تل کر کھاتے ہیں۔ ناریل بھی اس علاقہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ لوگ عام طور پر خلیق۔ ملنسار۔ اور شریف الطبع ہیں۔

کنانور میں تبلیغ :- کنانور میں علماء کی بہت بڑی تعداد رہتی ہے۔ اور عربی جانتے

والے بھی بکثرت موجود ہیں - کنانور میں اس وقت جو بڑے نواب تھے - وہ بھی عربی کے فاضل تھے میں نے ان کی خدمت میں علاوہ تبلیغی خط کے ایک عربی قصیدہ بھی لکھ کر بھجوایا - جسے پڑھ کر وہ بہت متاثر ہوئے اور ہمیں دعوتِ طعام پر مدعو کیا -

اسی دوران میں تین غیر احمدی علماء نواب صاحب کی ملاقات کے لئے گئے - نواب صاحب نے برسبیلِ تذکرہ میرا عربی خط اور قصیدہ ان کو دکھایا - وہ اس کو دیکھ کر بہت بگڑے اور نواب صاحب کو دھمکی دی - کہ اگر آپ نے قادیانی علماء کو دعوت پر بلایا تو ہم تمام شہر میں آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ نشر کرینگے - اور آپ کے مقاطعہ پر تمام مسلمانوں کو آمادہ کریں گے - یہ سن کر نواب صاحب ڈر گئے اور معذرت کیساتھ اس دعوت نامہ کو جو ہماری طرف بھجوایا تھا - منسوخ کر دیا -

جب مجھے اس کا علم ہوا - تو میں نے ان علماء کو چیلنج دیا - کہ وہ میرے ساتھ تحریراً یا تقریراً احقاقِ حق کے لئے مناظرہ کر لیں - تاکہ معلوم ہو سکے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون - اور یہ بھی لکھا کہ نواب صاحب بھی عالم ہیں - اگر پسند ہو تو ان کو ثالث مقرر کر لیا جائے -

میرے اس چیلنج کا تمام شہر کے علمی طبقہ میں خوب چرچا ہوا - اور ان علماء کی جو چاٹگام سے آئے تھے - مقابل پر نہ آنے کی وجہ سے بہت بدنامی ہوئی - اور وہ کنانور سے جلد ہی کسی اور جگہ چلے گئے -

مالابار میں درس القرآن

جب میں نے مالابار کی سرزمین میں درس القرآن شروع کیا - تو احمدی احباب سے کہا - کہ میں دو طریق پر درس دے سکتا ہوں - ایک عام فہم طریق پر سطحی خیال کے لوگوں کیلئے اور دوسرے خاص لوگوں کے لئے جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی برکات اور علمی افاضات کے ماتحت مجھے معارف حاصل ہوئے ہیں سب احباب نے کہا - کہ وہ موخر الذکر طریق کو پسند کرتے ہیں -

چنانچہ میں نے درس القرآن کا سلسلہ شروع کر دیا - اکیس دن تک تفسیر آیت استعاذہ جاری رہی - اور اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کے رو سے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کے مطالب بیان کئے گئے -

پھر آیت تسمیہ کی تفسیر کا سلسلہ سوا مہینہ تک جاری رہا - اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کی تفسیر دو ماہ تک کی گئی۔ یہ سلسلہ درس چھ ماہ تک چلتا رہا۔ اور میں ابھی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی تفسیر تک پہنچا تھا کہ شدید بیمار ہو گیا۔

جو درس میں نے کنانور میں دیا۔ اس کا چرچا شہر کے علمی طبقہ میں ہونے لگا۔ چنانچہ بہت سے غیر احمدی علماء بھی میرے درس کے حلقہ میں شامل ہوتے رہے۔

میری علالت

مجھے اسی دوران میں بخار ہونے لگا۔ اور ایک دنبل پیشاب کی نالی کے اوپر مقعد اور فوطوں کے درمیان نمودار ہوا۔ جو بڑھتے بڑھتے شلغم کے برابر ہو گیا۔ اس شدید تکلیف میں مجھے درس اور تبلیغ کے کام میں ناغہ بھی کرنا پسند نہ تھا۔ بعض احباب خصوصاً میرے رفیقِ سفر شیخ محمود احمد صاحب عرفانی بار بار مجھے آرام کرنے کا مشورہ دیتے۔ میں ان کی شفقت سے متاثر ہو کر کہتا کہ معلوم نہیں کہ اور کتنی زندگی باقی ہے۔ یہ آخری لمحات تو اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں گذار لئے جائیں۔ یہ بخار اور دنبل دونوں مجھے پیغامِ اجل کے لئے ہوشیار کر رہے ہیں ایسی حالت میں تغافل شعاری اچھی نہیں۔

مقامی احباب نے برہمن قوم کے ایک ماہر ڈاکٹر کو میرے علاج کے لئے بلوایا۔ انہوں نے میرے دنبل کو دیکھ کر یہ رائے دی۔ کہ اس کا اپریشن کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ مجھے ایک تختہ پر لٹا کر کلوروفارم سونگھانا چاہا۔ تاکہ اپریشن کے وقت زیادہ تکلیف نہ ہو۔ میں نے کہا کہ کلوروفارم سونگھانے کی ضرورت نہیں آپ اس کے بغیر ہی اپریشن کریں۔ میں اس تکلیف کو برداشت کر لونگا چنانچہ اپریشن کرنے پر اس دنبل سے بڑا مواد پیپ اور خون کا نکلا۔ جس سے ایک بڑا برتن بھر گیا۔

اپریشن کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ افسوس ہے۔ کہ دنبل نے پیشاب کی نالی کا وہ حصہ جو اس کے سامنے تھا کھا لیا ہے۔ اور نالی میں نیچے کی طرف سوراخ ہو گیا ہے۔ ان دنوں جب میں پیشاب کرتا۔ تو مجھے سخت تکلیف ہوتی۔ اور میں لرزہ براندام ہو جاتا۔ اور پیشاب بجائے اصل راستہ کے اسی سوراخ سے نکل جاتا۔

ڈاکٹر صاحب نے میری بیماری کے پیشِ نظر بعض احباب کو کہا۔ کہ اس مریض کا علاج بہت مشکل ہے۔ اور اب یہ بچتا نظر نہیں آتا۔

لوحِ مزار

ڈاکٹر صاحب کی اس رائے کا ایک دوست کے ذریعہ مجھے بھی علم ہو گیا۔ اور میں نے سمجھا۔ کہ اب میری موت اسی غریب الوطنی میں مقدر ہو چکی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے احباب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اگر میری وفات اسی سرزمین میں واقع ہو

جائے۔ تو مجھے کسی ٹیلہ کے پاس دفن کر کے میری لوحِ مزار پر صرف یہ شعر لکھ دینا :۔

گر نشاید بہ دوست رہ بردن
شرطِ عشق است در طلب مُردن

یعنی اگر محبوب تک پہنچنا ممکن نہیں تو اس کی تلاش میں مرجانا ہی عاشق کیلئے بہتر ہے

ایک خواب جب میں نے یہ بات کہی تو احبابِ جماعت بہت ہی غمزدہ ہوئے اور میری شفایابی کے لئے دعائیں کرنے لگے۔ جب میں رات کو سویا۔ تو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں ایک بازار میں سے گذر رہا ہوں جو مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔ اور جس میں مقتول انسانوں کے اعضاء کاٹ کاٹ کر پھینکے ہوئے ہیں۔ میں چلتے چلتے ایک جگہ پہنچا جہاں مجھے ایک قصاب نظر آیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں فوجی لباس میں ہوں۔ اور ایک بڑی مہم پر جا رہا ہوں۔ جب میں قصاب کے قریب پہنچا۔ تو مجھے القا ہوا۔ کہ یہ قصاب دراصل ملک الموت ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک ساطورہ ہے۔ وہ اس ہتھیار سے ہر اس شخص کے ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کاٹ کاٹ کر پھینکتا جاتا ہے۔ جو اس کے پاس آتا ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا۔ تو میں نے نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ :۔ "میں آپ کی منت کرتا ہوں کہ آپ مجھے آگے گذرنے سے نہ روکیں" میرے یہ الفاظ سُن کر موت کے فرشتہ نے اشارہ کیا۔ کہ آپ گذر سکتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھنے کے لئے قدم اٹھایا۔ تو میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے اس رؤیا کی یہ تفہیم ہوئی۔ کہ میں اس بیماری سے شفایاب ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے اس خواب اور اس کی تعبیر سے احباب کو اطلاع کر دی۔

خواب کی تعبیر سفر مالابار سے پہلے رویا میں میں نے دیکھا تھا۔ کہ ایک جنگل جس میں سرکنڈے ہی سرکنڈے نظر آتے ہیں۔ میں ایک ببول کے درخت کے تنے پر بیٹھا ہوں۔ اسی حالت میں درخت کے جنوب کی طرف سے مجھے ایک شیر نظر آیا۔ جو مجھے کہتا ہے کہ "اے مہدی میں تجھ پر حملہ کروں"۔ میرے نزدیک اس رؤیا والے شیر سے مراد میری وہ بیماری تھی جو پیشاب کی نالی پر بصورتِ دُنبل ظاہر ہوئی اور ساتھ بخار بھی چڑھنے لگا۔ یہی مہلک بیماری شیر کی شکل میں مجھے دکھائی گئی۔ اور اس رؤیا میں جنگل اور صحرا سے مراد میری غریب الوطنی کی حالت تھی۔ اور شیر کا مجھے مہدی کہنا اس طرف اشارہ کرتا تھا۔ کہ میں اپنے ہادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے ماتحت تبلیغی سفر پر ہوں گا

میرا جواب۔ کہ "اچھا تیری مرضی" رضاء بالقضاء کے معنوں میں تھا۔

ایک علمی سوال :۔

کنانور میں بہت سے علماء اپنے شاگردوں کے ساتھ ملاقات کو آئے۔ اور میرے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے ان میں سے ایک بڑے عالم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

اَیُّ لفظٍ یَا نُحَاۃَ الْمِلَّۃ
حرکۃٌ قَامَتْ مَقَامَ الْجُمْلَۃ

یعنی اے ملت کے نحویو! وہ کونسا لفظ ہے جو صرف حرکت ہے اور جملہ کے قائم مقام ہے
میں نے عرض کیا:۔

اِنَّ ھِنْدُ الْمَلِیحَۃُ الْحَسْنَآءِ
وَ اْیِ مَنْ اَضْمَرَتْ لِخِلٍّ وَفَآءِ

یہ سُن کر ایک صاحب بولے کہ انّ حرف ناصبہ ہے اور اس کا عمل اسم ھند کو منصوب کرنے والا ہے۔ نہ کہ مرفوع۔ اس کے جواب میں ابھی میں نے کچھ نہ کہا تھا۔ کہ سوال کرنے والوں میں سے ایک بڑے عالم بول اُٹھے۔ کہ آپ کا اعتراض درست نہیں۔ یہاں نصب کی بجائے رفع ہی درست ہے۔ اور اِنَّ اس جگہ ناصبہ نہیں بلکہ فعل امر کا صیغہ ہے۔

اس کے بعد متفرق باتیں ہوتی رہیں۔ اور بعض نے کہا۔ کہ جو شعر جواب میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کی سمجھ نہیں آئی۔ اور بعض نے کہا کہ یہ مسئلہ در اصل بہت مشکل ہے۔ حل نہیں ہو سکتا۔ لیکن سایل نے کہا کہ جو شعر پڑھا گیا ہے۔ اس میں اس سوال کا جواب آگیا ہے۔
اس پر حاضرین نے کہا۔ کہ اس جواب کی تشریح کر دی جائے۔

میں نے پہلے اس شعر کا ترجمہ کیا۔ کہ:۔

"اے ہند تو جو ملاحت اور حسن والی ہے۔ وعدہ وفا بھی کیا کر۔ ہاں اس محبوبہ کی وعدہ وفائی کی طرح جو اپنے مخلص دوست کے حق میں عہدِ وفا کو بعزمِ صمیم دل میں ٹھانے ہوئے ہے۔"

اس کے بعد میں نے جو تشریح کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس شعر میں اِنَّ جو اپنی شکل کے لحاظ سے حرف ناصبہ اور فعل امر کے صیغہ میں مشترک طور پر ہے۔ وہ اس جگہ اِنَّ ناصبہ کے

طور پہ استعمال نہیں ہوا - بلکہ فعل امر کے صیغہ واحد - مؤنث - حاضر کے طور پر استعمال ہوا ہے
اور اس لحاظ سے وَأْيٌ مصدر سے ہے جس کے معنیٰ ہیں - اے ہند تو وعدہ وفائی کر -
اور ہند بوجہ بحذف حرف ندا منادیٰ ہونے کے مرفوع ہے - جیسے یَا اَللّٰهُ یَا زَیْدُ وغیرہ
اور وَأَیَ ماضی سے مضارع یئی ہے جیسے وَقٰی سے مضارع یَقِی ہے - اور صیغہ واحد
مذکر حاضر فعل امر بنتا ہے - اور بصورت امر حاضر واحد مذکر میں تَقِی کی طرح تئی - امر کا صیغہ
بنانے کے لئے مضارع کی علامت حرف تَ جو مضارع میں بصیغہ حاضر استعمال ہوتی ہے -
اور امر کے صیغہ میں وہ علامت حذف کر دی جاتی ہے - اور آخر کا حرف یَ بھی بوجہ حرف علت
بقاعدہ تخفیف حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تدعو جو مضارع ہے - اس میں اُدْعُ صیغہ امر
میں آخر کا حرف وَ جو علت ہے - اسے حذف کیا جاتا ہے - اور صرف حرکت ضمہ یا فتح یا
خفض کو تخفیف کے وقت حرف علت کی قائم مقامی میں کافی سمجھ لیا جاتا ہے - قِ اور
ئِ دونوں امر حاضر کے واحد مذکر کے صیغے ہیں - اور جب ان کو مؤنث کیا جائے تو قِیْ اور
اِیْ بن جاتے ہیں - اور جب اِیْ کو بغرض اظہار معنے تاکید نون ثقیلہ سے منضم کیا جائے تو
اِیْ کا حرف یْ بوجہ التقائے ساکنین گر گیا - اور سقوط یَ سے باقی اِنَّ رہ گیا -

جب میں نے یہ تشریح کی - تو ایک صاحب سوال کرنے لگے - کہ اِیْ سے نون ثقیلہ منضم
کرنے سے اجتماع ساکنین کی صورت کس طرح وقوع میں آئی - کیونکہ نون ثقیلہ تو مشدد اور منصوب
ہوتا ہے - میں نے جواباً عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ نون ثقیلہ سے پہلا حرف دو ہی صورتیں
رکھتا ہے - مثلاً یا وہ حرف علت میں سے ہو - یا حروف علت میں سے نہ ہو - نون ثقیلہ دراصل
ایک نون نہیں بلکہ دو نون ہیں - اور پہلا نون ساکن اور دوسرا مفتوح ہے اور اِنَّ اپنی وضع
اور شکل میں اِیْنْنَ ہے - جو نون کے مشدد ہونے کی وجہ سے اِنَّ ہو گیا -

اب جب کہ نون ثقیلہ کے مشدد نون میں دراصل دو نون ہیں اور پہلا نْ ساکن ہے
تو اگر اس سے پہلے کوئی حرف علت آجائے - اور وہ جیسے کہ اِیْ میں "یْ" ساکن ہے ساکن
ہو تو بوجہ التقاء ساکنین کے وہ حرف علت گر جائے گا - کیونکہ اجتماع ساکنین محال ہے -

جب میں نے اس حد تک تشریح کی - تو بعض علماء نے کہا کہ اب ہم اس مسئلہ کو بخوبی سمجھ
گئے ہیں -

اس پر میں نے کہا کہ ابھی سوال کا جواب پورے طور پر نہیں دیا گیا - ابھی مزید تشریح کی

ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا۔ کہ سائل کا سوال تو حرکۃُ قامت لمقام الجملہ کا فقرہ ہے۔ اور میں نے ابھی تک جو تشریح کی ہے وہ اِئْتِی اور اِتِّ کے متعلق ہے۔ نہ حرکت کے متعلق جو جملہ کے قائم مقام ہے۔ گو میری مندرجہ بالا تشریح سے اصل سوال کا جواب غور کرنے پر مل بھی سکتا ہے۔

میں نے مزید تشریح کرتے ہوئے کہا کہ حروف علت کی طرح حرف ہمزہ کے متعلق بھی علماء نے حذف و تغییر کے قواعد زبان عرب سے اخذ کئے ہیں۔ مہموز الفاء کی مثال اَمَرَ یَاْمُرُ میں پائی جاتی ہے۔ اور تَاْمُرُ کے صیغہ واحد حاضر فعل مضارع سے فعل امر۔ مُرْ بنایا جاتا ہے۔ اور ہمزہ جو تَاْمُرُ میں تھا۔ وہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مہموز العین کی مثال سَئَلَ یَسْئَلُ میں پائی جاتی ہے۔ اور اس سے صیغہ امر سَلْ اور اِسْئَلْ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اور مہموز اللام کی مثال جَاءَ۔ یَجِیْءُ سے اسم فاعل جایئ بتقدم حرف یَ و بتاخر حرف ہمزہ استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ جَاءٍ یا جائیئٌ بحذف حرف یٰ یا بتغییر مقدم بمؤخر استعمال کیا جاتا ہے۔

اب وَاْیٌ اگرچہ مثال واوی بھی ہے۔ اور ناقص یائی بھی۔ لیکن علاوہ مثال اور ناقص کے ہفت اقسام میں سے مہموز العین بھی ہے۔ اب مہموز العین کے متعلق سَلْ کے صیغہ امر کی مثال سے واضح کیا جا چکا ہے۔ کہ اس کا ہمزہ فعل امر کے صیغہ میں گر بھی جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مہموز العین کا ہمزہ جو وَاْیٌ سے اِ کی صورت میں عرف الف مکسورہ رہ گیا تھا۔ بوجہ مہموز العین ہونے کے گر گیا۔ اور جیسے صیغہ واحد مذکر میں ہمزہ گر کر باقی بطور نشان حرکت کسرہ جو ہمزہ مکسور کے نیچے پائی جاتی ہے رہ گئی۔ اور جس طرح فعل امر کے صیغہ واحد مذکر حاضر کے لئے اس حرکت کے لئے ہمزہ اصلی کے گرنے کے بعد۔ ہمزہ وصلی حرکت کے لئے بطور حامل حرکت ضروری تھا اسے استعمال میں لایا گیا۔ اور یہ صیغہ واحد مؤنث کے لئے بھی استعمال ہوا۔ اب نون ثقیلہ کا انضمام ہمزہ اصلی سے تو نہیں۔ البتہ ہمزہ وصلی سے ہے۔ اور اِتِّ جو وَاْیٌ سے ہند کو بصورت منادیٰ بصیغہ خطاب استعمال ہوا ہے۔ ان معنوں میں ہے۔ کہ اے ہندہ تو وعدہ وفائی کر۔ اور یہ اِتِّ دراصل وَاْیٌ سے بصیغہ واحد مؤنث فعل امر سے بوجہ مہموز العین ہونے کے ہمزہ اصلی گرا دیا گیا ہے۔ اور باقی صرف حرکت اعرابی رہ گئی ہے۔ جو بحالت تجرد قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ حرکت حرف متحرک کی مقتضی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمزہ اصلی کے حذف ہونے پر ہمزہ وصلی کو بطور

حال حرکت کے استعمال میں لانا ضروری تھا۔

او جملہ چونکہ فعل - فاعل اور زمانہ سے تعلق رکھتا ہے - اور اِنّ میں فاعل ھِنْدَۃ ہے اور فعل امر ہے - اور فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ بنا - اور یہ جملہ فعلیہ باوجود جملہ ہونے کے اپنی اہلیت کی رُو سے جو حرکت اِنّ کی ہے - اور مہموز العین سے وَ أَيٌّ کے امر کے ہمزہ کے گرنے سے صرف حرکت ہی رہ گئی ہے - وہی حرکت جملہ کا قائم مقام بن گئی۔

جب یہ جواب میں نے تشریح کے ساتھ پیش کیا - تو سب علماء اس سے بہت محظوظ ہوئے - اور جزاکم اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں ؛

پٹھانکوٹ میں یہی سوال :

اسی طرح میں ایک دفعہ ڈلہوزی سے واپس مرکز میں آرہا تھا - رستہ میں پٹھانکوٹ اُترا۔ ابھی گاڑی آنے میں کافی دیر تھی - میں سٹیشن کے قریب ہی ایک مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے چلا گیا - وہاں پر ایک حنفی المذہب مولوی عبد الکریم صاحب مع اپنے احباب کے آ گئے انہوں نے مجھ سے یہی شعر پڑھ کر سوال کیا - اور میں نے اوپر کی بیان کردہ تشریح کے مطابق جو میں نے نحو کی مشہور کتاب "مغنی اللبیب" سے اخذ کی تھی - ان کو جواب دیا جس سے وہ بہت ہی خوش ہوئے - اور کہنے لگے - کہ میں نے یہ سوال بہت سے علماء سے کیا ہے - لیکن کوئی جواب نہیں دے سکا - آج آپ کے جواب سے تسلی ہو گئی ہے۔

جب دوران گفتگو میں ان کو علم ہوا - کہ میں احمدی ہوں - تو انہوں نے کہا کہ جب میرے سوال کا جواب بہت سے علماء نہ دے سکے - تو انہوں نے کہا کہ احمدیوں میں ایسے عالم ہیں۔ جو اس عقدہ کو حل کر سکتے ہیں - اور یہ عجیب بات ہے کہ آج آپ کے ذریعہ سے ہی یہ عقدہ حل ہوا - اس کے بعد بعض مسائل کے متعلق اُن سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا - اور انہوں نے قادیان جلسہ پر آنے کا وعدہ کیا - اور ماہ دسمبر میں مع احباب قادیان آئے - اور بفضلہ تعالیٰ احمدیت میں داخل ہو گئے - بیعت کے بعد وہ مجھے ملے - قبولِ احمدیت کی وجہ سے بہت ہی خوش تھے۔

والحمد للّٰہ والشکر لہٗ علیٰ ما وفقہ بقبول الحق وتسلیم الحقیقۃ۔

مدرسہ اَس کو روانگی :-

مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ؓ نے جب میری علالت کے متعلق مفصل اطلاع سیدنا حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بھجوائی۔ تو حضور نے جواباً فرمایا کہ مدراس میں ایک بہت بڑا امریکن ڈاکٹر آیا ہے جو ایسے وبناؤں کے علاج کا ماہر ہے بہتر ہے کہ علاج وہاں کروایا جائے۔ چنانچہ احباب مالابار سے رخصت ہو کر ہم خشکی کے رستہ مدراس پہنچے۔ اور وہاں چوہدری ڈاکٹر محمد سعید صاحب کے ہاں فروکش ہوئے۔ عزیز عرفانی صاحب اس امریکن ڈاکٹر سے ملے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ علاج اس شرط پر کیا جائے گا کہ مریض کے پاس کوئی تیمار دار نہ رہے۔ جب اس شرط سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی۔ تو حضور نے اجازت نہ دی۔ اور فرمایا کہ یہ امریکن ڈاکٹر پہلے پادری رہ چکے ہیں۔ اور یہ لوگ جہاں جاتے ہیں ان کو اس ملک کے حالات اور اہلِ مذاہب کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اور امریکن مشنریوں کو احمدیہ جماعت سے بخوبی واقفیت ہے۔ ایسا نہ ہو کسی اثر کے ماتحت احمدی مبلغ کے علاج میں کسی قسم کی کوتاہی کریں۔ لہٰذا حضور نے ارشاد فرمایا کہ پانی پت آ کر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ سے علاج کروایا جائے۔

جب ہم مدراس میں مقیم تھے۔ تو مکرم و محترم جناب حکیم خلیل احمد صاحب جو ان دنوں بمبئی میں مبلغ تھے کا خط آیا کہ بمبئی میں ایک فاضل یہودی آیا ہے جس کو تیس کے قریب زبانوں کی واقفیت ہے۔ اور عربی زبان کا بھی ماہر ہے۔ اس نے بعض سوالات قرآن کریم کے متعلق علماء اسلام سے کئے ہیں۔ لیکن علماء نے اس کو جواب نہیں دیا۔ بلکہ سب و شتم سے کام لے کر اس کو اسلام سے بدظن کر دیا ہے۔ شہر میں اس فاضل یہودی کے سوالات اور علماء کی ناپسندیدہ روش کا عام چرچا ہے۔ اس لئے آپ پانی پت جاتے ہوئے چند روز بمبئی میں قیام کر کے اس یہودی فاضل کے سوالات کے جواب دیتے جائیں۔ چنانچہ ہم مدراس سے بمبئی کے لئے ڈاک گاڑی پر سوار ہوئے۔

مسیح پاک کے نام اور پیغام کی برکت

جب ہم گلبرگہ سٹیشن پر پہنچے۔ تو اچانک ہمارے ڈبہ میں ایک لحیم شحیم آدمی آ گھسا۔ اس کے کریہہ اور مہیب چہرہ کو دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی۔ میں بوجہ علالت لیٹا ہوا تھا اور سامنے دوسری سیٹ پر عرفانی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ شخص اندر داخل ہوا۔ تو

عزیز موصوف اٹھ کر میری سیٹ پر آئے ۔ اور کان میں کہنے لگے کہ آپ کی طبیعت بہت علیل ہے ۔ اور ہم سفر کی حالت میں ہیں ۔ آپ کی عادت تبلیغ کرنے کی ہے ۔ اس شخص کو تبلیغ نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ ہمیں احمدی ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچائے ۔ بہتر یہی ہے کہ ہم خاموشی کے ساتھ وقت کاٹ لیں ۔

میں نے عرض کیا ۔ کہ عزیز من! اگر آپ اس بات کا اظہار نہ کرتے ۔ اور ہم تبلیغ کے بغیر وقت گذار لیتے ۔ تو اور بات تھی ۔ لیکن اب تو ہماری خاموشی مخلوق کے ڈر کی وجہ سے ہوگی ۔ میں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا ۔ میرے نزدیک اس اجنبی شخص سے ڈر کر تبلیغ نہ کرنا شرک کی ایک قسم ہے ۔ اگر ہم اس شرک کی حالت میں مر گئے ۔ تو ہماری عاقبت تباہ ہوگی ۔ لیکن اگر ہم تبلیغ کرتے ہوئے مارے گئے تو ہمارا خاتمہ بالایمان ہوگا ۔ اور ہماری موت شہادت کی موت ہوگی ۔ پس آپ بیشک خاموش رہیں ۔ میں تو اپنے ایمان اور یقین کی بنا پر کہہ سکتا ہوں ۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور پیغام تمام برکتوں کا باعث ہے ۔ میری یہ بات سن کر عزیز موصوف خاموش ہو گئے ۔

وہ مہیب شکل اجنبی جو برابر کی سیٹ پر اپنا سامان رکھنے کے بعد بیٹھ چکے تھے ۔ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے ۔ کہ آپ کہاں سے آئے ہیں ۔ میں نے عرض کیا ہم مالابار سے آرہے ہیں آج صبح مدراس سے گاڑی میں سوار ہوئے تھے ۔ انہوں نے دریافت کیا ۔ کہ آپ مالابار کس غرض کے لئے گئے تھے ۔ میں نے عرض کیا ۔ کہ ہم مالابار بغرض تبلیغ گئے تھے اور اصل وطن ہمارا قادیان مقدس صوبہ پنجاب میں ہے ۔ جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مبعوث ہوئے ۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور خلافت میں منصب امامت و رسالت عطا کیا ہے اور اس زمانہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے مقام پر فائز کیا ہے ۔

انہوں نے دریافت کیا ۔ کہ علاقہ مالابار میں آپ کی تبلیغ سے کوئی احمدیت میں داخل ہوا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کے فضل سے پچاس کے قریب افراد داخل سلسلہ ہوئے ہیں ۔ ویسے مالابار میں سینکڑوں کی تعداد میں جماعت موجود ہے ۔

پھر میں نے پوچھا ۔ کیا آپ ریاست حیدر آباد کے رہنے والے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ در اصل میں یو ۔ پی کا رہنے والا ہوں اور علاقہ نظام میں تحصیلدار کے عہدہ پر ہوں میرا علاقہ گلبرگہ کے قریب پڑتا ہے ۔ اس لئے میں عرس میں شامل ہو کر ضروری انتظامات

ہی حصہ لیتا رہا۔ اب میں رخصت پر اپنے وطن جا رہا ہوں۔ اس کے بعد معذرت کرتے ہوئے انہوں نے اپنی جیب سے پانسو ۵۰۰ منکے کی تسبیح نکال کر وظیفہ کرنا چاہا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ شغل نہایت ہی بابرکت ہے۔ ؂

فرصتے با خلق بارے فرصتے با خالقے
ایں چنیں زیبا روش باشد پئے ہر عاشقے

اس پر کہنے لگے۔ پھر فرمائیے گا۔ میں نے شعر کو دوہرایا۔ اور عرض کیا کہ انسان کے وجود کے دو ہی حصے ہیں۔ ایک جسم۔ دوسرے روح۔ جسم کا تعلق ظاہر سے ہے اور روح کا باطن سے۔ مخلوق ظاہر ہے اور خالق باطن۔ اسلام کی تعلیم بھی بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ کے ارشاد کے ماتحت دو ہی حصوں پر مشتمل ہے۔ اوّل یہ کہ انسان اپنے خالق کے لئے مسلم اور فرمان بردار رہے۔ اور اس کی مخلوق کے ساتھ بھلائی اور احسان کرے۔ یعنی ایک طرف مخلوق کے ساتھ احسان کا تعلق رکھے۔ اور دوسری طرف مسلم کی حیثیت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر و اذکار اور عبادت کرے اور فرمانبردار رہے۔ اور اس طرح حسنات دنیا اور حسنات آخرت کو حاصل کرنے والا ہو۔ المختصر انسان کی زندگی کے اہم مقصد دو ہی ہیں۔ کبھی وہ خلق کی خدمت میں لگا ہوا ہو۔ اور کبھی خالق کے حضور جھکا ہوا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بھی انہی دونوں مقاصد کو لئے ہوئے تھا۔ کبھی فَصَلِّ لِرَبِّكَ کے ارشاد کے ماتحت ذکر الٰہی کے لئے نماز پڑھتے اور کبھی وَانْحَرْ کے ارشاد کے ماتحت جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نفسی اور آفاقی طاقتیں اور قوتیں حاصل تھیں انہیں مخلوقِ خدا کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ترقی کی غرض سے قربان کرتے۔

میری باتیں سن کر وہ بہت مسرور ہوئے اور کہنے لگے۔ آپ کی باتیں بہت ہی دلچسپ ہیں۔ اور معرفت کا رنگ رکھتی ہیں۔ پھر فرمانے لگے۔ کہ آپ چونکہ علیل ہیں اس لئے آپ کے رفیق سفر اگر میری سیٹ پر آکر بیٹھیں تو آپ کو آرام رہے گا۔ اس کے بعد انہوں نے تین گھنٹے تک وظیفہ کیا۔

بہت سے سٹیشنوں کو چھوڑنے کے بعد جب گاڑی ٹھہری۔ تو اس وقت اڑھائی بجے بعد دوپہر کا وقت تھا۔ ہم نے صبح سے کچھ نہ کھایا تھا۔ گاڑی رکتے ہی عزیز عرفانی صاحب فوراً اتر گئے۔ تا کچھ کھانے کے لئے لائیں۔ جب عزیز موصوف گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم

پر گئے ۔ تو وہ اجنبی مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ آپ کے ساتھی کہاں گئے ہیں میں نے کہا کہ وہ کھانا پینے کے لئے گئے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ کھانا تو میرے پاس بافراط موجود ہے جو دو دن کے لئے کافی ہوسکتا ہے ۔ میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اب تو وہ جا چکے ہیں ۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں ۔ کہ عزیز موصوف واپس آئے ۔ اور کہنے لگے کہ سٹیشن پر بہت سے فوجی سپاہی اترے ہوئے ہیں ۔ جس کی وجہ سے کھانا ختم ہو چکا ہے ۔ یہ سن کر وہ صاحب بہت خوش ہوئے ۔ اور کہا ۔ کہ اب مجھے خدمت کا موقعہ مل گیا ہے ۔ گلبرگہ سے بہت سا کھانا لنگر کے منتظمین نے میرے ساتھ رکھ دیا تھا ۔ وہ آپ کے لئے سفر میں کفایت کریگا ۔ چنانچہ انہوں نے وہ پر تکلف کھانا اور بہت سا پھل ہمارے سامنے رکھ دیا ۔

ہم یہ خیال بھی نہ کر سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہمارے لئے اس مہیب شکل اور کریہہ المنظر شخص کے ذریعہ ایسی لذیذ دعوت کا انتظام کرے گی ۔

جب ہم کھانا کھا چکے ۔ تو ان صاحب نے کہا ۔ کہ اب میری منزل قریب آگئی ہے ۔ میں اگلے سٹیشن پر اتر جاؤں گا ۔ باقی کھانا آپ ساتھ رکھ لیں ۔ ابھی یہ اچھی حالت میں ہے ۔ آپ کا سفر لمبا ہے ۔ شاید آئندہ بھی کھانا حسب منشاء نہ ملے ۔ چنانچہ وہ تو اگلے سٹیشن پر اتر گئے ۔ اور کھانا عرفانی صاحب نے رکھ لیا ۔

اس موقعہ پر عرفانی صاحبؓ تو بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور مسیح پاک پر درود بھیجتے اور اس بات کا اظہار فرماتے کہ کاش آج خواجہ کمال الدین صاحب آپ کے ہمسفر ہوتے ۔ اور یہ اعجازی برکت دیکھ لیتے ۔ جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے ۔ اور ان کو معلوم ہو جاتا ۔ کہ مسیح پاک کا نام سمّ قاتل نہیں بلکہ تمام دکھوں اور دردوں کے لئے تریاق اکبر ہے ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ وَ آلِھِمَا اَجْمَعِیْنَ ۔

بمبئی سے پانی پت کو روانگی :

بمبئی میں چند دن قیام کر کے فاضل یہودی کے سوالات کا جواب دینے کے بعد ہم پانی پت کے لئے روانہ ہوئے ۔ پانی پت میں ہمیں ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کوٹھی کے ساتھ ہی مکان میں ٹھہرانے کا انتظام کیا ۔ اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت بغرض علاج حاضر ہوا

ہوں۔ تو آپ نے بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور کہنے لگے

علاج کی رُوحانی فیس

چونکہ اب آپ ہمارے زیرِ علاج ہوں گے۔ اس لئے ہم نے آپ سے فیس بھی لینی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جو فیس آپ فرمائیں۔ انشاء اللہ پیش کر دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آپ ہمیں روزانہ ایک رکوع قرآن کریم کا جہاں سے ہم چاہیں۔ تفسیر کے ساتھ سنا دیا کریں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے اس خدمت کے بجا لانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق ہر روز ایک رکوع کا میں درس دیتا رہا۔

حضرت میر صاحبؓ میرے زخم کا کئی دن تک معائنہ فرماتے رہے۔ اور آپ نے یہ رائے قائم کی۔ کہ ڈاکٹر نے اپریشن بہت قابلیت سے کیا ہے۔ لیکن چونکہ دنبل میں پیپ پڑنے سے پیشاب کی نالی کا نیچے کا حصہ کھایا جا چکا ہے۔ اور اس میں سوراخ ہو گیا ہے اس لئے پیشاب بجائے اصل راستہ کے اس سوراخ سے بہ جاتا ہے۔ چونکہ یہ زخم اور سوراخ ایسی جگہ ہے۔ جو بہت نازک ہے۔ اس لئے نہ تو یہاں ٹانکے لگائے جا سکتے ہیں۔ اور نہ ہی زخم کے اندمال کی کوئی اور تدبیر کی جا سکتی ہے۔ اور فرمایا کہ اس زخم کو اسی حالت پر چھوڑ دیں۔ شاید کوئی صورت اصلاح کی اللہ تعالےٰ پیدا فرما دے۔

اس وقت میری حالت یہ تھی۔ کہ پیشاب چونکہ اصل رستہ سے نہیں آتا تھا۔ اس لئے زخم میں شدید درد ہوتا تھا۔ جو برداشت سے باہر تھا۔

جب ہم نے وہاں سے حضرت صاحب کی خدمت میں تمام کوائف لکھے۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ قادیان آجائیں۔ چنانچہ ہم قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن تک حضرت میر صاحبؓ بھی ساتھ آئے۔ اور جب گاڑی چلنے لگی۔ تو آپ نے میرے ہاتھ میں ایک لپٹی ہوئی چیز دے کر فرمایا۔ کہ اس کو دو تین اسٹیشن گذرنے کے بعد کھول کر دیکھ لیں۔ جب میں نے دو سٹیشنوں کے بعد اس کاغذ کو کھولا۔ تو اس میں ایک رقم تھی۔ اور ساتھ رقعہ تھا۔ کہ آپ دیر کے بعد گھر جا رہے ہیں۔ میری طرف سے گھر میں بچوں کے لئے کوئی تحفہ لے جائیں۔

حضرت میر صاحب رضی اللہ تعالےٰ کے اس اخلاص اور بے ریا شفقت کا میرے قلب پر نہایت ہی گہرا اثر ہوا۔

فجزاہم اللہ احسن الجزاء

حضرت اُمّ المومنینؓ کی طرف سے ضیافت :-

جب ہم پانی پت سے روانہ ہو کر قادیان مقدس پہنچے ۔ تو عرفانی صاحبؓ تو اپنے گھر چلے گئے اور خاکسار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان خانہ میں ٹھہرا ۔ حضرت مقدسہ مطہرہ اُمّ المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا بدرجاتہا الرفیعۃ فی الجنّۃ العالیۃ العلیہ) نے فرمایا ۔ کہ مولوی راجیکی صاحب کی پہلی ضیافت میرے ہاں تیار ہوگی ۔
میں چونکہ بوجہ ذبیل زیادہ چل پھر نہ سکتا تھا ۔ اس لئے حضرت ام المومنین رضؓ نے کھانا تیار کر کے مہمان خانہ میں بھجوا دیا ۔ کبوتر کا گوشت اور سات کے قریب چھوٹی چھوٹی چپاتیاں تھیں ۔ میرے لئے ویسے تو دو چپاتیاں ہی کافی تھیں ۔ لیکن میں نے اس خیال سے کہ حضرت ممدوحہ کے ہاتھ سے تیار شدہ کھانا میرے لئے باعثِ شفا ہو گا یہ سب کھانا کھا لیا ۔ چنانچہ ہر لقمہ میرے لئے برکت کا باعث بنتا گیا ۔ اور مجھے محسوس ہونے لگا ۔ کہ اس سے میری طبیعت پر اچھا اثر پڑ رہا ہے ۔
ابھی دو تین دن تخت گاہِ رسول میں گذرے تھے ۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا ۔ کہ چونکہ آپ کے اہل و عیال لاہور میں ہیں ۔ اس لئے آپ لاہور چلے جائیں ۔ چنانچہ میں لاہور آ گیا ۔

ایک عجیب رؤیاء :-

لاہور میں پہلی رات ہی میں نے خواب دیکھا ۔ کہ میں درس قرآن کریم دے رہا ہوں ۔ اور حلقہ درس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں ۔ اس وقت میں اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا کی تفسیر بیان کر رہا ہوں ۔ اور یہ کہتا ہوں ۔ کہ نُمْلِیْ لَھُمْ میں حرف لام افادہ کا ہے ۔ اور لیزدادو میں حرف لام غایت اور انجام کا ہے جیسے لام العاقبہ بھی کہا جاتا ہے ۔ اور اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہم مہلت تو ان لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے دیتے ہیں لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بجائے نیک اعمال کے گناہوں میں بڑھتے جاتے ہیں ۔ میری اس تفسیر کو سن کر حضرت اقدس علیہ السلام بہت ہی خوش ہوئے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا مَنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلائے ۔ اس کی راہ نمائی کامیابی کے سیدھے راستے کی طرف کی جاتی ہے ۔

اس رؤیا کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوئی۔ کہ جو شخص اپنی زندگی سے نیکی کا فائدہ نہ اُٹھا سکے بلکہ گناہوں میں بڑھتا چلا جائے۔ اور اس کے لئے بدی سے باز آنا مشکل ہو جائے اس کی ہدایت کے لئے یہ نسخہ بہت مفید ہے۔ کہ وہ تبلیغ کا کام شروع کر دے۔ کیوں کہ تبلیغ ایک ایسا مجاہدہ ہے۔ کہ اس سے بڑے بڑے کافر اور فاسق بھی اپنی حالت بدل لیتے ہیں۔

رُوحانی عِلاج

مجھے یہ بھی خیال آیا۔ کہ مُبَشِّر کو ہی تبشیر حق سے مُبَشَّر بننا نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسرے دن جب حضرت قریشی حکیم محمد حسین صاحب خطبہ جمعہ پڑھنے لگے۔ تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ کل ہفتہ کے روز سے میں انشاء اللہ درس القرآن کا سلسلہ شروع کروں گا احباب شامل ہو کر فائدہ اٹھائیں۔ جناب حکیم صاحب موصوف نے فرمایا کہ ہم تو آپ کی شدید اور پیچیدہ بیماری کے علاج کے لئے آپ کو میو ہسپتال میں داخل کرنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ اور آپ درس دینے کی خواہش رکھتے ہیں۔ جو آپ کی بیماری کے پیش نظر سخت مضر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرا علاج درس کے ذریعہ سے ہی ہو سکے گا۔ نہ کہ میو ہسپتال میں داخلہ سے۔ اور یہ بات میں نے اپنی رویا کی بنا پر کہی۔ اور میں نے دوسرے دن درس جاری کر دیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ ابھی مجھے درس دیتے ہوئے ایک ہفتہ ہی گذرا تھا۔ کہ پیشاب اصلی راستے سے آنا شروع ہو گیا۔ اور ایک مہینہ کے اندر وہ خطرناک زخم بھی الٰہی تصرفات کے ماتحت مندمل ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

رِسالہ اَبْ یا رَبّ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے عہدِ خلافت میں میں نے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔ جس کا نام اَبْ یا رَبّ رکھا۔ حضور نے جب اسے پڑھا۔ تو بہت پسند فرمایا۔ اور مجھے ایک رقم بطور انعام کے عطا فرمائی۔ اور اس رسالہ کے بہت سے نسخے مطبع سے خرید کر بڑے بڑے عیسائیوں اور پادریوں کے نام ارسال فرمائے۔

یہ رسالہ میں نے ایک پادری کے رسالہ کے جواب میں لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے انجیل اور قرآن کا مقابلہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کو اَبْ کہنے کی فضیلت رَبّ پر ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔

وفدِ علماءِ شام :

ایک عرصہ کی بات ہے ۔ کہ علماء شام کا ایک وفد قادیان میں وارد ہوا ۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس وفد کو اپنے گھر مدعو فرمایا ۔ اور اس موقعہ پر حضرت میر صاحبؓ نے مجھے فرمایا ۔ کہ اپنا کوئی عربی کلام مہمانوں کو سنائیں ۔ چنانچہ میں نے اپنے اس عربی قصیدہ کے چند اشعار سنائے جو میں نے دہلی میں لکھا تھا ۔ وہ اشعار یہ ہیں :-

ے

اقول الحق تصدیقاً ببالی　　لمن یسعیٰ الٰی تحقیق حالی
الا انّی اقول ولا ابالی　　لمن یابیٰ ویرغب عن مقالی
وَقلتُ مبشّراً من قبل ھذا　　وبلّغت الھدیٰ مِمّا بدالی
فبالتبلیغ بَعد الجھدِ حقّاً　　قلوب اِھتدت بعد الضلال
وَاِنّی مسلمٌ والسِلمُ دینی　　وان ھدی الالٰہ ھو الھدالی
وَاِنّی اَحمدیٌ ذو نصیبٍ　　وذو حظٍ عظیمٍ بالنوال
وجدتُ زمان موعودٍ عظیم　　رَسولِ اللّٰہِ احمدَ ذی المعالی
مسیح الخلق مھدیٍ دھادٍ　　نبی اللّٰہ حقّاً بالکمال
ھو الموعود ذو قدرٍ رفیع　　ھو المعھود ذو مجدٍ وعالی
ھو المطلوب منتظرُ البرایا　　ھو المحبوب فی ذی الجمال
وَعینی قد رات حسناً بدیعا　　وَاحسن منہ لم اَرَ من مثال
وانّ الشمس قد طلعت علینا　　وقد کشفت بھا ظلم اللیالی
وللاسلام ایّامٌ لنصرٍ　　وَاقبال لہ بعد الزوال
اتی الموعود فصلاً للقضایا　　لیحکم بیننا بالاعتدال
وَلیس لہ الی السیف احتیاجٌ　　لاصلاحٍ ودفع الاختلال
وقد کسر الصلیبَ بغیر حربٍ
وقد ھزَمَ الجیوشَ بلا قتال

اس قصیدہ کے تقریباً چالیس اشعار تھے ۔ لیکن اس موقعہ پر چند اشعار ہی میں نے پڑھ کر سنائے ۔

دہلی میں میں نے اسی کے ساتھ ایک غیر منقوطہ قصیدہ بھی لکھا۔ اور تمام علماءِ دہلی کو چیلنج دیا کہ وہ احمدیت کی صداقت کے متعلق عربی نظم و نثر میں یا قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر میں جس پر ان کو زیادہ عبور ہو ۔ ۔ ۔ مقابلہ کر لیں۔ لیکن خدا کے فضل سے سلسلہ حقّہ کا ایسا رعب قائم ہوا۔ کہ کوئی عالم مقابلہ کے لئے نہ آسکا۔ غیر منقوطہ قصیدہ کے ابتدائی شعر یہ ہیں۔ یہ قصیدہ عربی رسالہ "البشریٰ" میں بھی شایع ہو چکا ہے۔

۵

الا لاح امر الله وعداً موكدا	له حل موعود وأرسل موعدا
امام همام مصلح ومعلم	رسول ومامور وداع الى الهدا
ولاح لاهل العصر طوساطعها	واكرمه المولى علوا وسوددا

سہارنپور میں :

خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے ہندوستان کے طول و عرض میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے کا موقعہ ملا ہے۔ اسی سلسلہ میں سہارن پور (یو۔پی) میں بھی کئی بار جانے کا موقعہ ملا ہے ۱۹۴۵ء میں جناب نواب عادل خاں صاحب رئیس شہر کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاکسار کو وہاں بھجوایا۔ وہاں پر علماء سے کئی مقابلے ہوئے۔ مندرجہ ذیل مطبوعہ اشتہار (جو اتفاق سے دستیاب ہو گیا ہے) وہاں کے ایک عالم جناب ہلالی صاحب کے چیلنج کے جواب میں لکھا گیا۔ ہلالی صاحب اس کے بعد مقابل پر نہ آئے۔ (نقل مطابق اصل بجواب چیلنج ہلالی صاحب)

بسم الله الرحمن الرحيم **ہلالی صاحب کا چیلنج مناظرہ منظور** نحمده ونصلي على رسوله الكريم

ان كنت ازمعت النضال فاننا ٭ نأتي كما يأتي لصيد ضيغم

اگر تو نے مقابلہ فضال میں آنے کی ٹھانی ہے۔ تو ہم بھی مقابلہ کیلئے ایسے آئینگے جیسے شیر شکار کیلئے

ہلالی صاحب نے اپنے ٹریکٹ میں مجھے ایک چیلنج دیا ہے۔ جس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:۔
"وہ تقریری مناظرہ کے لئے بھی تیار ہو جائیں۔ تاکہ مبلغ علم کا پتہ ہو جائے" میری

طرف سے اس کا جواب یہی ہے۔ کہ تحریری اور تقریری دونوں طرح کا مناظرہ ہو جائے۔ یعنی جو کچھ پہلے تحریری صورت میں مناظرہ ہو۔ اسی تحریری مناظرہ کو بعد میں مجمع میں سُنا دیا جائے۔ تو یہ صورت فریقین کے لئے مساوات بھی رکھتی ہے۔ اور اگر بلالی صاحب کا مقصد مبلغ علم کا معلوم کرنا ہو جیسا کہ انہوں نے اس کے متعلق خود تحریر فرمایا ہے تو بحیثیت شانِ عالمانہ و فاضلانہ عربی زبان میں تحریری و تقریری مناظرہ کی صورت سے اپنی علمی قابلیت کا جوہر اور مبلغِ علم کا کمال پبلک پر عیاں فرمائیں۔ راقم بذا اس طرح کے مناظرہ کے لئے بھی تیار ہے اور حاضر ہے۔ اور اگر وہ عربی میں تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے بھی تیار ہوں۔ تو راقم اس مقابلہ کے لئے بھی حاضر ہے۔ اور اگر عربی زبان میں تحریری مناظرہ یا تفسیر نویسی سے وہ عاجز اور تہیدست ہوں تو ہم انہیں اُردو زبان میں تحریری اور تقریری مناظرہ کے لئے بھی موقع دینے کے لئے تیار ہیں۔

تحریری مناظرہ میں کئی فوائد ہیں (۱) سب سے بڑا فائدہ تحریر میں یہ ہے۔ کہ کوئی فریق غلط بیانی نہیں کر سکتا۔

(۲) یہ کہ تحریر کے بعد کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

(۳) یہ کہ علاوہ حاضرین کو پڑھ کر سنانے کے جو لوگ حاضر نہ ہوں۔ تحریر سے وہ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۴) یہ کہ تحریری مناظرہ میں وہ فتنہ اور فساد کی صورت جو صرف تقریری مناظرہ میں بعض دفعہ وقوع میں آتی ہے۔ اس سے امن رہتا ہے۔

(۵) یہ کہ تحریری مناظرہ حکومت کے لئے بھی باعثِ تشویش نہیں ہو سکتا جیسا کہ صرف تقریری کے وقت ممکن ہے کہ باعثِ تشویش ہو۔

(۶) یہ کہ تحریری مناظرہ کے پرچے مجمع میں سُنائے جانے سے تحریری مناظرہ کے ساتھ تقریری مناظرہ کا فائدہ بھی دے سکتے ہیں۔

(۷) یہ کہ تحریری مناظرہ بعد کی نسلوں کے لئے بھی بطور علمی یادگار فائدہ بخش ہو سکتا ہے

(۸) یہ کہ بلالی صاحب کا یہ علمی کارنامہ جو تحریری مناظرہ کی صورت میں سہارنپور کی پبلک اور بعد کی نسلوں کے لئے قابلِ فخر آثارِ باقیہ سے ہو سکتا ہے۔ تقریری مناظرہ کی صورت میں ناممکن ہے۔

ہم عربی اور اردو دونوں طرح کے تحریری اور تقریری مناظرہ کے لئے حسب صورت پیش کردہ تیار ہیں۔ ہاں بالکل تیار ہیں۔ اب اس کے بعد بھی بلالی صاحب اپنے کھلے فرار اور اپنی مستحق مذمت و ملامت شکست کو ہماری طرف منسوب کریں تو ان کی یہ غلط بیانی اور کذب آلود لاف زنی سہارنپور کے ہر شریف اور سمجھ دار اور ہر صاحبِ علم کے نزدیک باعثِ صد ملامت و افسوس ہوگی۔

بلالی صاحب کو اگر اپنے چیلنج مناظرہ کے مطابق ہماری پیشکردہ صورت جو تحریری و تقریری مناظرہ کی مشترکہ صورت ہے منظور ہو۔ تو ۹ رمئی ۱۹۴۵ء کی تاریخ تک کسی وقت ہم سے شرائط ضروریہ مناظرہ بصورتِ تحریر طے کرلیں۔ اور اگر ۹ رمئی ۱۹۴۵ء تک اُن کی طرف سے صورت پیشکردہ کے مطابق کوئی کارروائی عمل میں نہ آئی۔ تو سہارنپور شہر کی پبلک کے نزدیک ان کے چیلنج مناظرہ کی حرکت کے بعد اُن کا یہ سکون اور عدم تنفس کیا عدم بعد از وجود کی دلیل متصور نہ ہوگا ؎

ندارد کسے با تو ناگفتہ کار ✿ ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

المشتھر

ابوالبرکات راجیکی نزیل سہارنپور شہر

(بقلم سلطان احمد ...)

رسالہ تصدیق المسیح (پنجابی) :۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں میں نے پنجابی زبان میں ایک رسالہ "تصدیق المسیح" نامی لکھا۔ جس کو سید عبدالحی صاحب عرب مرحوم نے شائع کیا۔ اس رسالہ کے بعض اشعار درج ذیل کرتا ہوں :۔ ؎

دے ساقی اک ساغر بھر کے اس عرفان شراوں ✿ جس دی وحدت کراں مطالعہ کثرت دے ہر باوں

بیخود کر کے سُٹے مینوں خودی تمام ونجاوے ✿ محویت دا نشہ چڑھا کے مست الست بناوے

تاں بلبل بن کے اس چمن دا سیر کراں عرفانی ✿ مت ثَمَّ وَجْهُ اللهِ والا دیکھاں حسن نورانی

ایہہ قرآن دلاں دی عینک جو کوئی اگے دھر دا

گرد غباروں دھوتا دیکھے اوہ مکھڑا دلبر دا

آ گیا ہادی اُمتاں دا :۔

مندرجہ ذیل اشعار میں نے مسجد مبارک قادیان میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مجلس میں سنائے۔ اور حضور کی توجہ سے مجھ پر ایک خاص وجدانی کیفیت آٹھ دن تک رہی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ؕ

(الف)

آ گیا ہادی اُمتاں دا احمدؐ کل رسولاں دی شان والا
مظہر خاص جمال جلال ربی احمدؐ عربی دے حسن احسان والا
جس دی نال آمد آ گئے نبی سارے عیسےٰ اُتر آیا آسمان والا
جس دے آؤنے تھیں کھلے بھید سارے کھلا باب عجیب عرفان والا

(ب)

بہت سارے عقدے سخت مشکل جھگڑے نبی احمدؐ آ کے حل کیتے
گل گل اندر پیچ وَل آہا سبھو وَل اُس نے آ کے وَل کیتے
زور کفر کفار دے توڑ دتے سینے موذیاں دے وچ سَل کیتے
کیتا دور سب شرک تے بدعتاں نوں کم مذہباں دے وچ پَل کیتے

رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کے متعلق ایک لطیفہ :۔

سلسلہ کے ایک بزرگ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ پر راضی ہو جائیں۔ کہنے لگے۔ کہ میں تو اللہ تعالیٰ پر راضی ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر آپ احکامِ شریعت کے لحاظ سے اور احکام قضاء و قدر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو دل و جان اور رضا و رغبت سے قبول کر کے اس کی تعمیل میں کوشاں رہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی آپ پر ضرور راضی ہوگا۔ کیونکہ آیت یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً میں راضیۃ کو مرضیۃ پر مقدم رکھا گیا ہے۔ یعنی نفسِ مطمئنہ پہلے اللہ تعالیٰ پر ہر اعتبار سے راضی ہوتا ہے۔ اور

پھر اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہو جاتی ہے۔
اس نکتہ کے سننے پر سائل نے عرض کیا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کے الفاظ آئے ہیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذکر پہلے ہے اور مومنوں کی رضامندی کا ذکر بعد میں۔ اور آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذَالِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اس شخص کے لئے پائی جاتی ہے۔ جس کے دل میں اپنے رب کی خشیت ہو۔
اس کے جواب میں وہ بزرگ فرمانے لگے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ لہٰذا دوسری پیش کردہ آیت کا مطلب علاوہ اور باتوں کے یہ بھی ہے۔ کہ اس میں وَرَضُوْا عَنْہُ کی وَ حالیہ ہے۔ اور اس آیت کے یہ معنے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مومن بندوں سے راضی ہوا۔ اس حالت میں کہ وہ اس سے راضی ہو گئے۔ اور وہ بات جس کی وجہ سے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کی عظمت کا احساس ہے جو خودی اور خود روی کے حجابوں کو اٹھا دیتا ہے۔ پس ان معنوں کے رُو سے دونوں آیات میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

وِصالِ الٰہی:

ایک دفعہ ایک مجلس میں میں تصوّف کے متعلق بعض باتیں بیان کر رہا تھا۔ کہ یہ سوال پیش ہوا۔ کہ وصالِ الٰہی کے مسئلہ کی حقیقت کیسے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اور عام لوگ کس علامت سے شناخت کر سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو اللہ تعالیٰ کا وصال حاصل ہو چکا ہے۔ جب میں رات کو سویا۔ تو مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور مجھ پر یہ مسئلہ منکشف فرمایا گیا۔ جسے مختصر طور پر یہاں تحریر کر دیتا ہوں۔
وصالِ الٰہی کے لئے دو قسم کی علامتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک وہ قسم جو واصل باللہ میں پائی جاتی ہے۔ اور دوسری وہ قسم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے واصل بندے کے لئے ظہور میں آتی ہے۔ عبدِ سالک کے لئے شریعت حقّہ کی پیش کردہ تعلیم پر پوری طرح عامل ہونا اور اسوۂ رسول کے مطابق اپنی زندگی بنانا بہت ضروری ہے۔ اس کیلئے تمام عقاید۔ اعمال اور اخلاق۔ تعلیم شریعت اور اسوۂ رسول میں ڈھلے ہوئے ہونے چاہئیں۔ اس کو تقوےٰ کی باریک سے باریک راہوں سے واقف اور اللہ تعالیٰ کی تمام جلالی اور جمالی صفات سے

آگاہ ہونا چاہیئے۔ اس کی عملی زندگی میں اتقا کا اثر نمایاں ہونا چاہیئے۔ اور اس کو معرفت کے ہر باب کے متعلق وسیع معلومات رکھنی چاہیئیں۔ اور اس کے بیان کردہ حقائق کی روح القدس کی طرف سے تائید ہونی چاہیئے۔ اور وصالِ الٰہی کی وہ سب علامات جو قرآنِ کریم سے ثابت ہوتی ہیں اس میں نمایاں طور پر پائی جانی چاہیئیں۔ الغرض ایک واصل باللہ اپنی جان۔ مال۔ عزت وقت۔ غرضیکہ ہر چیز کی قربانی اپنے محبوب مولیٰ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ اور اس قربانی میں انتہائی لذت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح جیسے ایک مرد مخصوص تعلقات کے وقت انسانی جوہر کو جو اس کے وجود کا خلاصہ ہے انتہائی لذت کے ساتھ قربان کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن علامات کا ظہور اس کے واصل بندے کے لئے ہوتا ہے۔ ان میں سے اس کی دعاؤں کی قبولیت۔ دشمنوں کے مقابل پر خدا تعالیٰ کی نمایاں نصرت اور تائید، غیب پر اطلاع اور شرف مکالمہ و مخاطبہ کا حصول ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہم نے واصلانِ خدا کا نمونہ حضرت اقدس مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت وجودوں میں خاص طور پر مشاہدہ کیا ہے۔

قلندر اور اس کی تشریح ایک دفعہ قلندر کے لفظ کے متعلق مجھ سے دریافت کیا گیا کہ اس کی اصلیت کیا ہے۔ میں نے کہا کہ مشہور تو یہ ہے کہ قلندر فقیروں کی ایک قسم ہے۔ جو بظاہر رندانہ طرز رکھتے ہیں۔ اور باطن میں محبت الٰہی سے سوختہ اور قلبِ صافی کے حامل ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں حضرت شاہ شرف بو علی قلندر مشہور ولی اللہ ہوئے ہیں۔ جن کا مزار پانی پت میں ہے۔ پانی پت کے متعلق ایک مرموز کلام بھی مشہور ہے۔ جو حضرت شاہ شرف قلندر کے کسی سیالکوٹی مرید نے کہا ہے اور وہ یہ ہے کہ

ع

یارِ من در آب عزت ماندہ است
من غریبم در زمستانِ حصار

یعنی میرا محبوب تو آب عزت یعنی پانی پت میں رہتا ہے اور میں زمستانِ حصار یعنی سیالکوٹ میں رہتا ہوں۔

میرے خیال میں لفظ قلندر کا ماخذ عربی ہے۔ اور لفظ قلّ اور ندّ سے مرکب

معلوم ہوتا ہے۔ اس کے معنی ایسے فقیر اور ولی اللہ کے ہیں جن کا وجود دنیا میں بہت قلیل اور نادر ہو۔

ملامتی فرقہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے میں نے سُنا ہے کہ دنیا میں اہل ملامتی فرقہ تو خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کا ہے۔ جو شریعت کی صحیح تعلیم پر قائم ہوتے ہیں۔ اور خالق سے مضبوط اور پاک تعلق رکھتے ہیں وہ مخلوقِ خدا کے محسن اور ہمدرد ہوتے ہیں۔ اور بنی نوع کی اصلاح و ترقی کے لئے محنتِ شاقہ برداشت کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ابنائے ظلمت اور اسیر زندانِ ضلالت کی طرف سے ان کو گالیاں اور تکفیر کے فتاوے سننے پڑتے ہیں۔ ایسی ملامتیں شاید کسی اور ملامتی گروہ کو برداشت نہ کرنی پڑتی ہوں گی۔

حضور یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ عام طور پر ملامتی فقیروں کا ملامتی ہونا محض نمائش اور تکلف کے طور پر ہوتا ہے۔ مثلاً روزہ دار ہوتے ہوئے کسی مسجد میں جا کر ظہر یا عصر کے وقت لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے شدتِ پیاس کا اظہار کر کے پانی طلب کرنا۔ تاکہ لوگ سُن کر اُن کو لعنت ملامت کریں۔ یا مثلاً ایک مسجد میں باجماعت نماز ادا کر کے دوسری مسجد میں عین باجماعت نماز کے وقت امام کے مصلّے کے اُوپر لیٹ جانا۔ تاکہ لوگ اس بے جا حرکت پر ملامت کریں۔ لیکن ایسی ملامتیں جو نفس کے پروگرام اور خواہش کو پُورا کرنے کے لئے اپنے اوپر وارد کی جاتی ہیں۔ ان سے نفس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ بلکہ نفسانیت کی فربہی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نبیوں اور ماموروں اور ان پر ایمان لانے والوں کے متعلق ملامتیں اُن کے نفس کے پروگرام سے تعلق نہیں رکھتیں۔ بلکہ محض خدا تعالیٰ اور دینِ حق کے لئے ہوتی ہیں اگرچہ ملامت کا تلخ پیالہ پینا آسان نہیں۔ لیکن ان کے لئے جو اس مقدس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آسان کیا جاتا ہے۔

؎

در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسیکہ لافِ تعشق زند منم

(حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلند مقام

جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے پارہ قرآن کریم کا ترجمہ شائع فرمایا۔ تو ایک دن حضرت ممدوح رضؓ نے خاکسار خادم کو جب کہ میں حضور کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنا ترجمہ جو پہلے پارہ تک طبع ہو چکا تھا۔ دے کر فرمایا کہ اسے بنظر غور پڑھیں۔ اور اگر کوئی قابلِ اصلاح بات معلوم ہو تو اسی حاشیہ پر یا علیحدہ کاغذ پر لکھ کر مجھے دکھائیں۔ چنانچہ میں نے حضور کے ارشاد کے ماتحت اس مطبوعہ پارہ کو غور سے پڑھا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا۔ کہ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا الخ تو حاشیہ پر حضور کی طرف سے یہ نوٹ تحریر پایا۔ کہ "مجھے اس آیت کے معنے سمجھ میں نہیں آسکے"

میں اس نوٹ کو دیکھ کر دیر تک محوِ حیرت رہا۔ اور مجھے خیال آیا کہ عام طور پر کوئی معمولی عالم بھی اپنے متعلق ایسا نوٹ شائع نہیں کرتا۔ یقیناً سیدنا نورالدین جیسے بحرِ ذخار کا ایسا نوٹ شائع کرنا مسیح پاک علیہ السلام کی انکسار آفرین صحبتوں کا نتیجہ ہے۔

ایک اور واقعہ اسی طرح ایک دفعہ جب حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سے گرنے کی وجہ سے صاحب فراش تھے اور مکان پر ہی درس القرآن کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک دن جب آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الخ کی تفسیر شروع ہوئی۔ تو حضور نے سب حاضرین کے سامنے جن میں بہت سے علماء بھی شامل تھے فرمایا۔ کہ اس آیت کے متعلق کوئی صاحب مجھ سے دریافت نہ کریں۔ کیونکہ اس کے مطلب کے متعلق مجھے شرحِ صدر نہیں۔

حضرت کے اس بیان سے میرے قلب پر حضورؓ کے انکسار کا بہت گہرا اثر ہوا۔ اور مجھے حضرت امام ابو حنیفہ عنہ کی "لَا اَدْرِیاں" یاد آگئیں۔ کہ جب آپ سے بعض امور کے متعلق دریافت کیا جاتا۔ کہ ان کی کیا حقیقت ہے تو آپ "لَا اَدْرِیْ" یعنی میں نہیں جانتا فرماتے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ پھر آپ امام کیسے ہیں۔ کہ لَا اَدْرِیْ۔ لَا اَدْرِیْ۔ کہے جاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں امام اس بات کا ہوں۔ کہ جس بات کا مجھے علم ہوتا ہے اس کو بیان کر دیتا ہوں۔ اور جس بات کا مجھے علم نہیں ہوتا۔ میں اس کے متعلق لَا اَدْرِیْ

کہتے ہوئے اپنی ہتک نہیں سمجھتا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کے متعلق ایک رؤیا

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ کے عہدِ سعادت میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ ایک سلسلہ مکانات کا ہے۔ جو اندر ہی اندر دور تک چلا گیا ہے۔ مَیں ان مکانات کو دیکھنے کی غرض سے اندر داخل ہوا۔ پہلے ایک مکان میں پھر دوسرے مکان میں پھر تیسرے میں یہاں تک کہ ستّر مکانات کو عبور کیا۔ اور آخر میں مَیں ایک مکان میں پہنچا جو بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ اس میں مَیں نے دیکھا کہ ایک بڑی میز بچھی ہوئی ہے جس پر بہت سے انبیاء کے صحیفے پڑے ہوئے ہیں۔ جو لوگوں نے محرّف و مبدّل کر دیئے ہیں۔ اس میز کے ساتھ ایک عظیم الشان کرسی بچھی ہوئی ہے جس پر سیدنا حضرت نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف فرما ہیں۔ آپ ان صحیفوں کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کے ذریعہ سے ان اغلاط کو جو بوجہ تحریف ان میں داخل ہو گئی ہیں۔ درست کر رہے ہیں۔ اس رؤیا کے دیکھنے سے میرے قلب پر خاص اثر ہوا۔ اور میرے قلب میں حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عظمت بہت بڑھ گئی۔

مجھے اس رؤیا سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت حکیم الامۃ مولانا نورالدین رضؓ کو حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے فیوضِ کاملہ سے اور حضور اقدس کی نیابت اور خلافت پر فائز ہونے سے خدا تعالےٰ نے تمام نبیوں اور صدیقوں کے فیض سے بہرہ ور فرمایا۔ چنانچہ آپ نے اسی فیض رسانی کا ذکر ان الفاظ میں خود بھی کیا ہے ؎

فواللّٰہ مُذ لاقیتہ زادنی الھُدیٰ　　وعرفتُ من تفھیم احمد احمدا

وکم من عویصٍ مشکلٍ غیرِ واضحٍ　　اناریٰ علیّ فصرتُ منہ مسھّدا

غیر مبائع لیڈروں کی بعض خوابیں:۔

جب مَیں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ کی ہدایت کے ماتحت لاہور میں تبلیغ و درس و تدریس کے لئے متعین ہوا۔ تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے چاروں ممبر جو لاہور میں رہتے تھے۔ مجھ سے قرآن و حدیث اور بعض دوسری کتب پڑھتے تھے خصوصاً خواجہ کمال الدین صاحب قرآن کریم کے علاوہ کتاب زاد المعاد مصنفہ حضرت امام ابن قیمؒ۔ اور نحو کا رسالہ ضریری بھی پڑھا کرتے

تھے۔ ان دنوں خواجہ صاحب اکثر یہ شکایت کرتے۔ کہ مجھ پر رات کے وقت منذر خوابوں کے ذریعہ عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ باوجود انجمن کا ممبر ہونے کے تو خلاف تقویٰ کام کرنے سے باز نہیں آتا۔ بعض منذر خوابیں انہوں نے مجھے سنائی بھی تھیں۔ جن کا ذکر میں نے ایک خط میں جو اخبار الفضل میں شائع ہو چکا ہے کر دیا تھا۔

مُنہ سے چوہے نکلنا

مثلاً ان میں سے ایک یہ رویا بھی تھا۔ کہ خواجہ صاحب نے دیکھا کہ ان کے منہ سے چوہے نکلے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر یہ تھی۔ کہ چونکہ چوہے کو عربی زبان میں "فار" اور "فویسقہ" بھی کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب خلافتِ حقّہ سے تعلق توڑ کر فرار اختیار کریں گے۔ اور منہ سے چوہے نکلنے کا یہ مطلب بھی تھا۔ کہ آپ کی ان باتوں سے جو آپ کے منہ سے نکلیں گی۔ کئی افراد متاثر ہو کر خلافت کے نافرمان ہو جائیں گے۔ اور قرآن کریم کے وعید وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَالِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ کے مطابق چوہوں کی طرح فسق اختیار کریں گے۔

ریل گاڑی چلانا

اسی طرح خواجہ صاحب نے ایک دفعہ اپنا یہ رویا بھی سنایا۔ کہ ایک ریل گاڑی اپنی پٹڑی (ریلوے لائن) پر صفائی اور تیزی سے جا رہی ہے۔ اور انہوں نے ایک ایسی زمین پر جس میں ہل جوتا ہوا ہے۔ اور نا ہموار ہے بغیر پٹڑی کے ایک اور ریل گاڑی چلانی شروع کر دی ہے جس سے سواریوں کو بہت تکلیف اور نقصان پہنچا ہے

اس رویا کی تعبیر بھی صاف تھی۔ کہ خلافتِ حقّہ کی ریل گاڑی جو منہاج نبوت کی پٹڑی پر تیزی اور درستی سے چل رہی تھی۔ اس کے مقابل پر خواجہ صاحب نے ایک اور گاڑی شرعی منہاج اور رستہ کو چھوڑ کر چلائی۔ اور اس طرح بعض احمدی افراد کے ایمان اور دین کو نقصان پہنچایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎

گاڑی کا کامیاب ڈرائیور

اسی طرح ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے رسالہ "طریقِ فلاح" لکھ کر شائع کیا۔ جس میں انہوں نے خلافت حقّہ کو گدی قرار دے کر بعض باغیانہ خیالات کا اظہار کیا۔ ایک دفعہ جب وہ ریاست بہاولپور میں جہاں ان کی اراضی تھی۔ اس کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لئے گئے۔ تو وہاں سے واپسی پر انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ دورانِ سفر میں میں نے بہت سے منذر رویا دیکھے۔ جن

ہیں مجھے بار بار تنبیہ ہوئی۔ کہ میں میاں محمود احمد صاحب کی مخالفت نہ کروں۔ پھر انہوں نے مجھے اپنا خواب سنایا۔ کہ میں نے دیکھا کہ ایک گاڑی اپنی لائن پر نہایت سرعت اور عمدگی سے چلی جارہی ہے۔ اس وقت میں اس گاڑی کو دیکھ کر تعجب کر رہا ہوں۔ کہ اس گاڑی کا ڈرائیور کون ہے۔ تو مجھے بتایا گیا کہ اس کے ڈرائیور میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ پھر مجھے الہام ہوا۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ اور مجھے اس کا مطلب یہ سمجھایا گیا۔ کہ جو لوگ مرزا محمود احمد صاحب کی گاڑی پر سوار ہوں گے۔ وہی ایمان و عمل صالح والے ہوں گے۔ اور جو ان کی بیعت اختیار نہ کریں گے۔ وہ خسران اور گھاٹا پانے والے ہوں گے۔

یہ خواب اور الہام سنانے کے بعد مجھے کہنے لگے۔ کہ آپ گواہ رہیں۔ کہ میں آئندہ میاں محمود احمد صاحب کی مخالفت نہ کروں گا۔ چنانچہ اسی اثر کے ماتحت انہوں نے اخبار پیغام صلح میں یہ اعلان بھی کرایا۔ کہ بعض احباب ہمارے متعلق یہ بدظنی رکھتے ہیں کہ گویا ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درجہ کم کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ ہم لوگ جن کا پیغام صلح سے تعلق ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ کا نبی اور نجات دہندہ یقین کرتے ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ باوجود ایسے اعلانات کے کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب ان سب تنبیہات اور منذر خوابوں کو بھول گئے۔ اور حضرت سیدنا المحمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور عداوت میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ تا آنکہ ان کا خاتمہ خسران اور گھاٹے کی حالت میں ہوگیا۔

انہی دنوں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے جو خطوط میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کو سیالکوٹ میں لکھے۔ ان میں آداب خلافت کو قطعاً ملحوظ نہ رکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے خلاف تکبر وغیرہ کے الفاظ بھی استعمال کئے۔ میں نے جب ان کے متعلق ذکر کیا۔ تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے خلاف اخبار پیغام صلح میں "ایک بہتان کی تردید" کے عنوان سے مضمون شائع کیا۔ لیکن بعد میں جب میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے بیعت کرلی۔ اور یہ خط و کتابت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کردی۔ تو اصل حقیقت ظاہر ہوگئی۔ اور جو بات میں نے بیان کی تھی اسی کی تصدیق ہوگئی۔

ایک اہم واقعہ

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت خلافت اہلبیت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ممبران صدر انجمن احمدیہ اور حاضر الوقت

احمدیوں نے متفقہ طور پر کی۔ اور اس کو " الوصیت" کی ہدایت کے مطابق قرار دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد شیطان نے بعض لوگوں کو جن کے دلوں میں کجی تھی۔ بہکایا بالخصوص لاہور کے ممبران انجمن نے خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردیں۔ اور یہ سوال اٹھایا گیا۔ کہ آیا صدر انجمن احمدیہ خلیفہ کے ماتحت ہے یا خلیفہ انجمن کے ماتحت ہے۔ اس سوال پر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کے با اثر اور چیدہ چیدہ احباب کو مقررہ تاریخ پر مرکز میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ ان ایام میں خواجہ کمال الدین صاحب نے لاہور کی جماعت کے سب افراد کو ایک جگہ جمع کرکے اور الگ الگ بھی سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کیا ہے اور خلیفہ کو صدر انجمن نے۔ لہٰذا خلیفہ وقت صدر انجمن کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ اور خواجہ صاحب نے جملہ افراد جماعت سے اس بات کے حق میں دستخط بھی لئے۔ سوائے دو دوستوں کے سب جماعتِ لاہور نے اس کاغذ پر دستخط کردیئے۔ وہ دو دوست حضرت حکیم محمد حسین صاحب قریشی رضؓ اور حضرت بھائی غلام محمد صاحب فوٹوگرافر رضؓ تھے۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے اس موقعہ پر نہایت ہی عمدہ جواب دیا۔ کہ خلافت کے قائم ہونے کے بعد اور پھر خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر باقرار اطاعت بیعت کر لینے کے بعد ایسا سوال اٹھانا بغاوت کا طریق ہے اور اس سے ہر سچے احمدی کو بچنا چاہیئے۔ چنانچہ ان دونوں نے دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ جب ان دونوں نے انکار کیا۔ تو حضرت میاں چراغ الدین صاحب رضؓ اور ان کے خاندان نے بھی جو اس سے پہلے دستخط کر چکے تھے۔ اپنے دستخط واپس لے لئے۔ اور قریشی صاحب اور بھائی غلام محمد صاحب کے قول سے پورے طور پر اتفاق کا اظہار کیا۔ اس کے بعد تقریباً سب مخلصین جماعت نے اپنے اپنے دستخط واپس لے لئے۔ اور سوائے خواجہ صاحب کے چند ہمنواؤں کے سب نے ایسے خیالات سے بیزاری کا اظہار کیا۔

جن احمدیوں نے پہلے دستخط کردیئے تھے۔ وہ محض غلط فہمی اور وسوسہ کی وجہ سے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کے مطابق کہ " وسوسہ نہیں رہے گا" ان کا وسوسہ جلد دور ہوگیا۔ اور مٹی کا لطیف ہونا۔ یعنی احباب کی فطرت کا سعید اور پاک ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

تعلیم الاسلام ہائی سکول میں:

خاکسار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد اپنے وطن واپس چلا گیا تھا۔ وہاں سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بذریعہ خط مجھے قادیان بلایا۔ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پانچویں سے لے کر دسویں تک قرآن کریم اور عربی کتب نصاب کی تعلیم پر مقرر فرمایا۔ اسوقت حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ دسویں جماعت میں۔ اور حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ انہی دنوں جب میں قادیان میں مقیم تھا۔ تو ۱۹۰۹ء کے ابتدا میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باہر سے احباب جماعت کو مدعو کر کے ان کے سامنے نہایت پُر تاثیر تقریر فرمائی۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہما سے دوبارہ بیعت لی۔ اس مجلس میں جس کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "آئینہ صداقت" میں درج فرمادی ہے میں بھی موجود تھا۔

حج کعبہ:

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جب میں فلسفہ مسائل حج کے موضوع پر تقریر تیار کر رہا تھا۔ تو مندرجہ ذیل اشعار بجذبہ تعشق چند منٹ میں کہے گئے:۔

؎

بجذب القلوب الیٰ دیار حبیبنا ۔۔۔ وشدّ الرحال لحجّ عُشّاق ملّۃ

وکعبتنا بیتٌ للیلاۤء سوملٍ ۔۔۔ ومنزلُ محبوبٍ اَحَبَّ احبّۃ

لکلّ قیسِ العشق لیلیٰ بناقۃٍ ۔۔۔ تجلّی سہم بنور الجمال بشدّۃ

توھم العام ان لیلےٰ تبرقعت ۔۔۔ وللخاص جلوۃ حسن لیلیٰ برؤیۃ

بُنا ذی لعشّاق وفی کلّ جانبٍ ۔۔۔ تعالوا الیٰ المحبوب حجًّا لکعبۃ

وانّ من الحجّاج من زار بیتہٗ ۔۔۔ ومن زار ربّ البیت فاز بحجّۃ

ومن یصبغن بصبغۃ اللہ نفسہ ۔۔۔ فذا حجّ مبرورٍ بنیل حقیقۃ

یری کلّ فی شیٍٔ جمال حبیبہ ۔۔۔ ومثلی لیحیٰی حسرۃ عند فرقۃ

الٰھی بوجھک اعطنی من محبتہ الا انما لعبدک من مقل رخیبتہ
سانتک عشقک مرۃ بعد مرۃ فاین الٰھی وقت نیل محبتہ
وانی غلام للرسول محمد وخادم احمد احمدی بنسبتہ
وراجی بفضلک طالب الفوز رحمۃ
فھل للسؤل من العطایا برحمتہ

علاج بالامثال (ھومیوپیتھی) :۔

جب میں لاہور میں مقیم تھا۔ تو ایک دفعہ ایک ڈاکٹر صاحب نے جو میرے حلقۂ درس میں موجود تھے۔ بتایا کہ آجکل امریکہ والوں نے معالجات میں بہت ترقی کی ہے۔ اور انسان کے ہر عضو کے مقابل پر علاج بالامثال کے طور پر کامیابی حاصل کی ہے۔ یعنی اگر کسی شخص کا دماغ کمزور ہے تو اس کے لئے کسی جوان اور تندرست بکرے کا مغز استعمال کرایا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
میں نے عرض کیا۔ کہ امریکہ والوں کو تو آج ہزارہا تجربات کے بعد یہ طریق علاج معلوم ہوا ہے لیکن قرآن کریم میں یہ طریق علاج تیرہ سو سال سے بھی پہلے بیان کیا گیا ہے۔ مجھ سے یہ سن کر ڈاکٹر صاحب متعجب ہوئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ ہم نے تو بارہا قرآن کریم پڑھا ہے ہمیں تو اس میں کبھی اس طریق علاج کا بیان نظر نہیں آیا۔ میں نے کہا جس طرح احمدیت سے پہلے آپ کو یہ نظر نہ آتا تھا۔ کہ وفات مسیح کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہے۔ اور اب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت اور فیض سے جابجا قرآن کریم میں وفات مسیح کی آیات نظر آتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں بہت سی مخفی صداقتیں اور حقائق ہیں جو زیادہ گہرے مطالعہ اور اللہ تعالیٰ کی تائید سے ظاہر ہوتے ہیں۔
چنانچہ میں نے بیان کیا۔ کہ قرآن کریم میں آیت قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ میں علاج بالامثال کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اسباب کا اظہار کر دیا جائے۔ کہ ہر چیز اپنی شاکلہ کی مناسبت سے اپنا عمل ظاہر کرتی ہے۔ اس آیت سے پہلے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ ان الفاظ میں قرآن کریم کے ایک حصہ کو خاص طور پر شفاء اور رحمت قرار دیا گیا ہے۔ شفاء کے معنے زہریلے اور نقصان دہ مواد کا وجود سے خارج

ہونا اور رحمت کے معنے کمزوری کو دور کرنے کے ہیں۔ گویا رحمت بطور ٹانک کے ہے۔ اور قرآن کریم کی ہدایت کو قبول کرنے سے دونوں طرح کا یعنی رُوحانی اور جسمانی طب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ہاں جو لوگ ظلم کیش ہیں۔ یعنی افراط و تفریط اختیار کر کے بد پرہیز بن جاتے ہیں ان کو قرآنی ہدایت جسمانی اور روحانی اعتبار سے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہ یقیناً بڑے خسارہ میں پڑتے ہیں۔

پس کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ میں علاج بالامثال کے عظیم الشان طریق کا ذکر کیا گیا ہے جس کو آج ہزارہا قسم کے تجربات کے بعد مغربی دنیا نے اپنایا ہے۔

علاج بالامثال کے متعلق ایک عجیب واقعہ :۔

مکرم میاں فضل الٰہی صاحب احمدی آف لاہور نے ایک دفعہ مجھ سے ذکر کیا کہ "میری اہلیہ بعض نسوانی امراض میں مبتلا ہو گئی۔ ایام ماہواری کی بے قاعدگی۔ لیکوریا۔ قلّتِ دم وغیرہ بیماریوں نے ان کو گھیر لیا۔ جب بیماریوں نے طول کھینچا۔ تو میں نے بہت سے ماہر ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں سے ان کا علاج کرایا۔ لیکن افاقہ نہ ہُوا۔ بعض لیڈی ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد یہ بتایا کہ میری اہلیہ کے رحم (بچہ دانی) میں نقص واقع ہو گیا ہے۔ اور اس بات کا خدشہ ہے کہ آئندہ سلسلۂ تولید بند ہو جائے گا۔ میں نے اس فکر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں متواتر دعا کے لئے خط لکھے۔ اور جو علاج کیا جا رہا تھا۔ اس سے بھی حضور انور کو اطلاع دی۔ ان خطوط کے جواب میں حضور نے از راہ شفقت تحریر فرمایا کہ ہم انشاء اللہ دعا کریں گے۔ لیکن آپ بچہ دانی کی اصلاح کے لئے جوان بکری کی بچّہ دانی کی یخنی صبح و شام دو دو دفعہ ہفتہ عشرہ تک اپنی بیوی کو استعمال کرائیں چنانچہ میں نے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق استعمال کرائی۔

اس کے بعد جب لیڈی ڈاکٹر کو معائنہ کرایا گیا۔ تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کہ بچّہ دانی بالکل درست اور صحیح ہے اور اس میں کوئی نقص باقی نہیں رہا۔

اس علاج بالامثال میں اللہ تعالےٰ نے سیدنا حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دُعا و توجہ سے خاص طور پر برکت رکھ دی۔ اور اس کے بعد میاں فضل الٰہی کی اہلیہ صاحبہ کے گھر کئی تندرست بچے تولّد ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

بعض نسخہ جات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

سنہ ۱۹۱۲ء میں خاکسار بغرض تبلیغ سرینگر کشمیر گیا ایک دن خلیفہ نورالدین صاحب جمونی رضؓ نے حضرت اقدس علیہ السلام سے حاصل کردہ بعض نسخہ جات بیان فرمائے۔ جو میں نے نوٹ کر لئے قارئین کرام کے استفادہ کے لئے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) **نسخہ برائے مرض دق** } طباشیر ۷ ماشہ۔ صمغ عربی ۷ ماشہ۔ نشاستہ ۷ ماشہ۔ گل سرخ ۱۲ ماشہ۔ رُبّ السوس ۱۲ ماشہ۔ مغز تخم کدو ۱۴ ماشہ۔ مغز تخم خیارین ۱۴ ماشہ۔ زعفران ۲ ماشہ۔ سب کو باریک پیس کر رکھ لیں۔ خوراک ۲ ماشہ مع کافور ایک رتی۔

(۲) **ایضاً برائے تپ دق** } کشتہ ابرک سیاہ ایک رتی۔ ست گلو ۲ ماشہ۔ متواتر استعمال کریں۔

(۳) **ایضاً برائے تپ دق** } مغز بادام رات کو دودھ میں بھگو رکھیں۔ صبح صاف کر کے باریک پیس لیں۔ اور روغن گائے میں بھون لیں۔ پھر کوزہ مصری برابر ملا کر دن میں تین بار استعمال کریں۔

(۴) **ایضاً برائے دق** } کدو کو گل حکمت کر کے رات تنور میں رکھیں۔ صبح اس کا پانی نکال لیں اور رات کو ۷ تولہ پانی میں خوب کلاں بھگو رکھیں۔ اور صبح کو کھایا کریں۔

(۵) **نسخہ برائے مراق و امراض معدہ (سفوف افسنتین)** } افسنتین ۲ ماشہ۔ گل سرخ ۶ ماشہ۔ گل گاؤزبان ۶ ماشہ۔ عود ۴ ماشہ۔ مصطگی ۴ ماشہ۔ طباشیر ۲ ماشہ۔ دانہ الائچی کلاں ۲ ماشہ سب کو باریک پیس کر بقدر دو ماشہ ہمراہ پانی صبح اور عصر کے وقت استعمال کریں۔ یہ نسخہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے معمولات میں بھی تھا۔

(۶) مندرجہ ذیل نسخہ مجھے بھیرہ کے قیام کے دوران میں حکیم عبدالمجید صاحب سے ملا۔ ایک دفعہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان حاضر ہوئے۔ اور حضور سے برص کا نسخہ دریافت کیا۔ جس پر حضورؑ نے مندرجہ ذیل نسخہ عطا فرمایا:۔

نسخہ برائے برص } گیرو ۸ تولہ۔ باپچی ۸ تولہ۔ چواں ہلدی ۸ تولہ ہر سہ کو الگ الگ پیس کر پھر اکٹھا پیس لیں اور جامہ بیز کر لیں۔ اس سفوف کی ۱۴ پڑیاں بنا لیں۔ اور ایک پڑیہ ہر روز کا نجی کے پانی کے ساتھ جو ڈیڑھ چھٹانک تک ہو استعمال کریں۔ کچھ

سفوف اس میں سے بچا کر رکھ لیں۔ اور پانی کے ساتھ ضماد کی طرح برص کے داغوں پر لگائیں پھڑیوں کے ختم ہونے تک انشاء اللہ دوائی کا اثر مشاہدہ میں آجائے گا۔

مندرجہ ذیل نسخہ بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے کھارا کے ایک صحابی سے حاصل ہوا۔

(۷) نسخہ اکسیا کری ﴿برائے اوجاع مفاصل وادجاع ریحی ابدان وسخت مقوی اعصاب مبہی و عجیب الاثر برائے رفع نامردی﴾

سنکھیا دو رتی۔ مشک ابیض دو رتی مصطگی ایک تولہ۔ تال مکھانا ایک تولہ سب کو پیس کر شہد سے حبوب بقدر دانہ ماش بنالیں۔ ایک گولی بعد غذا دوپہر اور ایک بعد غذا شام استعمال کریں۔ اکسیر ہے۔

(۸) نسخہ الہامی ﴿بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام برائے اختناق الرحم۔ ہسٹیریا (دکابوس و مرگی)﴾

اجوائن دیسی ایک تولہ۔ ہیرا ہینگ ایک تولہ۔ دونوں کو عرق گلاب میں پیس کر حبوب نخودی یا کنار صحرائی بنالیں۔ ایک حب صبح اور ایک حب عصر کے وقت عرق گلاب کے ساتھ استعمال کریں۔ عجیب الاثر ہے۔

(۹) مندرجہ ذیل نسخہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مجربات میں سے تھا۔

بال پیدا کرنیکا نسخہ ﴿روغن چنبیلی ۵ تولہ۔ ہڑتال طبقی ۱ ماشہ۔ روغن کو بوتل میں ڈال کر اوپر ہڑتال پیس کر ڈال دیں۔ اور سات روز دھوپ میں رکھیں﴾ بعدہٗ روغن کو نتار لیں۔ اور تلے جو رسوب ہو۔ اس کو پھینک دیں۔ جہاں بال اگانے ہوں یہ روغن ملیں۔

(۱۰) نسخہ مولدِ خون ﴿از حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام﴾ کشتہ فولاد کی سیاہ ٹکیاں انگریزی دوکانوں سے ملتی ہیں حسب ضرورت دو سے چار تک دو تین گھونٹ پانی میں گھول لیں۔ اور رکھ دیں۔ خود کھانا کھانا شروع کر دیں۔ کھانا کھانے کے بعد اوپر سے فولاد حل شدہ پانی پی لیں۔ چند روز میں کثرت سے خون پیدا ہو کر چہرہ کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔

(۱۱) نسخہ دافع نزلہ و زکام ﴿فرمودہ حضرت اقدس علیہ السلام۔ لعاب بہیدانہ گرمیوں

میں بقدر ایک تولہ مصری سے میٹھا کر کے پلائیں۔ اور سردیوں میں اسے قدرے گرم کر کے پلائیں مجرب ہے۔

(۱۲) طریق استعمال زنجبیل (سونٹھ) (مولد حرارت غریزی و قوت جان) فرمودہ حضرت اقدس علیہ السلام

ایک پاؤ آٹا سوجی کا گھی میں سرخ کریں۔ اس کے فوراً بعد آرد زنجبیل (سونٹھ) چھ ماشہ ڈال کر اتار لیں۔ اور چمچہ سے اچھی طرح ملا لیں۔ پھر اس میں دودھ اور انڈے جو ملے ہوئے ہوں ڈال دیں۔ مناسب مقدار میں میٹھا بھی دودھ میں ملایا ہوا ہو۔ پاؤ سوجی کے لئے آدھ سیر دودھ اور چار زردی بیضہ مرغ۔ اگر صفراوی یا گرم مزاج ہو تو زردی کے ساتھ سفیدی بھی شامل کر لیں۔ خوراک ایک تولہ صبح۔ ایک تولہ عصر کے بعد۔ حسب ضرورت آہستہ آہستہ خوراک بڑھاتے جائیں۔

ہڑتال ورقیہ کا نہایت مفید کشتہ

مندرجہ ذیل کشتہ مجھے خاص طور پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سکھایا تھا۔ جو لقوہ۔ فالج۔ کزاز۔ مرگی۔ کھانسی۔ دمہ۔ نزلہ۔ زکام۔ وجع المفاصل۔ درد کمر۔ ضعف باہ بخار مزمن وغیرہ کئی بیماریوں میں کام آتا ہے۔ میں نے خود بھی اس کو آزمایا ہے اور بہت مفید پایا ہے۔

تدابیر عمل۔ ابرک کے دو صاف ورق جو شکن دار نہ ہوں۔ اور کف دست کے برابر چوڑے ہوں لے کر ان کے اندر پسی ہوئی ہڑتال بچھائی جائے۔ اس طریق پر کہ نصف انچ تک کناروں کے اندر رہے۔ پھر ابرک کے ورقوں کو لوہے کی باریک تاروں سے خوب پیوست کر دیا جائے۔ اور کیکر کے کوئلے (یا کسی اور لکڑی کے کوئلے) سلگا کر اور ان کی سطح برابر کر کے وہ ورق چمٹے سے احتیاط کے ساتھ ان پر رکھ دیئے جائیں۔ ایک دو منٹ میں ہڑتال پگھلی ہوئی اندر نظر آئے گی۔ پھر نیچے کی طرف اوپر کر کے ورق کو کوئلوں پر رکھا جائے۔ اور دو تین منٹ کے بعد آگ سے نیچے اتار لیا جائے۔ سرد ہونے پر ورق الگ کریں۔ اندر سے سرخ رنگ کا کشتہ ہڑتال تیار ملے گا۔ اس کو کسی چاقو سے یا جھاڑ کر علیحدہ کر لیا جائے۔ اور پیس کر محفوظ کیا جائے۔ عند الضرورت رتی سے دو رتی تک یا شدید فالج کی حالت میں تین، تین تک مکھن یا ملائی میں استعمال کیا جائے عجیب الفوائد ہے۔

دخت کرام حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نکاح

میں تحدیث بالنعمت کے طور پر اس سعادت عظیمہ کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دختر نیک اختر دخت کرام سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالےٰ کا خطبہ نکاح پڑھنے کی صورت میں حاصل ہوئی۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے سب صاحبزادوں اور صاحبزادی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نکاح حضور اقدس کی زندگی میں ہی ہو گئے تھے۔ صرف ایک صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کا نکاح حضرت اقدس کی وفات کے بعد ۱۹۱۵ء میں حضرت نوابزادہ میاں محمد عبد اللہ خان صاحب سے ہوا۔

میری رؤیاء مجھے اس نکاح سے پہلے جب میں لاہور میں مقیم تھا۔ ایک رؤیا ہوئی جس میں میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ مجھے فراست سے حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے نکاح کی مبارکباد دیتے ہیں۔ میں صبح اٹھ کر اس رؤیا کے متعلق غور کر رہا تھا۔ کہ محترم بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی آگئے اور مجھے مبارک باد دے کر کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مجھے قادیان سے آپ کو ساتھ لانے کے لئے بھیجا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ عزیزہ امۃ الحفیظ کے نکاح کی تقریب ہے۔ اعلان نکاح مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کریں گے۔ اس لئے ان کو لاہور سے اپنے ساتھ لے آئیں۔ یہ سن کر مجھے اپنی رؤیا کی تعبیر معلوم ہوئی۔

چنانچہ میں تیار ہو کر مکرم بھائی جی کے ساتھ قادیان پہنچا۔ اور مسجد اقصےٰ میں مورخہ ۷ رجون ۱۹۱۵ء کو بعد نماز عصر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دوسرے بزرگان سلسلہ کی موجودگی میں خطبہ نکاح پڑھا۔ یہ خطبہ الفضل مورخہ ۷ رجون ۱۹۱۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

وان اللہ ذو فضل عظیم ۔ فیعطی من یشاء ومایشاء

فلا تعجب لمثلی حظ فضل ۔ اذا ما فوقہ یرجی العطاء

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر امامت :

غالباً ۱۹۱۹ء کی بات ہے کہ میں جلسہ سالانہ کی تقریب پر قادیان پہنچا۔ رات کو میں نے

رؤیا دیکھی۔ کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں رہتا ہوں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قیام گاہ بھی دار المسیح ہی ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مجھے ایک ڈبیہ جو خالص مشک سے بھری ہوئی تھی عطا فرمائی۔ میں نے اس میں سے کچھ مشک کھائی۔ اور پھر اس ڈبیہ کو جیب میں ڈال لیا۔ یہ مشک بہت ہی عمدہ اور خوش ذائقہ تھی۔

اس کے بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آیت اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا پڑھ کر عرض کرتا ہوں۔ کہ منصب امامت کا عطا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس وقت جب میں نے زیادہ توجہ سے دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ مجھے سیّدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نظر آئے۔

دوسرے دن جلسہ سالانہ میں حضرت سیّدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پُر معارف لیکچر جو "عرفانِ الٰہی" کے موضوع پر تھا۔ ہُوا۔ نماز ظہر و عصر کے بعد حضور کا لیکچر شروع ہُوا۔ اور عشا کے وقت تک جاری رہا۔ جب تقریر ختم ہوئی۔ تو حضور نے اُونچی آواز سے میرا نام لے کر ارشاد فرمایا۔ کہ "مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نماز مغرب و عشا کی پڑھائیں۔ لیکن لوگ تھکے ہوئے ہیں اس لئے نماز مختصر پڑھائی جائے۔

چنانچہ خاکسار نے حضور کے ارشاد کے ماتحت ہزارہا کے مجمع کو نماز مغرب و عشا پڑھائی اور اس طرح حضور کی نیابت میں مجھے امامت کرانے کا موقعہ ملا۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر الہامی کلام اپنے محلِ ورود اور محلِ مصداق کے لحاظ سے اور دائرہ عمل کے اعتبار سے مختلف حیثیتوں میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ جیسا کہ رات کے وقت بحالتِ رؤیا اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کا جو فقرہ الہامًا میری زبان پر جاری فرمایا گیا۔ اس کا مطلب صرف جلسہ کے حاضرین کی امامت کرانا تھا۔ لیکن یہی الہام جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت ابراہیم ثانی مسیح موعود علیہما السلام پر نازل ہُوا تو اس کا ظہور بلحاظ وسعت مکان و زمان و افراد و اقوام بہت ہی وسیع رنگ رکھتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب الھدیٰ وتبصرۃ لمن یرٰی میں بھی اس بارہ میں تشریح فرمائی ہے۔ اور تحریر فرمایا ہے۔ کہ بادشاہ اور معمولی فرد کی ایک ہی

رویاء کی تعبیر مختلف ہوتی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ کے بظاہر معمولی واقعات اور حالات بھی بسا اوقات اللہ تعالےٰ کی خاص مشیت اور تصرف کے ماتحت وقوع میں آتے ہیں۔ خدا تعالےٰ آپ پر اپنی بے شمار رحمتیں فرمائے اور آپکے مقاصد عالیہ کو پورا فرمائے۔ آمین۔

اَصْحَابِی کَالنُّجُوْم:

میں نے دو دفعہ کشف میں دیکھا ہے کہ میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوں۔ جہاں حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے اس کشف کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو آپ نے اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں درج کیا ہے۔ اور جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ نے آسمان کے ہر ستارے کے ساتھ جماع کیا اور جب اس کے متعلق کسی معبر سے دریافت کیا۔ تو اس نے یہ تعبیر کی۔ کہ ایسا کشفی نظارہ دیکھنے والا علم نجوم میں مہارت حاصل کرتا ہے۔

اسی دوران میں مَیں حاضرینِ مجلس کو مخاطب کر کے کہتا ہوں۔ کہ حضرت محی الدین صاحبؒ کے اس کشف کا صحیح مصداق میں ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں سے جن کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ پس اس حدیث کی رُو سے ستاروں کی تعبیر نبی کے صحابہ ہیں۔ اور جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء کے صحابی کے اندر تمام نبیوں اور رسولوں کے صحابہ کی شان پائی جاتی ہے۔ پس کواکب کے ساتھ مجامعت سے مراد تمام صحابہ کی جامع شان ہے۔ اور اس سے میری طرف اشارہ ہے۔ اور میں حضرت ابن عربیؒ کے اس کشف کا مصداق ہوں۔ کیونکہ میں حضرت احمد مرسل کا جو جری اللہ فی حلل الانبیاء ہیں صحابی ہوں۔

یہ کشفی نظارہ دو دفعہ میں نے دیکھا۔ اور دونوں دفعہ میں نے اس مجلس میں حضرت حبی فی اللہ میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بھی دیکھا۔

دونوں دفعہ میں نے اس کشف کی تعبیر کو بڑے جلال اور جوش سے بیان کیا۔ اور اس کے بعد کشفی حالت جاتی رہی۔

عہدِ شباب اور خدمتِ دین :

ایک دفعہ اپنے بڑھاپے اور ضعف کے پیشِ نظر میں نے سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی خدمت بابرکت میں لکھا تھا۔ کہ میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اور قویٰ کمزور ہو چکے ہیں۔ یہ حسرت ہے کہ کاش! جوان ہوتا۔ تو خدمتِ دین احسن رنگ میں بجالاتا۔ اس عریضہ میں میں نے اپنی ایک عربی رباعی بھی تحریر کی۔ جو یہ ہے ؎

وَلَوْ عَادَ الشَّبَابُ وَصِرْتُ شَابًّا
لَاَدْرَكْتُ الصَّلَاحَ وَجَبْرَ مَا فَاتَا
وَلٰكِنْ قَدْ مَضٰى مِنْ غَيْرِ عَوْدٍ
فَقُلْتُ تَأَسُّفًا هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس عریضہ کے جواب میں فرمایا۔ کہ
"ہم آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر دے تا اور بھی زیادہ آپ دین کی خدمت کر سکیں"

ایک دلچسپ گفتگو :

ایک مجلس میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب نے تقریر کی۔ اور کہا۔ کہ مرزائی لوگ حضرت مسیح کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ وہ مر گئے ہیں۔ اگر وہ واقعی مر گئے ہیں تو عربی زبان میں مَاتَ عِیْسٰی کا فقرہ قرآن کریم سے دکھائیں۔ اور اگر ایسا نہ دکھا سکیں۔ تو تمام مسلمان یاد رکھیں کہ مرزائی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

میں نے جواباً عرض کیا کہ مولوی صاحب! کیا آپ کے نزدیک پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے کوئی نبی یا رسول فوت بھی ہوا ہے یا نہیں۔ کہنے لگے حضرت مسیح کے سوا سب نبی اور رسول فوت ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا جس معیار کو آپ نے پیش کیا ہے۔ اس کے رُو سے تو کوئی نبی وفات یافتہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیا آپ قرآن سے دکھا سکتے ہیں۔ کہ مَاتَ اٰدَمُ یا مَاتَ نُوحٌ یا مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ یا مَاتَ موسیٰ کے الفاظ اس میں فرمائے گئے ہوں

اگر ایسا نہیں تو کیا آپ کے نزدیک یہ سب نبی ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ اور زندہ ہیں اگر آپ ان کو فوت شدہ تسلیم کرتے ہیں تو بتائیں کہ مَاتَ کے لفظ کے استعمال کے بغیر کونسی دلیل آپ کے نزدیک ان کی وفات کو ثابت کرتی ہے۔ تا میں اسی معیار کے ذریعہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ثبوت پیش کرسکوں۔ یہ سن کر مولوی صاحب کچھ کھسیانے سے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ رَافِعُكَ اِلَیَّ اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے الفاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے۔ میں نے کہا رفع کی نسبت آسمان کی طرف نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ کہنے لگے۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی تو آسمان پر ہی ہے۔ کیا آپ دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین پر بھی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ سورہ انعام کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ پھر میں نے کہا کہ آیت هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ سے بھی خدا تعالیٰ کی معیت انسانوں کے ساتھ ہر جگہ ثابت ہوتی ہے۔ اور انسان زمین پر ہی رہتے ہیں۔ پھر قرآن کریم میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ جہاں تین آدمی اکٹھے ہوں۔ وہاں چوتھا خدا تعالیٰ ہوتا ہے۔ اور جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا خدا ہوتا ہے۔ اس سے بھی خدا تعالیٰ کا زمین پر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس پر مولوی صاحب نے بالکل خاموشی اختیار کرلی:۔

علماء کی طرف سے افسوسناک تحریف:۔

غیر احمدی علماء نے علماء نصاریٰ کی تائید میں حیات مسیح کو ثابت کرنے کے لئے تحریف لفظی و معنوی کے افسوسناک نمونے دکھائے ہیں۔ سیالکوٹ کے محلہ "یعقوب اراضی" کے مہر غلام حسین اور مہر غلام حسن جو باغبان قوم کے معزز رکن تھے۔ جب اہل حدیث سے احمدی ہوئے۔ تو مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو جو خود بھی اہل حدیث تھے اس اطلاع سے بہت دکھ ہوا۔ وہ ان دونوں بھائیوں کے پاس گئے۔ اور انہیں مرتد کرنے کے لئے ان کے مکان کی چھت پر چڑھ کر آیت يَا عِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ کی تلاوت کرتے ہوئے بجائے رَافِعُكَ اِلَیَّ کے رَافِعُكَ اِلَى السَّمَاءِ پڑھنے لگے۔ جب ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ مولوی صاحب! تحریف کا نمونہ نہ دکھاؤ۔ اور اِلَیَّ کو اِلَى السَّمَاءِ نہ پڑھو تو مولوی صاحب

نے کہا کہ مجھے آپ کے مزاحی ہونے سے بیحد صدمہ ہوا ہے۔ آپ میرے پرانے دوست اور محب تھے۔ بے شک اِلَیَّ کی جگہ اِلَی السَّمَاءِ پڑھنا تحریف ہے۔ لیکن میں نے صحیح معنوں کو واضح کرنے کے لئے ایسا کیا ہے تاکہ آپ مرزائیت سے تائب ہو کر واپس فرقہ اہلِ حدیث میں آجائیں۔

تحریف اور خدا تعالیٰ کی گرفت:۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ضلع سیالکوٹ تحصیل پسرور کے ایک گاؤں کا ہے۔ وہاں پر حکیم مولوی نظام الدین صاحب ایک احمدی رہتے تھے۔ انہوں نے عند الملاقات مجھے سنایا۔ کہ میرے رشتہ داروں میں سے اسی علاقہ کے ایک گاؤں میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے جو واعظ بھی تھے۔ اور حیاتِ مسیح کے عقیدہ کے اس قدر حامی تھے۔ کہ شب و روز ان کی بحث اور وعظ اسی موضوع پر ہوتا تھا۔

جب اُن کی خدمت میں آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ الخ پیش کر کے استدلال کیا جاتا۔ تو وہ نہایت جوش سے تقدیم و تاخیر کے ساتھ فقرہ مُتَوَفِّیْکَ کو وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کے بعد رکھتے۔ کچھ عرصہ تو وہ اپنے جذبہ و جوش میں مُتَوَفِّیْکَ کو زبانی مؤخر کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اسی جذبہ کی شدت سے علماء سے یہ مشورہ کرنا شروع کر دیا۔ کہ کیوں نہ قرآن کریم کے تازہ ایڈیشن میں اس فقرہ کو مؤخر طبع کیا جائے۔ علماء نے کہا کہ بے شک یہ لفظ ہے تو مؤخر لیکن اگر اس کو طباعت میں پیچھے کیا گیا۔ تو لوگوں میں شور پڑ جائے گا۔ اور بڑا سخت اعتراض ہوگا اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ کچھ بھی ہو۔ میں یہ کام خود کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے وعظ کر کے بہت سا روپیہ جمع کیا۔ امرتسر پہنچے لیکن وہاں تمام مطبع والوں نے اس طرح تحریف سے قرآن کریم کو طبع کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ ایک سکھ مطبع والے کے پاس گئے اور بہت سا روپیہ اس غرض کے لئے پیش کیا۔ لیکن اس نے بھی مسلمانوں کے ڈر سے جرأت نہ کی۔ اور انکار کر دیا۔

مگر مولوی صاحب مذکور کے سر میں کچھ ایسا جنون سمایا ہوا تھا کہ انہوں نے اس غرض کے لئے مطبع کے پتھر وہاں سے خرید لئے۔ اور یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے گاؤں میں طباعت کا انتظام کر کے تحریف کے ساتھ قرآن کریم طبع کرائیں گے۔ لیکن ان کے گھر پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کی

طرف سے عجیب پُر ہیبت نشان ظاہر ہُوا۔ مولوی صاحب اور ان کے اہل و عیال یکایک طاعون کی لپیٹ میں آ گئے۔ اور ایک ہی رات میں گھر کے سب نفوس موت کی نذر ہو گئے۔

صبح جب لوگوں کو معلوم ہُوا۔ تو شور قیامت بپا ہو گیا۔ مولوی نظام الدین صاحب نے بتایا۔ کہ ہم بھی تعزیت کے لئے ان کے گھر گئے۔ وہاں بہت سے لوگ جمع تھے گھر میں طباعت کے لئے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ اور لوگ باتیں کر رہے تھے۔ کہ مولوی صاحب اور ان کے اہل و عیال کی تباہی دراصل اس بے ادبی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ کہ انہوں نے مرزا صاحب کی مخالفت میں قرآنی آیات کو آگے پیچھے کر کے چھاپنا چاہا۔ مولوی نظام الدین صاحب نے بتایا کہ جب میں نے یہ بات سنی تو میرے دل میں بہت خوف اور ہیبت پیدا ہوئی۔ اور اس ہولناک اور دہشت انگیز واقعہ سے خدا تعالےٰ نے میری سیدنا حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رہنمائی کی۔ اور آپ کو قبول کرنے کی توفیق دی۔

اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کس کس رنگ میں پورا فرما رہا ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے کتنی غیرت رکھتا ہے۔

اسی طرح معنوی تحریف کے نمونے بھی بڑے بڑے علماء سے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنی رَفَعْتَنِیْ کئے گئے۔ اور رَفَعَ کو جسمانی رفع کے معنوں میں لیا گیا اور یہ مخصوص معانی بھی صرف حیاتِ مسیح کے ثابت کرنے کے لئے کئے گئے۔ ورنہ قرآن کریم میں کئی جگہ لفظ تَوَفِّیْ اور اس کے مشتقات مختلف صیغوں میں استعمال ہُوئے ہیں۔ لیکن وہاں یہ اور معنے کئے جاتے ہیں۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور وَرَفَعْنَالَکَ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق تَوَفِّیْ کے لفظ سے سوائے وفات کے اور کچھ مراد نہیں لیا گیا۔ اور نہ رَفَعَ سے مراد رفع الی السّماء لیا جاتا ہے۔ صرف حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو ثابت کرنے کیلئے ہی ایسی دور از حقیقت تاویلیں کی جاتی ہیں۔

بعض متبرک خطوط :

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متبرک خطوط میں سے کئی ایک غیر معمولی حوادث کی نذر ہو گئے۔ جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

(۱)

خط حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو حضور نے مجھے احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر ارسال فرمایا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

اللہ تعالےٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ میں آپ پر
بالکل خوش ہوں۔ والسلام

نور الدین۔ ۴ ستمبر ۱۲ء

پتہ:۔ بخدمت شریف مولوی غلام رسول صاحب راجیکی
احمدیہ بلڈنگس۔ ڈاکخانہ نولکھا۔ لاہور

یہ خط حضور نے مجھے اس وقت تحریر فرمایا۔ جب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب میرے خلاف حضرت کے حضور شکایت لے کر گئے کہ میں اپنے خطبات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کے اظہار میں غلو کرتا ہوں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ان کو یہ جواب دیا کہ جو درجہ حضرت صاحب کا مولوی راجیکی سمجھتے ہیں میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ اور میرے خط کے جواب میں یہ مکتوب بطور خوشنودی کے رقم فرمایا۔

(۲)

خط حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو حضور نے مجھے لاہور احاطہ میاں چراغدین صاحب کے پتہ پر ارسال فرمایا۔ میں اس وقت بیمار تھا۔ اور حضور کی خدمت میں قادیان جانے کی اجازت کے واسطے عرض کیا تھا:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
آپ کو اختیار ہے چاہیں تو بے شک تشریف لائیں

یہاں آپ کا گھر ہے۔ اور ہم آپ کے دوست ہیں۔

والسّلام

نورالدین ۲۶ مئی ۱۹۱۲ء

پتہ

بخدمت شریف مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔

احاطہ میاں چراغ الدین صاحب۔ شہر لاہور

(۳)

مندرجہ ذیل خط سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے نام ستمبر ۱۹۱۳ء میں پیرکوٹ تحصیل حافظ آباد۔ ضلع گوجرانوالہ کے پتہ پر جہاں میرے سسرال ہیں موصول ہوا۔ اس وقت میں بیمار تھا۔ (اس بیماری کا ذکر دوسرے مقام پر آچکا ہے)

"مکرمی مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا کارڈ ملا۔ میں آپ کے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔ اور ایک عرصہ سے برابر کر رہا ہوں۔ قریباً بلاناغہ۔ اور اللہ تعالیٰ سے بہت کچھ امید رکھتا ہوں۔ لاہوری فتنہ بیدار ہو رہا ہے اور آگے سے بہت زیادہ سختی سے۔ گویا کوشش کی جاتی ہے کہ اس کام کو ملیا میٹ کر دیا جائے۔ جو حضرت صاحب نے شروع کیا تھا۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم کرے اور فضل کرے۔ اب کے جماعت کا کثیر حصہ اُنکے

ساتھ ہے ۔ میری نسبت طرح طرح کی افواہیں مشہور کی جاتی ہیں کہتے ہیں سلسلہ کا سب سے بڑا دشمن ہے کم سے کم انی معک ومع اھلک کا الہام ہی یاد رکھتے ۔ پیغام صلح نے الفضل پر اعتراض بھی شروع کر دیئے ہیں ۔ خلیفۃ المسیح کے حکم سے ان سے جواب بھی مانگا ہے مداہنت اور ملمع سازی کو کام میں لایا جاتا ہے ۔ خدا تعالےٰ رحم کرے ۔ میں ایک کمزور انسان ہوں ۔ اس قدر فساد کا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے ۔ خدا کا ہی فضل ہو ۔ تو فتنہ دور ہو ۔ یہ وقت ہے کہ جماعت کے مخلص دعاؤں سے کام لیں ۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل کے طالب ہوں ۔ شاید الفضل کا اس طرح اچانک نکلنا ان ہی حکمتوں پر مبنی تھا* میاں عبد الرحمٰن صاحب کو بھی میری طرف سے السلام علیکم اور جزاکم اللہ پہنچا دیں ۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمدؐ"

* میاں عبد الرحمٰن صاحب سے مراد میرے برادر نسبتی ہیں ۔　　(غلام رسول راجیکی)

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط آیا۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں ۔ اور آپ سے خوش ہوں دفتر سے جواب طلب کیا گیا ہے ۔ کہ کیوں جواب نہیں دیا ۔ اور کانفرنس کے وقت بھی افسران کو تنبیہ کی گئی تھی کہ کیوں آپ کو نہیں بلایا ۔ والسلام

از دفتر ڈاک قادیان ۔ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۲۳ء

رحیم بخش ۔ خادم ڈاک

(۵)

عریضہ از طرف خاکسار بجواب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا حضرت اقدس صلوات اللہ علیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خیریت مطلوب ۔ خاکسار ضلع جالندھر اور ضلع ہوشیارپور سے فارغ ہو کر مکرمنا حضرت ناظر صاحب کے حکم سے آج رات یعنی ۳؍ اپریل کی شام کو واپس دار الامان پہنچا ۔ مجھے سفر میں خواب دکھایا گیا ۔ کہ حضور میرے گھر میں تشریف لائے ہیں ۔ اور میں نے چار روپے نذر محبت اور نذر عقیدت سے پیش کئے ہیں ۔ آج تنخواہ ملی تھی ۔ میرے دل میں خیال آیا ۔ کہ روپے پیش کرنا تو خواب کا وہ حصہ ہے ۔ جو میرے اختیار میں ہے ۔ وہ تو پورا کر لوں باقی حصہ اللہ تعالےٰ کے تصرف اور قبضہ میں یا حضور کے ارادہ اور منشاء عنایت اور توجہ اور شفقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ۔ اور میرے اختیار سے باہر ہے ۔ سو یہ حقیر رقم مبلغ چار روپے حضور کی خدمت میں ارسال ہے ۔ ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف ۴؍۴؍۲۳ ۔

(خاکسار غلام رسول راجیکی)

حضور کا جواب جو آپ نے اسی عریضہ کے اوپر قلمِ مبارک سے تحریر فرمایا:۔

"مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالےٰ اس کے روحانی پہلو کو

بھی پورا کرے۔ اور چاروں اطرافِ عالم میں آپ کے

ذریعہ سے احمدیت کا اعلیٰ اور مصفّٰی بیج بویا جائے والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد"

(۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل ارشاد مجھے جھنگ مگھیانہ میں معرفت بابو محمد اسمٰعیل صاحب سٹیشن ماسٹر موصول ہوُا۔

از دفتر ڈاک قادیان

"مکرمی مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مورخہ ۱۸ ۷/۲۷ آپ کا خط حضرت اقدس کی خدمت بابرکت

میں پہنچا۔ حضور نے خوشی کا اظہار فرماتے ہوُئے فرمایا۔ کہ

"ہم آپ کے کام سے خوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان میں

تاثیر اور کام میں برکت دے"

(یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری)

(۷)

خاکسار نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ میری وفات ہوئی ہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے میرا جنازہ پڑھا ہے۔ میں نے اس بارہ میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ

کی خدمت بابرکت میں عریضہ لکھا۔ جس کے جواب میں حضور کا مندرجہ ذیل ارشاد موصول ہوا:۔

ڈلہوزی ۵ ۹/۳۲ مکرمی حضرت مولوی صاحب۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ کی چٹھی مورخہ ۲۲ ۸/۳۲

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ملاحظہ میں آئی۔ حضور نے دعا

فرمائی۔ "اللہ تعالےٰ خوابوں کو مبارک کرے روپیہ مل گیا ہے

جزاکم اللہ۔ وفات تو اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ کون پہلے پا جائے

لیکن آپ میری زندگی میں فوت ہوں تو انشاء اللہ ضرور خود

جنازہ پڑھوں گا۔ کہ آپ صحابی سلسلہ کے مبلغ اور مخلص خادم

سلسلہ ہیں" والسلام خاکسار قمر الدین

برائے پرائیویٹ سکرٹری

اعلان مصلح موعود اور میرا عریضہ تہنیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے جب مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا تو خاکسار نے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا جو حضور کے قلمی جواب کے ساتھ ذیل میں درج ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہٖ مع تسلیم مسیحہ الموعود وآلہ المحمود

سیدنا حضرت اقدس صلوات اللہ علیکم مع البرکات کلہا۔ افازکم اللہ فوزاً فوق کل فوزٍ عظیم آمین

ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خیریت مطلوب۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ کہ حضور اقدس کا خطبہ جمعہ جس میں حضور نے "مصلح موعود" کی بشارتِ عظیمہ کا الہام الٰہی اور اعلام خداوندی کی بنا پر اپنے تئیں مصداق قرار دے کر اعلان فرمایا ہے۔ مجھے بھی سفر میں پڑھنے کا موقعہ ملا۔ یہ اعلان خدا تعالےٰ کی فعلی شہادت اور

واقعات کی تصدیق سے نورٌ علیٰ نور کی شان رکھتا ہے۔ اور جملہ افراد جماعت احمدیہ کے لئے یہ اعلان خلافت ثانیہ کے دور میں عید جدید کی حیثیت رکھتا ہے خدا تعالےٰ اس فرخندہ اعلان کو حضرات اہلبیت، جماعت احمدیہ اور جملہ اقوام عالم کے لئے بابرکت بنائے

بہ فضلِ حضرتِ ربّ تبارک ؎
مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ مبارک

خاکسار اس مبارک تقریب پر بطور شکرانہ نعمت و نذرانہ محبت پچاس روپیہ کی حقیر رقم حضور اقدس کی خدمتِ والا میں پیش کرتا ہے۔ جس میں سے مبلغ چالیس روپیہ کی رقم المصلح الموعود کے لئے ہے اور دس روپے حضرت سیدہ امی دام ام المومنین سلمہا اللہ و مدظلہا العالی کے لئے ہے ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف!

نیز پچاس روپیہ کی رقم مذکورہ رقم کے علاوہ پیش خدمت ہے۔ یہ وہ رقم ہے جو حضور نے تحریک جدید کے دور اول کے سال دہم کے چندہ میں علاوہ سو روپیہ کی رقم مرسلہ کے منظور فرمائی تھی

یہ سراسر خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ خداوند کریم نے حضور اقدس کی معجزانہ دعوات کی برکات سے پھر مجھ خاکسار کو نئی زندگی بخشی ہے۔ جس سے مجھے علاوہ تحریک جدید کے دور اول کے آخری سال کے چندہ کی ادائیگی کے خدا کے فضل سے یہ موقعہ بھی میسر آگیا کہ اپنی نئی زندگی میں مصلح موعود کی بشارت عظیمہ کے پورا ہونے کا اعلان بھی سن لیا۔

ان ایام قریبہ میں دو دفعہ خدا تعالےٰ کے فضل و احسان سے حضور کے متعلق رویاء بھی دیکھی۔ ایک دفعہ اس سفر میں دیکھا۔ کہ دار المسیح میں حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام ایک وسیع مکان میں کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ اور حضور بھی وہاں ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم مقامی میں سلسلہ کے کاموں میں مصروف ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ زندہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ ہرگز خیال نہیں آتا۔ کہ حضور کی وفات ہوگئی ہے۔

دوسری رویاء پرسوں رات کی ہے۔ کہ دار الامان کی سب آبادی ایک جشن عظیم کی تیاری میں ہے۔ بہت بڑا اجتماع ہے۔ اس میں ایک منبر بھی ہے۔ جس کے جنوب کی طرف حضور یعنی سیدنا المصلح الموعود ہیں اور جانب مشرق حضرت میاں شریف احمد صاحب ہیں۔ دونوں حضرات کے چہرے عجیب شان دکھا رہے ہیں۔ اس وقت

حضرت میاں شریف احمد صاحب بے تکلفی سے اور ہاتھوں کے اشارہ سے حضور کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں اسی اثنا میں میں بیدار ہو گیا۔

ایسا ہی کچھ عرصہ پیشتر خواب میں دیکھا کہ حضور کی طرف سے ایک تفسیر کئی قسطوں میں شائع فرمائی جا رہی ہے۔ جو جماعت کے خاص خاص لوگوں کے ہاتھوں میں دی جا رہی ہے اس تفسیر کا نام بشارات الغفور ہے۔ وہ تفسیر خدا کے فضل سے خواب میں مجھ کو بھی دی گئی۔ پھر اسی رویاء میں یہ بھی دیکھا۔ کہ جن لوگوں کو یہ تفسیر ملتی ہے۔ ان کے مکانات دار المسیح کا حصّہ بنتے جاتے ہیں۔ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے۔ کہ ایک طرف انکے مکان الگ الگ بھی ہیں اور پھر دار المسیح کا حصّہ بھی ہیں۔ چنانچہ میرا مکان بھی اسی طرح دار المسیح کا حصّہ بنایا گیا۔ پھر مجھے دار المسیح کے اندر ایک نلکا کے نہایت ہی میٹھے پانی سے غسل کرایا گیا۔ غسل کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ شاید اس رویاء کی تعبیر کا تعلق تحریک جدید کے چندہ دینے سے ہو۔ واللہ اعلم باسرارہ۔ حضور اقدس کی دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے اس عبد حقیر کو جن برکات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء آئے ہیں وہ سب نصیب فرمائے۔ اور مع اہل وعیال وسلسلہ اولاد نصیب فرمائے۔ بلکہ تمام افراد جماعت کو نصیب فرمائے۔ اور خدا تعالےٰ کی شدید محبت ہم سب کو اس قدر نصیب ہو کہ اس کی راہ میں قربانیاں کرنے میں ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ لذات محسوس ہوں اور اللہ تعالیٰ حضور اقدس کے اس دور جدید کی برکات سے ہمیں بھی کامل طور پر متمتع فرمائے آمین ثم آمین

ے

نازیم بہ ایں دور کہ از خیر کثیر است — شادیم کہ بر فضل عمر فضل کبیر است

آں مژدہ کہ داد ست بما احمد مرسل — از وحی خدائے کہ علیم است و خبیر است

یک مصلح موعود ز اولاد من آید — ایں امر ز تقدیر خداوند قدیر است

آں مظہر آیات جمال است و جلال است — آں فخر رسل ہمچو بشیر است و نذیر است

صد شکر کہ دیدیم رخ مصلح موعود — با جلوہ فردوں تر زمہ و مہر منیر است

در وحیِ مسیحا ہمہ اوصافِ اُو مذکور ‌ ‌ ‌ ہر وصف عجب معجزہ از ربِ نصیر است

چوں مہرِ جہاں تاب دریں عالمِ تاریک ‌ ‌ ‌ از بہرِ اُمم ہادیٔ و استاذ و خفیر است

از کلمۂ تحمید بصد مجد و علا یافت

آں رتبہ و توقیر کہ از خیرِ کثیر است

جواب خط از طرف سیدنا :

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس خط کے جواب میں اس کے حاشیہ پر اپنے دستِ مبارک سے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے :۔

مکرمی مولوی صاحب کان اللہ معک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپ کا خط معہ ایک سَو روپیہ کے نوٹ کے بشرح تفصیل ملا ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے فضل سے مقررہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بخشے اور نصرت اسلام اور اعلائے اسلام کی قوت بخشے ۔ والسلام

(خاکسار مرزا محمود احمد)

نصرتِ الٰہی:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ جب میں گرد و نواح کے دیہات میں تبلیغ کر کے واپس راجیکی آیا۔ تو بعض احمدیوں نے شکایت کی کہ جب ہم مسجد میں نماز کے لئے جاتے ہیں تو میاں غلام حسین صاحب اور میاں فضل حسین صاحب ہمیں ڈول اور کوزوں کو ہاتھ لگانے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم کافر ہو اور تمہارے آنے سے مسجد ناپاک ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا۔ کہ نبی کے ماننے والوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ آپ کچھ دن صبر کریں۔ میں گجرات جا کر چوہدری نواب خاں صاحب تحصیلدار سے جو مخلص احمدی ہیں مشورہ کروں گا۔ کہ غیر احمدی کس طرح شرارت سے رک سکتے ہیں۔

یہ بات جب میاں غلام حسین اور میاں فضل حسین تک پہنچی۔ تو میاں فضل حسین نے فوراً ایک درخواست گجرات کے ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں بھیجدی کہ موضع راجیکی میں کچھ نہایت ہی مفسد مرزائی رہتے ہیں جن سے ہمیں قتل کا خطرہ ہے۔ آپ ہماری حفاظت کا انتظام فرمائیں۔ ڈپٹی کمشنر نے اس درخواست کو پاہڑیاں والی کے تھانیدار کے پاس تفتیش کے لئے بھیج دیا۔

اللہ تعالےٰ کی نصرت کے ڈھنگ بھی نرالے ہیں۔ مجھے کچھ روز پیشتر قصبہ منگووال کے ایک رئیس میاں پیر بخش صاحب نے بلا کر کہا۔ کہ میرا بچہ جس کی عمر سات آٹھ برس کی ہو گی۔ اچانک فوت ہو گیا ہے جس کا مجھے شدید صدمہ ہے۔ آپ اس کا مرثیہ لکھ دیں۔ جس میں بچہ کی تاریخ وفات بھی آجائے۔ چنانچہ میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے فارسی اور اردو میں دو نظمیں لکھیں۔ جن میں ان کی خواہش کے مطابق تاریخ وفات بھی آگئی جسے میاں پیر بخش صاحب نے بہت پسند کیا۔

انہیں دنوں پاہڑیاں والی کے تھانے دار جو مہتہ کے نام سے مشہور تھے۔ گجرات سے آتے ہوئے کچھ دیر کے لئے منگووال ٹھیرے۔ عصر کا وقت تھا۔ میاں پیر بخش صاحب نے رات قیام کرنے کے لئے اصرار کیا۔ مہتہ صاحب نے کہا کہ موضع راجیکی کے غیر احمدیوں کی طرف سے ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں درخواست دی گئی ہے۔ کہ ہمیں احمدیوں کی طرف سے قتل کا خطرہ ہے۔ اس لئے مجھے آج ہی پاہڑیاں والی پہنچنا ہے۔ تاکہ تفتیش کر سکوں اور

پر میاں پیر بخش صاحب نے مہتہ صاحب سے کہا کہ موضع راجیکی میں ایک احمدی مولوی غلام رسول صاحب بھی ہیں جو میرے دوست ہیں۔ آپ ان کا خیال رکھیں۔ چنانچہ مہتہ صاحب یہ علم نوٹ کر کے پاہڑیاں والی چلے آئے۔ دوسرے دن صبح ہی صبح تھانیدار صاحب کا پروانہ آگیا۔ کہ فریقین تھانے میں حاضر ہوں۔

چنانچہ احمدیوں کی طرف سے میں اور میرے بھائی میاں شرف الدین صاحب اور میاں غلام حیدر صاحب رضی اللہ عنہ اور غیر احمدیوں کی طرف سے میاں غلام حسین صاحب اور میاں فضل حسین صاحب پاہڑیاں والی پہنچ گئے۔ تھانیدار صاحب نے سب سے پہلے پوچھا۔ تم میں مولوی غلام رسول صاحب کون ہیں؟ میں نے کہا فرمائیے۔ کہنے لگے۔ آپ کرسی پر بیٹھیں۔ پھر غیر احمدیوں سے دریافت کیا۔ آپ کی تعداد کتنی ہے۔ انہوں نے جواب دیا ان چند احمدیوں کے سوا باقی سارا گاؤں ہمارے ساتھ ہے۔ اس پر تھانیدار صاحب کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور نہایت درشت لہجے میں کہنے لگے۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سارے گاؤں کو چند احمدیوں سے قتل کا خطرہ ہو۔ یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے بہر حال میں ضمنی کے کاغذات ڈپٹی ولبا غ رائے کی عدالت میں بھیجدوں گا وہاں سے ہفتہ عشرہ تک سمن آجائینگے فریقین مقررہ تاریخ پر کنجاہ حاضر ہو جائیں۔"

کچھ دنوں کے بعد ہمارے نام سمن آگئے اور ہم ڈپٹی ولبا غ رائے صاحب کی عدالت میں حاضر ہو گئے۔ ڈپٹی صاحب نے فرمایا "میں احمدیوں کو خوب جانتا ہوں وہ امن پسند لوگ ہیں اور ہمیشہ مفسدانہ کارروائیوں سے مجتنب رہتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ دونوں فریق صلح کرلیں۔ ورنہ دو دو ہزار کی ضمانت دینی پڑیگی۔ اور جو فریق ضمانت پیش نہیں کریگا میں اس کو حوالات میں ڈال دونگا۔" جب ہم عدالت کے کمرے سے باہر نکلے تو ملک عنایت اللہ صاحب احمدی مجھے میاں غلام حسین اور میاں فضل حسین کی موجودگی میں کہنے لگے مولوی صاحب! فکر کی کوئی بات نہیں ضمانت جتنی بھی دینی پڑے ہم دینگے۔" جب دونوں بھائیوں نے دیکھا کہ احمدیوں کی مدد کیلئے تو کنجاہ سے ہی لوگ آ پہنچے ہیں۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ صلح کر لینی چاہیئے چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور فریقین کے دستخطوں کے ساتھ عدالت میں پیش کر دیا گیا ۔

مرا خواندی و خود بدام آمدی
نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

جھوک مہدیؑ والی

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں میں نے ایک پنجابی تبلیغی نظم "جھوک مہدی والی" کے عنوان سے منظوم کی تھی۔ اس کو حضور اقدسؑ نے سنکر پسند فرمایا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ و حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی سنکر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اس نظم کا کچھ حصہ ذیل میں بطور انتخاب کے درج کیا جاتا ہے:-

انتخاب

سنیاں نی سیو ماہی بدلے نے ویس نی (۱) چھوڑ مدینہ آ گئے ساڈڑے دیس نی
نبی محمدؐ ہوتے مہدی دے بھیس نی　　جھوک مہدی والی ہوئی منظور ہے
قادیئیں وستیا کل نبیاں دا نور ہے　　نام مولا دے منوں رسول نوں
پاک مسیح احمدؐ مہدی مقبول نوں
جھوک　　ہادی　　والی

سنیاں نی سیو مہدی آیا جہان وچ (۲) پتے تے خبراں جیندے لکھے قرآن وچ
آیت حدیثاں ویکھو ایس دی شان وچ　　جھوک مہدی والی ہوئی منظور ہے
قادیئیں وستیا کل نبیاں دا نور ہے　　نام مولا دے منوں رسول نوں
حضرت امام مہدی عیسےٰ مقبول نوں
جھوک　　ہادی　　والی

آکھاں ملاں ویکھیں کھول قرآن نوں (۳) سمجھ کے دسیں ذرا ایس بیان نوں
کیویں توں آکھیں عیسےٰ گیا آسمان نوں　　جھوک مہدی والی ہوئی منظور ہے
قادیئیں وستیا کل نبیاں دا نور ہے　　نام مولا دے منوں رسول نوں
چھڈو بکھیڑے من لؤ مقبول نوں
جھوک　　ہادی　　والی

سارے نشان جیہڑے لکھے قرآن وچ (۴) ویسے دے وقت ظاہر ہوئے جہان وچ
دتی گواہی سبھناں ایس دی شان وچ　　جھوک مہدی والی ہوئی منظور ہے
قادیئیں وستیا کل نبیاں دا نور ہے　　نام مولا دے ویکھو رسول نوں
منوں امام مہدی عیسیٰ مقبول نوں　　جھوک　　ہادی　　والی

لہ سہیلو۔ ۲ؔ لباس۔ ۳ؔ چھوٹا سا گاؤں

چڑھ تے سورج اہدے ہوئے سلامی تے (۵) زمین آسمان اہدی وچ غلامی سنے
وچ جہان شاہد ایس دے عامی نے جھوک مہدی دالی ہوئی منظور سئے
قادئیں وسّیا احمدؐ عربی دا نورسئے نام مولا دے ویکھو رسول نوں
منّوں امام مہدی عیسیٰ مقبول نوں
جھوک ہادی والی

کھول کے اکھاں ویکھو جنگلاں باراں نوں (۶) پھٹیاں دریاواں نالے نکلیاں نہراں نوں
ڈاک بھی دیکھو نالے ریلاں تے تاراں نوں جھوک مہدی دالی ہوئی منظور سئے
قادئیں وسّیا کل نبیاں دا نورسئے نام مولا دے ویکھو رسول نوں
منّوں امام چھوڑ و بحث فضول نوں
جھوک ہادی والی

ویکھو طاعون نالے ویکھو بھونچالاں نوں (۷) بھڑیا ئے ہویا ملک کنہاں دبالاں نوں
پکڑلے نے ظالم اپنے برے اعمالاں نوں جھوک ہادی دالی ہوئی منظور سئے
قادئیں وسّیا کل نبیاں دا نورسئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
منّوں امام مہدی عیسے مقبول نوں
جھوک ہادی والی

لکھ ہزاراں موئے مارے طاعون دے (۸) نال بھونچالاں وگّے وہن نے خون دے
اجے بھی ظالم منکر وانگ قارون دے جھوک ہادی والی ہوگئی منظور سئے
قادئیں وسّیا کل نبیاں دا نورسئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
چھڈو بکھیڑے من لوو مقبول نوں
جھوک ہادی والی

پتہ نہ لگّا اجے بے فرماناں نوں (۹) ہوئے نے منکر دیکھ لکھّاں نشاناں نوں
کافر پئے آکھن ظالم اہل ایماناں نوں جھوک مہدی والی ہوئی منظور سئے
قادئیں وسّیا احمدؐ عربی دا نورسئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
پاک مسیح احمدؐ مہدی مقبول نوں
جھوک ہادی والی

فتوے نے لائے اہناں پاک امام تے (۱۰) حملے نے کیتے اہناں دین اسلام تے
شور مچائے اہناں ہر مقام تے جھوک ہادی والی ہوئی منظور تے
قادئیں دسیا احمد عربی دا نور تے نام مولا دے منوں رسول نوں
بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

قادئیں نگری جویں شہر مدینہ تے (۱۱) آیا جو اوتھے نبی پاک نگینہ تے
دسّی ہے رحمت کھلا نور خزینہ تے جھوک مہدی والی ہو گئی منظور تے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نور تے نام مولا دے ویکھو رسول نوں
منوں امام احمد مہدی مقبول نوں
جھوک ہادی والی

دیس اساڈے جھوے رحمت دے جھلے نے (۱۲) آیا رسول در فیض دے کھلے نے
منکر نے جیہڑے بیٹھے لوک اوہ بھلے نے جھوک مہدی والی ہوئی منظور تے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نور تے نام مولا دے منوں رسول نوں
بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

واہ وا۔ اوہ لوک جیہڑے قادئیں جاندے نے (۱۳) مل کے رسول تائیں فیض پئے پاندے نے
کردے نے بیعت جاناں گھول گھماندے نے جھوک مہدی والی ہوئی منظور تے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نور تے نام مولا دے منوں رسول نوں
بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

مہدی امام اساڈا اوتویں ہی آیا ئے (۱۴) وچ حدیثاں جیویں نبی فرمایا ئے
قد میانہ گندمی رنگ سوہایا ئے جھوک ہادی والی ہو گئی منظور تے
قادئیں دسیا احمد عربی دا نور تے نام مولا دے منوں رسول نوں!
چھڈ دیو جھیڑے من لؤ مقبول نوں جھوک ہادی والی

مہدی دے چشمہ کوئی حسن جمال دا (۱۵) منہ منوّر چمکے نور جلال دا
روشن پیشانی دستے حسن کمال دا جھوک مہدی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نورئے نام مولا دے ویکھو رسول نوں!
منّوں مسیح احمد مہدی مقبول نوں
جھوک ہادی والی

نک سو اُچا سدھے وال نشانیاں (۱۶) سوہنیاں اکھیں نرگس وانگ مستانیاں
لٹک کے چلے سوہنی چال جیئوں جانیاں جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا احمد نبی دا نورئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

مہدی دے متھے چمکے نور رسولؐ دا (۱۷) فتح دا جھنڈا اس دے سر تے جھول دا
راہ دکھایا ایس اصل اصول دا جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نورئے نام مولا دے منّوں رسول نوں!
ویکھو امام مہدی عیسےٰ مقبول نوں
جھوک ہادی والی

آیا ئے مہدی نال وڈے اقبال دے (۱۸) ٹکڑے نے کیتے ایس وڈھ دجّال دے
دین دی حالت پہونچ گئی کمال تے جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نورئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
پاک مسیح احمد مہدی مقبول نوں
جھوک ہادی والی

نس گئے دشمن سارے چھوڑ میدان نوں (۱۹) ہوئی شکست اج وڈی شیطان نوں
کیتا اسکے مہدی فتح جہان نوں جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نورئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
مہدی امام احمد عیسےٰ مقبول نوں
جھوک ہادی والی

ہادی ہے آیا سرتاج رسولاں دا (۲۰) دارُو ایہہ رکھے کُل درداں تے سُولاں دا
زندہ اس کیتا نام سب مقبُولاں دا جھوک ہادی والی ہوئی منظور سے
قادیئیں وسیا احمدؐ عربی دا نور سے نام مولا دے منّوں رسول نوں

بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں

جھوک ہادی والی

رحمت دے مینہہ کوئی وُٹھے[1] جناب تھیں (۲۱) فیض دے جھوے آون مُلک پنجاب تھیں
فضل ہے ہویا کوئی باجھ حساب تھیں جھوک ہادی والی ہو گئی منظور سے
قادیئیں وسیا احمدؐ عربی دا نور سے نام مولا دے منّوں رسول نوں

بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں

جھوک ہادی والی

کُھلے عجیب مسئلے عشق دے باب تھیں (۲۲) عاشق پئے تھیون کھیوے[2] باجھ شراب تھیں
حسن دے جلوے اُٹھے چِک حجاب تھیں جھوک ہادی والی ہوگئی منظور سے
قادیئیں وسیا کُل نبیاں دا نُور سے نام مولا دے ویکھو رسُول نوں!

منّوں مسیح احمدؐ مہدی مقبول نوں

جھوک ہادی والی

گھول گھماواں اپنی جان پیارے توں (۲۳) مہدی امام احمدؐ نور سہارے توں
لعل ایہہ سچّا لدھا جگ ہے سارے توں جھوک مہدی والی ہوگئی منظور سے
قادیئیں وسیا کُل نبیاں دا نور سے نام مولا دے منّوں رسُول نوں

مندا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں

جھوک ہادی والی

دیکھو لی سیتو لگے بھاگ جہان نوں (۲۴) تازہ سے کیتا مولا باغ ایمان نوں
نور نبیاں بھریا زمین آسمان نوں جھوک مہدی والی ہوگئی منظور سے
قادیئیں وسیا کُل نبیاں دا نور سے نام مولا دے منّوں رسول نوں!

منّوں امام چھڈ دیجئیں فضول نوں

جھوک ہادی والی

[1] اُمڈے۔ [2] مست۔

اٹھو عزیزو کرو توبہ انکار تھیں (۲۵) مکھ نہ موڑو ایس نبیؐ دے یار تھیں
بنو نہ منکر ظالم قوم کفار تھیں جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
مہدی امام احمد عیسٰے مقبول نوں
جھوک ہادی والی

کرو کوئی حیلہ پاس ہادی دے جان دا (۲۶) ویلا نہ ایہہ غفلت وچ گنوان دا
سکھ لو ڈل رٹھڑے یار منان دا جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا احمد عربی دا نور ئے نام مولا دے ویکھو رسول نوں
نال پاک مسیح احمد مہدی مقبول نوں
جھوک ہادی والی

صدقے میں جاواں احمد عیسٰے امام تھیں (۲۷) پتا ایس دتا سانوں اصل اسلام تھیں
فیض دا شربت پیتا ایس دے جام تھیں جھوک ہادی والی ہوگئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
ویکھو امام من لوو مقبول نوں
جھوک ہادی والی

کون کوئی ہووے جاوے دیس رسول دے (۲۸) حال سناوے جیہڑا اگے مقبول دے
کرے دعائیں حق ایس ملول دے جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
برا نہ آکھو مونہوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

جاندیا راہیا ایس قافلے نال دے (۲۹) میتھوں بھی سنیں کجھ عرض احوال دے
ماہی دے اگے میرا کریں سوال دے جھوک مہدی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
مہدی امام عیسٰے احمد مقبول نوں جھوک ہادی والی

کرم دی نظر اک لوڑاں[۱] سرکار دی (۴۰) میں بھی ہاں بندی اک ایسی دربار دی
سار[۲] آ لینی کدے اوگن ہار دی جھوک مہدی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں وسّیا احمدؐ عربی دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
مہدی امام احمد عیسےٰ مقبول نوں
جھوک ہادی والی

لڑ میں پھڑیا ہادی تیرا ہے آن وے (۴۱) پیراں تے ڈِگی اگوں جان نہ جان وے
تیرے نہ باجھوں میرا کوئی ہے مان وے جھوک ہادی والی ہوگئی منظور ئے
قادئیں وسّیا احمدؐ عربی دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
مہدی امام عیسےٰ احمد مقبول نوں
جھوک ہادی والی

بوہڑ کھاں ہادی کدی سارلے میری ئے (۴۲) جنگی یا مندی عاجز بندی ہاں تیری وے
تلی میں بیٹھی جمدی تیری ہاں ڈھیری وے جھوک ہادی والی ہوئی منظور ئے
قادئیں وسّیا کل نبیاں دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
چھڈو بکھیڑے من لو مقبول نوں
جھوک ہادی والی

سب گناہیاں وچوں وڈی بدکار میں (۴۳) حال نہ کوئی کیویں لنگھاں دی پار میں
بوہڑ آ کدے ہادی ہوئی خوار میں جھوک مہدی والی ہوگئی منظور ئے
قادئیں وسّیا کل نبیاں دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
مہدی امام عیسےٰ احمد مقبول نوں
جھوک ہادی والی

رُوواں میں تتّی[۳] کیتے عیب میں بھارے نے (۴۴) وچہ گناہاں دن رات گذارے نے
فضل ہیں منگاں فضلوں پار اتارے نے جھوک ہادی والی ہوگئی منظور ئے
قادئیں وسّیا احمدؐ عربی دا نور ئے نام مولا دے منّوں رسول نوں
چھڈو بکھیڑے نالے بحثاں فضول نوں
جھوک ہادی والی

[۱] چاہنا۔ [۲] خبر۔ [۳] دُکھی۔

کون نی سیتو میرے دُکھڑے ونڈے نی (۴۵) درداں دے سُول چُبھن دُکھاں دے کنڈے نی
کس نوں میں آکھاں میری بخت ہی کھنڈے نی جھوک ہادی والی ہوئی منظور سُے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نورسُے نام مولا دے منّوں رسول نوں!
مہدی امام عیسےٰ احمدؐ مقبول نوں
جھوک ہادی والی

کُوکاں پئی تتّی میں تاں کنڈھی اُرار دی (۴۶) ہوئی اداسن جویں کونج پہاڑ دی
وچ جدائیاں رو رو وقت گذار دی جھوک مہدی والی ہوئی منظور سُے
قادئیں دسیا احمد عربیؐ دا نورسُے نام مولا دے منّوں رسول نوں
مندا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

ٹھیلیں مہانیاں ہُن بیڑا ضرور دے (۴۷) پار لنگھا دیں مینوں پہلڑے پُور دے
دیر نہ کرنی ہووے عرض منظور دے جھوک مہدی والی ہوئی منظور سُے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نورسُے نام مولا دے منّوں رسول نوں!
بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

لدیں کرواناں جھوک ماہی دے دیس نوں (۴۸) سنگ ولائیں جیویں بندڑی ایس نوں
ٹُک مہاراں دیئے چھوڑ پردیس نوں جھوک ہادی والی ہوئی منظور سُے
قادئیں دسیا کل نبیاں دا نورسُے نام مولا دے منّوں رسول نوں
بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک ہادی والی

ڈاڈھی سِک لگّی بندڑی ایس نوں (۴۹) کدوں میں جاساں رنّا ماہی دے دیس نوں
میل کھاں کدی بھٹ پاں پردیس نوں جھوک ہادی والی ہو گئی منظور سُے
قادئیں دسیا احمد عربیؐ دا نورسُے نام مولا دے منّوں رسُول نوں
مہدی امام احمدؐ عیسےٰ مقبول نوں
جھوک ہادی والی

لہ سارباں - لہ تڑپ

کیہڑی اوہ گھڑی ڈیکھاں مکھڑا پاک میں (۴۰) وِچ فراق ماہی رہاں غمناک میں
کون اٹھاوے رووان پئی وِچ خاک میں　　جھوک مہدی والی ہوگئی منظور سئے
قادئیں وستیا احمدؐ عربی دا نور سئے　　نام مولا دے منّوں رسُول نوں
بُرا نہ بولو موہنوں ایں مقبول نوں
جھوک　ہادی　والی

جھوکاں دسیون ساتھوں دُور دوراڈیاں (۴۱) ملّے نے پینڈے کویں پہنچاں پیادیاں
کوہڑ کھاں ہادی عرضاں من اساڈیاں　　جھوک مہدی والی ہوئی منظور سئے
قادئیں وستیا احمدؐ عربی دا نور سئے　　نام مولا دے منّوں رسول نوں
پاک مسیح احمدؐ مہدی مقبول نوں
جھوک　ہادی　والی

صدقے میں جاواں میری جان قربان وے (۴۲) گھول گھمائیے تیتھوں سارا جہان دے
بخش جے بُھلّی ہوئی بے فرمان وے　　جھوک مہدی والی ہوئی منظور سئے
قادئیں وستیا کل نبیاں دا نور سئے　　نام مولا دے منّوں رسُول نوں
چھڈ و بکھیڑے من لو مقبول نوں
جھوک　ہادی　والی

میں ای نہ بُھلّی میتھوں بُھلیاں چنگیریاں (۴۳) بخشیں چا فضلوں تقصیراں جو میریاں
چنگی یا مندی جو کجھ بندی میں تیریاں　　جھوک ہادی والی ہوئی منظور سئے
قادئیں وستیا کل نبیاں دا نور سئے　　نام مولا دے دیکھو رسول نوں
برا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوں
جھوک　ہادی　والی

من سے عرض بخش بے گناہیاں نوں! (۴۴) رووان میں دیکھ تیریاں بے پرواہیاں نوں
رحم کماویں دھوویں گل میاہیاں نوں!　　جھوک ہادی والی ہوئی منظور سئے
قادئیں وستیا احمدؐ عربی دا نور سئے　　نام مولا دے منّوں رسول نوں!
مہدی امام احمدؐ عیسےٰ مقبول نوں
جھوک　ہادی　والی

نام خدا دے کدے مَن لے ہارڑے نُوں (۴۵) بخش غلام رسول وچارے نوں
جھڑک نہ دیویں ایس اوگنہارے نُوں جھوک نہدی والی ہو گئی منظورے
قادیئیں وسیا کل نبیاں دا نورئے نام مولا دے منّوں رسول نوُں
بُرا نہ بولو موہنوں ایس مقبُول نوُں
جھوک ہادی والی

صدقے میں جاواں تیتھوں جاداں میں واری وے (۴۶) رکھاں امید تیرے کرم دی بھاری دے
کریں چارہ رحم میں ہاں دُکھاں دی ماری وے جھوک مہدی والی ہوئی منظورے
قادیئیں وسیا کل نبیاں دا نورئے نام مولا دے منّوں رسول نوُں!
برا نہ بولو موہنوں ایس مقبُول نوُں
جھوک ہادی والی

عشق شرابوں کرو مست فقیراں نوُں (۴۷) نشہ پلاؤ طالب عشق تاثیراں نوں
کرو غلام بندوں اینہاں اسیراں نوُں جھوک ہادی والی ہوگئی منظورے
قادیئیں وسیا احمدؐ عربی دا نورئے نام مولا دے منّوں رسُول نوُں
پاک مسیح احمدؐ مہدی مقبول نوُں
جھوک ہادی والی

میں ہاں غلام رسولؐ دی ذات دا (۴۸) راجیکے پنڈ میرا ضلع گجرات دا
فضل میں منگاں لوڑاں فیض نجات دا جھوک مہدی والی ہوگئی منظورے
قادیئیں وسیا احمدؐ عربی دا نورئے نام مولا دے منّوں رسُول نوُں
مندا نہ بولو موہنوں ایس مقبول نوُں
جھوک ہادی والی

۱۳۲۴ھ
تیراں سو چوی سی تاریخ رسُولؐ دی (۴۹) جدوں ایہہ لکھی جھوک مہدی مقبول دی
رکھاں امید فضلوں شرف قبول دی جھوک ہادی والی ہوگئی منظورے
قادیئیں وسیا احمد عربی دا نُورئے نام مولا دے منّوں رسول نوُں
مہدی امام عیسےٰ احمدؐ مقبول نوُں
جھوک ہادی والی

ایک رُؤیا :-

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے زمانۂ خلافت میں بعض ممبران صدر انجمن احمدیہ نے جو خلافتِ ثانیہ کے دور میں غیر مبایعین کے لیڈر بنے۔ یہ سوال اٹھایا تھا۔ کہ چونکہ صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقرر فرمایا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کو انجمن نے قائم کیا ہے اس۔لئے خلیفۃ المسیح انجمن کے ماتحت ہیں نہ کہ انجمن خلیفۃ المسیح کے ماتحت۔ جب اندر ہی اندر اس سوال کی جماعت کے با اثر لوگوں میں اشاعت کی گئی۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے جنوری ۱۹۰۹ء میں جماعت کے خاص لوگوں کو مرکز میں بلایا۔ اور صبح کے وقت مسجد مبارک کی چھت پر حضور نے تقریر فرمائی۔ جس میں نظام خلافت کے فیوض اور برکات نہایت ہی مؤثر رنگ میں بیان فرمائے۔ میں نے اسی رات رؤیا دیکھی کہ بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ آپ بڑے ہی بیکس ہیں تو ہاتھی۔ حضور اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بے شک میں پہلے تو ہاتھی تھا لیکن اب ببر ہوں۔

ایک استخارہ :-

جب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جماعت احمدیہ لاہور کیلئے مقرر فرمایا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ اگر حضور پسند فرمائیں۔ تو میں استخارہ کر لوں۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں ضرور استخارہ کر لیا جائے۔

جب میں نے استخارہ کیا۔ تو خواب میں دیکھا کہ میں لاہور گیا ہوں۔ اور جماعت کی خدمت میں مصروف ہوں۔ کہ اچانک خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے بھائی خواجہ جمال الدین صاحب نے احباب جماعت کی دعوت کی ہے۔ جب کھانے کے لئے احمدی احباب صفوں میں بیٹھ گئے۔ تو اس وقت معلوم ہوا۔ کہ دعوت میں عبداللہ نام ایک بزرگ بھائی کا گوشت پیش کیا گیا ہے۔ اس پر میں یہ کہتے ہوئے کہ انسان کا گوشت کھانا قطعاً حرام ہے۔ اٹھ بیٹھا۔ میری آواز سن کر اور بھی بہت سے لوگوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور میرے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

میں نے جب صبح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت میں یہ رؤیا لکھ کر پیش

کی تو حضور نے فرمایا " کہ اسی لئے تو ہم آپ کو لاہور بھیج رہے ہیں "۔ چنانچہ دوسرے دن میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی معیت میں لاہور پہنچ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد صدر انجمن کے لاہوری ممبروں نے مجھے خلوت میں بلا کر کہا کہ رسالہ الوصیت میں کہاں لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد صدر انجمن کے علاوہ بھی کوئی جانشین ہوگا۔ میں نے کہا۔ اگر صدر انجمن ہی حضرت اقدس کی جانشین تھی تو اس نے الوصیت کی تعلیم کے خلاف حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت کیوں کی؟ اور دوسروں کو بیعت کی تحریک کر کے گمراہ کیوں کیا؟

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انجمن نے پہلا قدم ہی غلط اٹھایا ہے اور اگر یہ غلطی نہیں۔ تو اسے غلطی کہنا سب سے بڑا جرم ہے۔ اور کیا آپ کو معلوم نہیں حضرت اقدس نے رسالہ الوصیت میں صاف قدرت ثانیہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابو بکر رض کی مثال دے کر خلافت کے مسئلہ کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ میری ان باتوں سے وہ لوگ بہت مایوس ہوئے۔

قبولِ احمدیت:

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس حقیر خادم سلسلہ کو لمبا عرصہ سے تبلیغی خدمات بجا لانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اور ہزاروں افراد ان مساعی کے ضمن میں بفضلہٖ تعالیٰ انشراح صدر حاصل کر کے احمدیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ موضع فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کے متعلق اسی تعلق میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جو اتفاق سے میری نظر سے گذری وہ ذیل میں الفضل مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء سے درج کی جاتی ہے۔

"۵۸۔ افراد داخلِ احمدیت ہوئے"

"جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی بحکم ناظر صاحب تالیف و اشاعت فیض اللہ چک وبہل چک متصل قادیان ایک کام کے لئے گئے۔ جہاں ان کے وعظ و نصائح سے ۵۸۔ مردوں عورتوں نے بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ انکے نام فہرست نو مبائعین میں شامل ہونگے۔"

ایک قابلِ قدر علمی تذکرہ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ خاکسار بھی حضور کی مجلس میں بیٹھا ہُوا تھا۔حضور نے حاضرین مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا۔کہ جب ہمیں بوجہ اہل حدیث ہونے کے دوسرے فرقوں کے علماء سے بحث کا موقعہ ملتا۔تو ہمیں حضرت سید اسمٰعیل صاحب شہیدؒ جو حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ مجدد صدی سیزدہم کے خلیفہ تھے کی کتاب صراط مستقیم کے ایک حوالہ سے بہت ہی خطرہ محسوس ہوتا۔ کہ فریق مخالف کہیں یہ حوالہ ہمارے خلاف نہ پیش کر دے۔بوجہ اہل حدیث ہونے کے (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے پہلے مرتب) ہم اس مسلمہ اہلحدیث کتاب سے گریز نہ کر سکتے تھے۔اور نہ کوئی معقول اور اطمینان بخش توجیہہ سمجھ میں آتی تھی۔

وہ حوالہ اس مفہوم کا تھا۔کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ کہنا کہ وہ نہ جوہر ہے نہ عرض یہ بھی بدعت ہے اور آداب الوہیت کے خلاف ہے۔لیکن حکمت اور فلسفہ کی کتابوں میں مسلمانوں نے بوجہ آداب الوہیت کے یہی نظریہ پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ایسی باتوں سے بالا ہے کہ اس کے متعلق جوہر یا عرض کی نسبت دی جائے۔کیونکہ نہ وہ جوہر ہے اور نہ عرض ہے۔اس کی ہستی ان دونوں سے قدوس اور بالا ہے۔

سید اسمٰعیل صاحبؒ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ نہ جوہر ہے اور نہ عرض بدعت ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اس کے خلاف صورت درست ہے۔اس حوالہ کو مخالفین اہل حدیث نے کئی دفعہ پیش کیا لیکن اس کا کوئی تسلی بخش جواب ذہن میں نہ آیا۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک عرصہ کے بعد مجھے ایک کتاب ملی جس کا نام فصل الخطاب تھا۔اور جو حضرت سید محمد غوث صاحبؒ کی تصنیف تھی اور اس میں بہت ہی لطیف حقائق و معارف بیان ہوئے تھے۔جن میں ایک نکتہ معرفت آداب الوہیت کے متعلق بیان کیا گیا تھا جس سے حضرت اسمٰعیل صاحب شہید کے بیان کردہ حوالہ کا جواب تسلی بخش صورت میں ذہن میں آگیا۔آپ اس کتاب میں تحریر فرماتے ہیں

کہ بعض معزز ہستیوں کے متعلق جو مثلاً بادشاہ یا حاکم اعلیٰ ہوں اور خاندانی لحاظ سے بھی نجیب الطرفین ہوں۔ یہ کہنا کہ وہ بھنگی۔ خاکروب یا چمار نہیں۔ ان کے واسطے باعث عزت و تکریم نہیں۔ گو واقعاتی لحاظ سے یہ درست ہے۔ لیکن پھر بھی کسی معزز ترین ہستی کی طرف کسی ذلیل یا کمینہ کو نسبت دینا خواہ وہ نسبت نفی میں ہی ہو اس معزز ترین ہستی کی کسر شان کے مترادف ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس نکتہ کے مطالعہ سے بہت ہی لطف آیا۔ اور اس سے وہ اعتراض جو ایک مدت سے دل میں خلش پیدا کر رہا تھا حل ہو گیا۔ اس نکتہ کی روشنی میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی قدوس ہستی نہ جوہر ہے اور نہ عرض۔ گو حقیقتِ نفس الامری کے لحاظ سے درست ہے۔ لیکن جوہر اور عرض کی نسبت اللہ تعالیٰ کی بزرگ ہستی کی طرف دینا گو نفی میں ہی ہو مناسب نہیں بلکہ بدعت ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی فاتر العقل آداب الوہیت کو نہ جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں پکارے کہ

یا خالق الخنازیر و یا رب القردۃ والکلاب!

یعنی اے خنزیروں کے خالق اور بندروں اور کتوں کے رب۔ یہ الفاظ اگرچہ حقیقتِ نفس الامری کے لحاظ سے درست ہیں۔ لیکن حضرت رب العالمین کی قدوس اور منزہ ہستی کی شان الوہیت کے منافی ہیں

پس یہی وجہ ہے کہ سید اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے اس قسم کی گفتگو و نسبت کو بدعت قرار دیا۔

معجون القرآن :۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحیثیت طبیب حاذق اور رئیس الاطباء کے قرآن کریم کی روشنی میں ایک دوائی تیار کرائی جس کا نام "معجون القرآن" تجویز فرمایا۔ قرآن کریم میں جن ثمرات کا ذکر آیا ہے ان کو اس میں شامل کیا گیا اور سورۃ محمدؐ میں جن چار نہروں کا ذکر ہے۔ یعنی نہر من ماء غیر آسن۔ نہر لبن خالص۔ نہر خمر لذۃ للشاربین۔ اور نہر عسل مصفّٰی ان چیزوں کو بھی اس دوائی کے اجزاء میں شامل کیا گیا۔ یہ معجون بہت سے مریضوں کو استعمال کرائی گئی۔ عجیب الخواص و البرکات تھی۔

بنارس میں ایک لیکچر:

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ایک دفعہ خاکسار حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب، حضرت میر قاسم علی صاحبؓ، حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بصورتِ وفد شہر بنارس میں بھجوائے گئے۔ جس دن مفتی صاحب کا لیکچر بعنوان "تحفہ بنارس" تھا۔ اور ہم سب ٹانگہ میں جلسہ گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ مفتی صاحب نے اپنے لیکچر کی کامیابی کے لئے سب احباب سے درخواستِ دُعا کی۔ چنانچہ ہم سب دعا کی طرف متوجہ ہو گئے۔ دعا کرتے وقت مجھے کشفی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے انوار کا نزول ہو رہا ہے۔ اس کی تعبیر ہمیں یہ سمجھ میں آئی۔ کہ انشاء اللہ لیکچر کامیابی سے سنایا اور سُنا جائیگا۔ اور لوگوں کے دلوں پر اس کے سُننے سے سکینت اور اطمینان نازل ہو گا۔ اِس کشفی نظارے سے میں نے اسی وقت وفد کے احباب کو اطلاع دیدی۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ لیکچر حسب بشارت بہت ہی کامیاب رہا۔ اور مفتی صاحب نے اس کے طبع کرانے پر شروع میں میرے اِس کشف کا بھی ذکر کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

علم تعبیر:

یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ اُس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے اس عاجز کو علم تعبیر رویاء سے بھی نوازا ہے۔ چنانچہ بسا اوقات خاکسار کو خوابوں کی صحیح تاویل اور تعبیر اللہ تعالےٰ کی طرف سے تفہیم ہو جاتی ہے۔ اکثر دُور ونزدیک سے احباب اپنی خوابوں کی تعبیریں مجھ سے دریافت کرتے رہتے ہیں۔ کسی رویاء کی صحیح تعبیر تو خدا تعالےٰ کے فعل سے ہی سمجھ میں آتی ہے۔ اِس لئے کہ ایسی رویاء اور خواب جو من جانب اللہ ہو اور روح القدس کے نتیجہ سے تعلق رکھتی ہو۔ اللہ تعالےٰ کے قول کے قائمقام سمجھی جا سکتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے قول کی تصدیق اس کے فعل سے ہی ہوتی ہے۔ پس قبل از وقت کسی خواب کی کوئی تعبیر یا تاویل اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے جو کبھی نشانہ پر لگ جاتا ہے اور کبھی خطا جاتا ہے۔

ایک مثال ایک دفعہ ایک مجلس میں ایک مدرس نے مجھ سے کہا کہ میں نے رویاء میں دیکھا ہے۔ کہ میرے سامنے کے دو دانت گر گئے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ کہنے لگے کہ میں مدرس ہوں۔ سکول میں لڑکوں کو تعلیم دیتا ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے والدین زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ سُن کر میں نے کہا کہ آپ کا افسر جب سکول کے معائنہ کے لئے آئیگا تو دو روپیہ آپ کو جرمانہ کرے گا۔ اور اس طرح دو روپیہ کے نقصان و تنزل سے یہ رویاء پورا ہو گا۔ اِس پر اُس نے کہا کہ دو دانت زمین پر گرنے کے بعد پھر میں نے اُٹھا لئے ہیں۔ اور ان کی جگہ پر رکھ لئے ہیں۔ میں نے کہا کہ دو روپیہ کی کٹوتی اور تنزل کے بعد اس کو پھر بحال کر دیا جائے گا۔

ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ افسر ممتحن نے بعض غلطیوں کی بنا پر اس مدرس کو دو روپیہ جرمانہ کیا۔ لیکن پھر اس کی درخواستِ معافی پر تنزل کی صورت کو بحال کر دیا۔ چنانچہ وہ مدرس صاحب اس کے بعد مجھے ملے۔ اور کہنے لگے کہ آپ کی تعبیر بالکل درست نکلی۔ مجھے اس طرح محکمانہ افسر نے بطور جرمانہ و سزا کے میری تنخواہ میں سے دو روپیہ ماہوار کم کر دیئے لیکن دَورہ سے واپسی پر جب پھر اس افسر سے ملاقات ہوئی۔ اور میں نے معافی چاہی تو انہوں نے مجھے معاف کر دیا۔ اور آئندہ احتیاط کرنے کی تاکید کی۔

تمام احبابِ مجلس نے اِس تعبیر کے صحیح ہونے پر خوشی کا اظہار کیا۔ اور بعض نے دریافت کیا کہ دانتوں کے گرنے کی تعبیر تو عام طور پر رشتہ داروں کی موت ہوتی ہے۔ آپ نے بجائے موت کے جرمانہ کی رقم کس طرح سمجھی۔ میں نے عرض کیا کہ بعض حالات میں دانتوں کے گرنے سے رشتہ داروں کے مرنے کی تعبیر بھی کی جاتی ہے۔ لیکن مدرس صاحب کے والدین تو فوت ہو چکے تھے۔ اور ان کے بیوی بچے بھی نہ تھے۔ بلکہ وہ اکیلے ہی تھے۔ اور معلّم اور مدرس کی حیثیت سے برسر روزگار تھے۔ چونکہ کھانا مُنہ اور دانتوں سے کھایا جاتا ہے۔ اور جس طرح رزق کھانے میں منہ اور دانت مدد دیتے ہیں۔ اسی طرح منہ اور دانتوں کے ذریعہ سے مدرسہ میں تعلیم دینے سے تنخواہ بھی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی۔ کہ اوپر کے دانتوں میں سے دو کا گرنا۔ دو روپیہ کا تنخواہ میں تنزل ہے۔ اور پھر دانتوں کا اپنی جگہ پر لگ جانا بحالی کی علامت ہے۔ چنانچہ اس تعبیر کے مطابق ہی وقوع

میں آیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

عشقِ مجازی و حقیقی :

جن دنوں خاکسار بوجہ علالت حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر علاج کے لئے دارالامان میں مقیم تھا۔ اسوقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان خانہ میں ہی رہتا تھا اور علاوہ بعض دوسرے بزرگان اور احباب کے حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دوسرے تیسرے دن میرے پاس عیادت کے لئے تشریف لاتے۔ اور گھنٹہ گھنٹہ اور کبھی گھنٹہ سے بھی زاید خاکسار کے پاس تشریف رکھتے۔ اس وقت میں مجھ سے کئی واقعات اور حالات سنتے بھی اور سناتے بھی۔

ایک دفعہ آپؓ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنی ہوئی یہ حکایت سنائی کہ ایک بزرگ کے پاس جب کوئی شخص مدعی تعلق ارادت کی غرض سے بیعت کرنے کے لئے آتا تو آپ اس سے یہ دریافت فرماتے کہ کیا آپ کبھی کسی پر عاشق ہوئے ہیں۔ اگر وہ یہ کہتا کہ ہاں میں عاشق ہوا ہوں۔ تو فرماتے مجھے اپنے عشق کے حالات سناؤ۔ تب جو شخص اپنے حالات کے ضمن میں واقعات عاشقانہ کی داستان میں تکالیف اور لوگوں کی ملامتوں اور اپنی استقامت اور استقلال کا ذکر سناتا۔ تو اس کی بیعت لے لیتے اور جو شخص یہ کہتا کہ میں عاشق نہیں ہوا یا یہ کہتا کہ عاشق تو ہوا تھا لیکن مجھے جب لوگوں نے گالیاں دیں اور ملامتیں کیں اور مارا تو میں نے عشق بازی سے توبہ کر لی۔ تو ایسے شخص کی بیعت نہ لیتے اور فرماتے ہمیں ایسے ارادت مند چاہئیں جو عاشق ہو کر ملامتِ خلق اور تکالیف کے وقت استقامت اور استقلال دکھلاتے ہوئے عشق و وفا کی منزل میں آگے ہی آگے قدم بڑھانے والے ہوں اور اگر اس راہ میں عزت، مال، وقت اور وجاہت بلکہ جان بھی قربان کرنیکی نوبت پیش آئے تو ذوق و مسرت سے بغیر کسی تردّد اور تامّل کے قربان کر دیں۔ اور اس وفا و محبت آئینہ ماتختہ دارِ منصور پر چڑھ جائیں۔ لیکن پایۂ ثبات اور قدمِ استقلال میں کسی قسم کی لغزش و تورّع میں نہ آئے۔

اس میں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کی بیعت ایسے ہی مجاہدات سے تعلق رکھتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ بھی آیت اِنَّ اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم باَنّ لھم الجنّۃ کے رو سے مومنوں سے جو وَالّذین اٰمنوا اشدّ حباً للّٰہ کی شانِ محبت رکھتے ہیں۔ سودا کرتا ہے۔ اور اپنی محبت کے متوالوں سے ان کی جان و مال خرید کر جنت دیتا ہے۔ وہ جنت کیا ہے وہی جس کی نسبت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ ؎

الٰھی فدتک النفس اِنّک جنّتی

یعنی اے خدا میرے مطلوب میرے محبوب میرے مقصود اور میرے معبود میری جان تجھ پر فدا ہو تو ہی میری جنّت ہے۔ گویا بتایا ہے کہ اصل جنت خدا تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہے اور وہی ابدی جنت ہے کیونکہ جنت بھی مع اپنی ہر ایک نعمت کے اسی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی کا ظہور ہے۔ اور جان اور مال کی محبت کا ہر جذبہ اور ہر کشش دراصل اسی کے لئے ہے۔ اور اس کی محبت کے لئے ایک پیمانہ ہے۔ جس سے مومن اشدّ حباً للّٰہ کی شانِ محبت کا ہر آن اور میزان سے اندازہ لگاتا رہتا ہے۔ کہ کس محبوب کا پلڑا بھاری ہے۔ آیا جان اور مال کی محبت کا یا اللہ تعالیٰ کی محبت کا۔ اگر جان و مال کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھ جائے۔ تو اس صورت میں جان اور مال کی قربانی اس بڑے محبوب کی راہ میں باعثِ لذّت و مسرّت ہوتی ہے۔ جیسے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کے فرمان میں اسی محبت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس آیت میں البرّ کی نیکی الف لام کے الحاق اثر سے منعمین کے سب مدارج پر مشتمل پائی جاتی ہے۔ ہاں نبیوں کی محبت اعلیٰ درجہ کی برّ پر دلالت کرنے والی ہے۔ اور اس کے بعد صدیقوں کی۔ اس کے بعد شہداء کی۔ اس کے بعد صلحاء کی۔ علیٰ قدرِ مراتب ہر ایک کی قربانی اپنی محبت کے مرتبہ سے مناسبت رکھتی ہے۔

دو عاشقوں کا افسانہ حضرت میر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضرت اقدس ؑ نے اس بزرگ کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ اسی سلسلۂ بیعت میں ایک دفعہ دو شخص اس بزرگ کی

خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں سے بھی حسبِ دستورِ سابق دریافت فرمایا۔ ان میں سے ایک نے اپنا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ میں ایک نیچ قوم کی عورت پر عاشق ہو گیا تھا۔ پہلے تو حسبِ مقولہ؎

کہ عشق آساں نمود اوّل

آزادانہ طور پر میل ملاپ کا موقعہ ملتا رہا۔ لیکن جب اس عورت کے وارثوں اور متعلقین کو معلوم ہؤا کہ میرا ان کے ہاں آنا جانا اس عورت کے لئے ہے۔ تو انہوں نے مجھے منع کیا۔ کہ تم آئندہ اس طرف آئے تو تمہارے ساتھ ہم بہت سختی کے ساتھ پیش آئیں گے۔ چند روز کے وقفہ کے بعد پھر میں ان کے ہاں گیا۔ تو انہوں نے مجھے گالیاں دیں اور مارا پیٹا۔ اس ذلت اور تکلیف و اذیت کے احساس پر میں نے عشق بازی سے توبہ کر لی۔ اس ابتلاء کے بعد اس دشمنِ عزت و جان محبوبہ کا کبھی نام تک لینا بھی پسند نہیں کیا۔ اور مایوس ہو کر اس خیال کو چھوڑ دیا۔

جب وہ اپنا واقعہ مذکورہ بالا سنا چکا۔ تو آپ نے اس دوسرے شخص سے فرمایا کہ اگر آپ نے بھی کسی سے عشق کیا ہو تو اس کا واقعہ سنائیں۔ اس نے بیان کیا۔ کہ میں ایک دن ایک مہاراجہ کے محل کے پاس سے گزرنے لگا۔ میری نظر اس محل کی طرف اوپر کو اٹھی تو مجھے ایک حسین شکل نظر آئی جو اپنی مشکیں زلفوں کو بکھیرے ہوئے بامِ رفعت پر ٹہل رہی تھی۔ میری نظر جب اس کے دلکش اور دلربا حسین چہرہ پر پڑی۔ اور آنکھیں چار ہوئیں تو آن کی آن میں اس حسینہ کا کشتہ اور قتیلِ نازِ حسن بن گیا۔ اور اس کی محبت کے خمار سے مخمور اور مست ہو کر وہاں اس محل کے نیچے ہی ڈیرہ لگا لیا۔ چند روز تو میری حالتِ عشق سے بوجہ عدم واقفیت لوگوں کو کچھ توجہ نہ ہو سکی۔ لیکن آخر شدہ شدہ میرے وہاں قیام رکھنے اور ڈیرہ جمانے سے میرے متعلق چرچا شروع ہو گیا۔ کوئی میری نسبت یہ کہتا کہ یہ مسافر ہے۔ بوجہ بے وطنی کے بیچارہ یہاں ہی بیٹھ گیا ہے۔ کوئی کہتا مست معلوم ہوتا ہے۔ چرسی اور بھنگی اور شرابی ہو گا۔ تبھی اس طرح مدہوش پڑا رہتا ہے۔ کوئی کہتا کہ فقیر سائیں ہے۔ خدا کے ذکر میں اور عشقِ الٰہی کی مستی میں مخمور رہتا ہے۔ اور اسی میں مست و مجذوب ہو چکا ہے۔ بعض یہ بھی کہتے کہ اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اس نے شاہی محلات کو اپنے قیام کے لئے

اور ان کے پاس ڈیرہ جمانے کے لئے کیوں انتخاب کیا۔ بعض تیز نگاہوں نے یہ بھی بھانپ لیا کہ شہزادی جو محلات پر کبھی کبھی اِدھر اُدھر ٹہلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ شخص اس پر عاشق ہے۔ اور اسی کے عشق میں شاہی محلات کے نیچے دھونی رما کر بیٹھ گیا ہے۔ اور یہی آخری خیال عام لوگوں میں شہرت پا گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے شہرت پانے پر بہت سے لوگ میرے پاس آتے اور مجھے دیکھتے کہ میں محلات کے نیچے بیٹھا ہوں۔ آخر سرکاری آدمیوں اور پولیس وغیرہ کو بھی علم ہوا۔ اور انہوں نے آکر مجھے سخت سست کہا اور حکم دیا کہ یہاں سے ڈیرہ اٹھاؤ اور کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ شاہی محلات کے پاس تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں۔ میں سرکاری آدمیوں کی اس بات کا کچھ جواب نہ دیتا اور نہ ہی وہاں سے اٹھتا۔ آخر مہاراجہ نے ان کو کہا کہ اسے کچھ کہنا نہیں چاہیئے ورنہ ہماری بُری شہرت سارے شہر بلکہ سارے ملک میں پھیل جائے گی۔ ہاں اسے اس جگہ سے کسی دوسری جگہ پر پہنچا دینا چاہیئے۔ چنانچہ پولیس نے مجھے پکڑ کر ایک اور جگہ پرے جا کر چھوڑ دیا۔ میں وہاں سے رات کے وقت پھر محلات کے پاس آبیٹھا کئی روز ایسا ہی سلسلہ چلتا رہا کہ پولیس کے آدمی مجھے وہاں سے کھینچ کر لے جاتے اور میں پھر لوٹ کر محلات کے پاس آکر ڈیرہ جما لیتا۔ کچھ عرصہ تک ایسا ہی سلسلہ جاری رہا۔ شہزادی شہر سے باہر ایک بُت خانہ میں ٹھاکروں کی پوجا پاٹھ کے لئے دن کو مقررہ وقت اپنی سہیلیوں کے ساتھ ضرور جاتی۔ جب وہ جانے لگتی میں بھی اس کے درشن کے لئے اس کے پیچھے ہو لیتا۔ جب میرے متعلق میرے اس فعل سے بھی تصدیق ہو گئی۔ کہ واقعی یہ شخص شاہزادی کا عاشق ہے اور جب کئی روز میں شاہزادی کے عقب میں .. بجذبۂ عشق نکل کر جاتا رہا۔ تو شاہزادی کو دن کے وقت ٹھاکر دوارے میں جانے سے روک دیا گیا۔ اور حکم ملا کہ بجائے دن کے رات کو جب لوگ سو جائیں۔ یعنی ۱۱، ۱۲ بجے کے قریب ٹھاکروں کے درشن اور پوجا پاٹھ کے لئے جایا کرے۔ چنانچہ میرے عشق کے فسانے علاوہ شہر کے خود شاہی محلات میں شاہی خاندان کی عورتوں مردوں میں بھی شہرت پانے لگے۔ بعض نے میری نسبت یہ بھی کہا کہ بیچارہ معذور ہے کسی کو کچھ کہتا تو ہے نہیں۔ یعنی صرف محبت کا دیوانہ ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا کہ ویسے تو محبت بُری چیز نہیں قابلِ قدر چیز ہے لیکن کم بخت دنیا کی

ملامت اور بدگوئی سے عزت کا ڈر ہے اور شاہزادی کی ماں اور باپ باوجود حکومت اور فرمانروائی کی شانِ شاہانہ رکھنے کے بہت ہی شریف اور حلیم طبع تھے۔ وہ پولیس کو اور ایسا ہی دوسرے ارکانِ حکومت کو بھی کہتے کہ اس دیوانۂ خیالِ محبت کو کوئی کچھ نہ کہے نہ کوئی اسے مارے نہ اسے گالی دے۔ ہاں نرمی سے سمجھ سکے تو سمجھا دیا جائے ورنہ اسے کچھ نہ کہا جائے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ شاہزادی کا دن کو ٹھاکر دوارے جانا ممنوع ہوگیا ہے تو میں رات کو محلات کا طواف کرتا جب مجھے معلوم ہوتا کہ شاہزادی رات کو سہیلیوں کے ساتھ بتخانہ کی طرف نکل کر چلی ہے تو میں بھی کوشش کرتا کہ کسی طرح مجھے بھی موقع مل سکے تو میں .. اس کے پیچھے پیچھے جاؤں۔ ایک دفعہ ایک تجویز میرے ذہن میں یہ آئی کہ میں ٹھاکر دوارہ کے مہنت سے مل کر راہ و رسم پیدا کروں اور پھر مہنت صاحب کے ذریعہ کوئی صورت ملاقات کی پیدا کی جائے۔ چنانچہ میں .. پیشانی پر تلک لگا کر گلے میں زنار یعنی جنجو ڈال کر اور بہت سا نذرانہ لے کر شام کے بعد مہنت صاحب کے چرنوں میں پہنچا۔ اور عرض کیا کہ میں نے ایک منت مان رکھی ہے کہ آج رات کو ٹھاکر دوارے کی خدمت پوجا پاٹھ آپ کے بجائے میں بجا لاؤں۔ معلوم نہیں رات کو پوجا کرنے والے پجاری کس کس وقت آتے ہیں۔ اور آپ کے ضعیف العمر ہونے کے باعث یہ رات کی بیداری کی تکلیف آپ کے لئے مشکل ہے۔ اِس لئے آج رات آپ آرام فرماویں۔ اور آپ کا یہ داس آپ کی جگہ رات بھر جاگ کر یہ ڈیوٹی بجا لائیگا۔ مہنت صاحب نے جب مجھے دیکھا کہ مَیں نے تلک لگایا ہُوا ہے۔ اور زنار کے نشان سے بھی صنم پرستوں کی طرح ٹھاکر داس بنا ہُوا ہوں اور دھوتی پہن رکھی ہے اور ہاتھ سے مالا کا منکا بھی چلایا جا رہا ہے اور نیز پھلوں کے ٹوکرے کی پیشکش اور نذرانہ بھی مہنت صاحب کے چرنوں کے پاس جا رکھا۔ اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آپ اس حقیر پیشکش کو جو برگ سبز است کا تحفۂ محبت و پریم ہے قبول فرما کر میری دلی تمنا کو بھی جو عرض کرتا ہوں قبول فرمائیں۔ چنانچہ مہنت صاحب نے میری درخواست کو قبول کیا اور کہا کہ ٹھاکر دوارے میں رات کے گیارہ بجے کبھی بارہ بجے بلکہ کبھی ایک بجے تک بھی ہماری شاہزادی اپنی سہیلیوں کے ساتھ ٹھاکروں کی پوجا پاٹھ کے لئے تشریف لایا کرتی ہیں۔ جب وہ آئیں تو انہیں یہ سمجھا دیا جائے کہ سب کی سب اکٹھی ٹھاکروں کے مقام معبد میں نہ گھسیں بلکہ نشست گاہ میں بیٹھیں۔ اور ایک ایک کر کے معبد اصنام میں

تشریف لائیں اور عمل پرستش کو بجا لائیں۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا ایسا ہی کیا جائیگا۔ اور جو آپ کی ہدایت ہے اسی کے مطابق عمل ہو گا۔ لیکن میں نے ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ جناب مہنت صاحب یہ شاہزادی صاحبہ رات کو کیوں پوجا پاٹھ کے لئے تشریف لاتی ہیں۔ دن کو کیوں تشریف نہیں لاتیں۔ اس پر مہنت صاحب نے مجھے فرمایا کہنے کی بات نہیں یہ بات دل میں بھید کے طور پر رکھو کہ ایک مسلمان ہے ویسے تو شریف ہے اور شریف خاندان کا سُنا جاتا ہے وہ اِس شاہزادی پر عاشق ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی سُنتا ہے کہ شاہزادی کو بھی اس مسلمان سے بیحد پریم ہے۔ جس طرح وہ مسلمان چاہتا ہے کہ شاہزادی مجھے ملے ویسے ہی شاہزادی بھی چاہتی ہے کہ وہ مسلمان مجھے ملے۔ مَیں نے تجاہلِ عارفانہ کے طور پر عرض کیا کہ ایک مسلمان کے ساتھ ہندو شاہزادی کی یہ خواہش کہ مسلمان مجھے ملے۔ مہنت صاحب یہ کیا بات ہے ہمیں اِس کی سمجھ نہیں آئی۔ مہنت صاحب نے فرمایا۔ بابا یہ پریم نگری کی باتیں اور ہی ہیں۔ پریم اور عشق کے مذہب میں عاشق کا مذہب معشوق ہوتا ہے اور معشوق کا مذہب عاشق ہوتا ہے۔ اور عشق دنیا کے سب مذہبوں سے نرالا مذہب رکھتا ہے۔ پنجاب کے دیس کا ایک مشہور اشلوک ہے۔ جو عام لوگ بھی جانتے ہیں ؎

!! بھکھ نہ منگے سالنا عشق نہ پچھے ذات ⁂ نیند نہ منگے سوت نہ منگدی مری سکھ وہانی رات

اِسی طرح کی باتیں دیر تک ہوتی رہیں۔ اور شاہزادی اور مسلمان کی محبت کا تذکرہ ۰۰ ہوتا رہا۔ اور عجیب عجیب پیرایوں میں مَیں نے شاہزادی کی محبت کا کھوج نکالنے کے لئے مہنت سے واقعات سُنے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ جناب مہنت صاحب اِ شاہزادی کا یہ رازِ محبت جو آپ نے ذکر کیا ہے کیا یہ شاہزادی صاحبہ کی سہیلیوں کو بھی معلوم ہے۔ تو مہنت صاحب فرمانے لگے آپ تو بھولے ہی ہیں جب یہ باتیں شہر کے محلوں کوچوں اور بازاروں تک پھیل چکی ہیں۔ تو کیا سہیلیاں شاہزادی کی اِس پریم کہانی اور فسانۂ عشق سے ابھی تک بے خبر ہی ہونگی۔ اس کے بعد مہنت صاحب فرمانے لگے۔ میں تو اب سو جاتا ہوں اب آپ کے ذمہ ٹھاکر دوارے کی خدمت ہے۔ چنانچہ وہ تو لیٹ گئے اور میں انتظار کی گھڑیاں شمار کرنے میں لگ گیا کہ کب شاہزادی تشریف لاتی ہیں۔ اِسی انتظار میں وقت گذر رہا تھا کہ گیارہ بارہ بجے کے قریب وقت

پہنچ گیا۔ اتنے میں کچھ فاصلہ سے آواز سنائی دی۔ مَیں نے ٹھاکر دوارے کی طرف جا کر نشستگاہ کا دروازہ کھول دیا۔ روشنی کا انتظام تو اس میں اور ٹھاکر دوارے میں رات بھر کے لئے پہلے سے ہی مہیّا کیا ہوتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ شاہزادی مع کئی سہیلیوں کے ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے قریب پہنچ گئی ہیں۔ تو میں بھی خدمت کے لئے حسبِ ہدایت مہنت صاحب نشستگاہ کی طرف لپکا اور ان کے پہنچنے پر انہیں نشستگاہ میں بٹھا کر عرض کیا۔ کہ آپ اسی جگہ تشریف رکھیں اور باری باری ٹھاکروں کے درشن اور پوجا پاٹھ کے لئے ٹھاکر دوارے تشریف لائیں۔ میں ٹھاکر دوارے چلتا ہوں۔ چنانچہ میرے کہنے پر وہ نشستگاہ میں بیٹھ گئیں۔ اور مَیں ٹھاکر دوارے جا بیٹھا۔ اور انتظار کرنے لگا۔ پہلے شاہزادی نے سہیلیوں کو باری باری بھیجا کہ تم جا کر درشن کر آؤ۔ مَیں بعد میں جاؤں گی۔ چنانچہ سہیلیوں میں سے ہر ایک باری باری سے پہنچتی گئی اور میں ایک ایک دو دو منٹ میں ان کو بھگتا کر واپس کرتا رہا۔ چونکہ بیٹھک کا دروازہ قریب ہی تھا وہاں سے ان کی آواز سنائی دیتی۔ جب کوئی سہیلی بیٹھک میں پہنچتی تو شاہزادی سے عرض کرتی کہ آج درشن کرانے والے بڑے مہنت نہیں۔ کوئی ان کی جگہ دوسرا مہنت ہے۔ بڑے مہنت تو بہت بوڑھے ہیں۔ لیکن یہ مہنت تو بالکل جوان اور بڑی سندر شکل صورت کا ہے۔ اس نے تو بہت ہی توجہ اور پریم کے ساتھ ٹھاکروں کے درشن کرائے ہیں۔ اُن کی یہ بات میں بھی سنتا جاتا۔ آخر سب سہیلیاں ایک ایک کر کے ... درشن کر کے نشستگاہ میں واپس چلی گئیں تو میری محبوبہ اور جان کی جان شاہزادی بھی تشریف لے آئیں۔ مَیں نے محبت بھرے دل کے ساتھ ادب بجا لا کر عرض کیا کہ اگر پہلے چند منٹ میری عرض بھی شاہزادی سُن سکے تو مَیں کچھ عرض کر دوں۔ شاہزادی نے فرمایا ہاں بڑی خوشی سے آپ فرمائیں۔ مَیں سُن لیتی ہوں۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ آپ نے معلوم کیا ہے کہ میں کون ہوں۔ شاہزادی نے کہا فرمائیے۔ اس پر میں نے بجذبۂ عشق اشکبار آنکھوں کے ساتھ عرض کیا مَیں وہی ہوں جس کا دنیا میں آپ کے سوا کوئی محبوب نہیں۔ پھر مَیں وہی ہوں جس کے عشق کے فسانے گھر گھر شہرت پا چکے ہیں۔ اور میں طوفانی جذبات کے برانگیختہ ہونے پر شاہی محلات کے نیچے آپ کے ہاں محض آپ کے درشن اور دیدار کے لئے

وہاں دھونی رمائے بیٹھا رہا۔ آپ کے عشق کے مجبوب ولولوں میں ہر قسم کی ملامتوں اور طعنوں اور بدنامیوں سے جذباتِ عشق کی آبپاشی کرتا رہا۔ پھر میں وہی ہوں کہ دن بھر میں اِس تلاش میں رہتا کہ جب بھی آپ ٹھاکردوارے کی طرف نکلیں تو میں بجذبۂ عشق آپ کے قدموں کے کھوج سے اپنے دل کو جو آپ کی مہجوری سے ہر لمحہ بے قرار رہتا۔ مسرور اور اپنی آنکھوں کو آپ کے جمال کی مسرّت اور فرحت سے منور کروں۔ پھر مَیں وہی ہوں کہ جب آپ کو دن میں نکلنا ممنوع ہوگیا تو رات کو نکلنے پر اطلاع پاتے ہی اِس ٹھاکردوارے کے مہنت صاحب کی خدمت میں نذرانہ لاکر پیش کیا اور آپ کے درشن کے لئے مسلمان ہوتے ہوئے ماتھے پر تلک لگاکر گلے میں جنجو بھی ڈال لیا۔ اور دھوتی بھی پہن لی۔ اور ٹھاکروں کی خدمت کے لئے ٹھاکرداس نام بھی رکھ لیا۔ اور اِس طرح آج آپ کے قدموں میں پہنچنے کا موقعہ حاصل کیا۔ اِس بیان سے شاہزادی اِس قدر متاثر ہوئی کہ آبدیدہ ہوکر کہنے لگی کہ آج آپ کے عشق کی منزل ختم اور میرے عشق کا آغاز ہے۔ ...... آپ نے میرے عشق میں تلک لگایا اور گلے میں جنجو ڈال کر میری خاطر ہندو بنے اَب میں آپ کی خاطر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتی ہوں۔ اور کل پرسوں تک میرے عشق کا فسانہ بھی سن لینا کہ عشق و وفا کی منزل کیسے طے کرکے دکھائی جاتی ہے۔ اِس کے بعد دونوں عاشق و معشوق اِس قرب و وصال کی آخری گھڑی کے بعد بچشم اشکبار بصد مجبوری ایک دوسرے سے باحساس صدمۂ فرقت بصد حسرت علیحدہ ہوئے اور شاہزادی واپس سہیلیوں کے پاس آپہنچی۔ اور دردِ عشق کے آنسو پونچھتی ہوئی کہنے لگی اب چلیں۔ چنانچہ شاہزادی صاحبہ مع سہیلیوں کے گھر کو واپس آنے کے لئے چل پڑیں۔ سہیلیوں نے دریافت کیا کہ شاہزادی صاحبہ آپ نے تو ٹھاکروں کے درشنوں میں بہت وقت لگایا اور جتنا وقت ہم سب سہیلیوں کا درشن اور پوجا پاٹھ میں صرف ہُوا اُس سے بھی آپ کا وقت زیادہ گذرا۔ کیا آج کوئی خاص بات تھی اِس سے پہلے تو آپ نے اتنا وقت کبھی نہ لگایا تھا شاہزادی صاحبہ نے فرمایا ہاں سارے دن اور ساری راتیں اور سارے اوقات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی غم اور خوشی اور فرقت اور قرب کی گھڑیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ جب شاہزادی واپس گھر پہنچی۔ تو والدہ نے دریافت کیا کہ بیٹی آج بہت دیر لگی ہے اِس کی کیا وجہ ہوئی۔ بیٹی نے کہا میری محبت اور عشق کے فسانے تو ٹھاکردوارے کے مہنت

تک شہرت پا چکے ہیں۔ کہ جس طرح وہ مسلمان مجھ پر فدا ہے ویسے ہی میں بھی اُس مسلمان پر فریفتہ ہوں۔ معلوم نہیں شاہی محلات کے اندر سے میرے عشق کے فسانے کس طرح سے باہر پھیلے اور پھیلائے گئے۔ اب مَیں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اب جس کے عشق کی بدنامی میرے متعلق اتنی ہو چکی ہے۔ میرے لئے یہی مناسب ہے کہ اپنی زندگی کے باقی ایام اسی کے ساتھ گذاروں اور جو میرا ہو چکا ہے اور میرے لئے ملامتوں اور لوگوں کے طعنوں کی تکلیفیں اٹھاتا رہا ہے میں بھی اسی کی ہو رہوں۔ پس اے میری ماتا اب میں شادی اسی سے کروں گی۔ آپ کی ماتا سے مجھے پیار کے طور پر امداد مل سکے تو میں اس طور پر امداد چاہتی ہوں۔ کہ پتا جی سے کہیں کہ میری شادی میرے اس بدنام عاشق سے کر دیں جس کے عشق میں مَیں بھی بدنام ہو چکی ہوں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر میں مجبور ہو کر بہت ممکن ہے کہ اپنی جان پر کھیل جاؤں۔ والدہ نے جب اپنی بیٹی سے ایسے حیران کن خیالات سُنے تو انگشت بدنداں ہو کر ورطۂ حیرت میں پڑ گئی کہ یہ کیا ہونے لگا ہے اور گردشِ فلک کیسے تغیرات دکھانے لگی ہے۔ وہ حیران تھی کہ اب ان مشکلات کو جو رونما ہونے والی ہیں کیونکر دُور کروں۔ اور نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنی پیاری بیٹی اور اس کے والد کو جو ملک بھر میں شاہانہ جاہ و جلال کا مالک ہے ان مصائب سے کس تدبیر سے نجات دلاؤں۔ اور لڑکی کے ظاہر کردہ خیالات کا اس کے والد کے سامنے کس طرح کروں۔

شاہزادی کی والدہ نے مہاراجہ کے حضور مناسب موقعہ پر اور موزوں الفاظ میں بیٹی کے خیالات کی ترجمانی کر دی مہاراجہ کے ہاں وہ ایک ہی بیٹی تھی۔ اور بے حد ناز و نعم اور محبت سے پالی ہوئی تھی۔ مہاراجہ کو بیٹی کی والدہ سے بیٹی کے متعلق یہ ناگوار خیالات سُنکر بہت محسوس ہوا لیکن صبر و تحمل سے طبیعت کو ضبط میں رکھتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ لڑکی بھی بوجہ شدید غلبۂ محبت مجبور ہو چکی ہے۔ ان حالات میں اس پر تشدّد کرنا یا اس سے سختی سے پیش آنا مناسب نہیں۔ پس اس وقت یہی تدبیر ہو سکتی ہے کہ نرمی اور محبت سے آپ بھی

اور لڑکی کی سمجھدار سہیلیاں بھی اس کو سمجھائیں۔ ممکن ہے کہ وہ سمجھ کر ان خیالات اور جذبات طبیعت پر قابو پالے۔ اور میں اپنے خاص وزراء سے مل کر مشورہ کرتا ہوں۔ کہ ان حالاتِ پیش آمدہ کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بادشاہ نے وزراء سے مشورہ طلب کیا۔ بعض نے کہا کہ اس مسلمان کو قتل کرا دیا جائے۔ بعض نے مشورہ دیا کہ اسے قید و بند میں محبوس کر دیا جائے۔ بعض نے کہا کہ لڑکی کو تشدد کی راہ سے سختی کر کے روکنا چاہیئے۔ بعض نے کہا کہ سب طریقے شاہی خاندان کی مزید بدنامی کا باعث ہونگے۔ بعض نے کہا کہ جب شاہزادی کا نکاح اور شادی بہرکیف کی جانی ہے تو وہ جس سے خود بخود شادی کرنا پسند کرتی ہے کیوں نہ اس سے شادی کر دی جائے۔ بعض نے کہا کہ لڑکی ہندو دھرم رکھتی ہے اور لڑکا مسلمان ہے۔ اگر تو لڑکا اور لڑکی دونوں ہم مذہب ہوتے تو کوئی بات نہ تھی۔ لیکن مذہبی اختلاف کی سخت ناگوار صورت حدِ برداشت سے باہر ہے۔ بعض نے کہا کہ سنا ہے کہ لڑکی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو چکی ہے اور اس طرح سے دونوں ہم مذہب بھی ہو چکے ہیں۔ جب بادشاہ نے دریافت کرایا کہ کیا یہ درست ہے کہ لڑکی مسلمان ہو چکی ہے۔ تو دریافت کرنے پر اس بات کی تصدیق کی گئی کہ فی الواقعہ لڑکی مسلمان ہو چکی ہے۔ اس پر سب مجلس کے افرادِ غیظ وغضب سے برافروختہ ہو کر کہنے لگے کہ لڑکی کا یہ فعل مذہبی لحاظ سے سخت تکلیف دہ اور ناگوار ہے۔ کاش وہ ایسا نہ کرتی۔ راجہ یہ معلوم ہونے پر کہ لڑکی مسلمان ہو چکی ہے بہت سٹپٹایا اور سخت محسوس کرنے لگا اور اس نے کہا کہ اگر لڑکی اور لڑکا دونوں اپنی مرضی کرنے سے باز نہیں آسکتے تو ملک سے باہر جا کر جہاں چاہیں شادیں کرلیں۔ ہمارے شہر اور ہمارے ملک میں انہیں رہنے کی اجازت نہ ہو گی۔ اس پر سب وزراء چلا اٹھے کہ مہاراج ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ مہاراج اور سب شاہی خاندان کی عزت برباد ہو جائے گی۔ پہلے تو صرف اپنے شہر اور ملک میں بدنامی کی ہوا پھیلی ہے پھر ملک سے باہر جب لوگوں

کو معلوم ہو گا کہ یہ لڑکی فلاں بادشاہ کی بیٹی ہے جو اس مسلمان سے بیاہی گئی ہے تو نہ صرف دنیوی لحاظ سے ذِلّت ہوگی بلکہ مذہبی لحاظ سے بھی بدنامی ہوگی۔ اِس پر راجہ نے کہا کہ پھر اور کیا تدبیر ہو جس کا عمل میں لانا مفید ہوسکے اِس بارہ میں وزراء نے کچھ دن سوچ بچار کرنے کے لئے مہلت حاصل کی۔ مہاراجہ نے جب محلات میں آکر مہارانی کو وزراء کے مشورہ سے اطلاع دی اور والدہ کے ذریعہ لڑکی کو بھی علم ہُوا تو لڑکی اداس طبیعت کے ساتھ چھت پر چڑھ گئی اور اپنے آپ کو جنونِ عشق کی بے تابی کے حدِّ برداشت سے باہر ہو کر نیچے گرا دیا۔

اور گرتے ہی اُس کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور شہر میں جا بجا چرچا ہونے لگا کہ شاہزادی محلِ خاص سے گر کر مر گئی اور مر کر اپنی منزلِ عشق کو ختم کر گئی۔ جب عاشق کو معلوم ہُوا تو دوڑ کر آیا اور جب اسے یقین ہو گیا شاہزادی کے مرنے کی خبر غلط نہیں بلکہ امرِ واقعی ہے اور وہ اپنے آپ کو قربان کر گئی ہے تو شاہزادی کے عاشقِ زار نے کہا کہ جس خداوند قدّوس کے پاس میری پیاری شاہزادی پہنچی ہے۔ اُس پیارے اور محبوب ترین خدا کے قرب و وصال کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔ سو اِس مقصدِ وحید کی تلاش میں وہ نکل پڑا۔ پھرتے پھراتے اور جستجو کرتے ہوئے اس بزرگ اور ہادی و رہنما کے حضور پہنچا اور اس کے فرمانے پر اپنے عشق کا فسانۂ عجیب اور دلچسپ فسانہ سُنایا۔ جب اس بزرگ پیر و مرشد اور رہبر و رہنما نے دونوں قسم کے عاشقوں کا بیان سُنا تو فرمایا کہ آپ دونوں صاحبوں سے مجھے اس طرح کے واقعات سُننے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ میرا سلسلۂ بیعت خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے طریق پر تبلیغی سلسلہ ہے اور مَیں اسلامی تبلیغ کے مجاہدہ کو بیعت کے بعد تزکیۂ نفس اور اصلاحِ حال کے لئے ضروری سمجھتا ہوں اور اعلائے کلمۃ اللہ کی راہ میں شیاطین مقابلہ کے لئے جہلاء اور ابنائے دنیا کو خوب برانگیختہ کرتے ہیں۔ اور

اِسی کشمکش میں سعید روحیں اسلام کی صداقت کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور مخالفتوں کے جوش اور شور و شر سے ایک طرح کا اعلان اور شہرت ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح .. طریقِ تبلیغ سے ایک طرف تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور دوسری طرف حقائق و معارفِ جدیدہ کا نئے سرے سے دروازہ کھلتا ہے۔ اور رویائے صالحہ اور مبشّرات اور کشوف و الہامات کا فیضان جاری ہو جاتا ہے۔ نیز شفقت علیٰ خلق اللہ کا بہترین موقعہ مل جاتا ہے اور طبیعت میں صبر و تحمّل اور قوّتِ ضبط کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔

پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ چونکہ تبلیغی سلسلہ میں مبلغین کے لئے ملامتوں اور مخالفتوں کا ہونا ... ایک لابدی امر ہے۔ اِس لئے مبلّغ وُہی ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں لوگوں کی ملامتوں اور مخالفتوں کو برداشت کرے۔ اور تبلیغ سے نہ رُکے۔ اور ہر ممکن طریق سے علم و حکمت اور صبر و تحمّل کے ساتھ تبلیغ کا کام کرتا چلا جائے۔

جب کوئی شخص بیعت کرنے کے لئے آتا ہے تو میں اس سے پہلے یہی دریافت کرتا ہوں کہ اگر اس نے کبھی کسی سے عشق کیا ہو تو اس کی حکایت اور داستان سُنائے۔ اور جس نے اس عشق کی راہ میں لوگوں کی مخالفتوں اور ملامتوں کے ذریعہ صبر و تحمّل کی مشق کی ہوتی ہے ایسا شخص ہماری تبلیغی مساعی کے لئے بہت مفید ہوتا ہے اور بیعت تو ویسے بھی ہو سکتی ہے لیکن بیعت کے بعد اطاعت کا ہر پہلو .. بطور امتحان ہوتا ہے۔ جس سے ساتھ ساتھ پتہ لگتا رہتا ہے کہ بیعت کنندہ کہاں تک اطاعت کا جُوا گردن پر اُٹھانے کے لئے تیار ہے۔ سو اس وقت میں آپ دونوں عاشقوں میں سے صرف شاہزادی کے عاشق کی بیعت لوں گا جس نے شاہزادی کے عشق میں ہر طرح کی مخالفتیں اور ملامتیں سہہ کر صبر و تحمّل کا بہترین نمونہ دکھایا ہے۔ امید ہے کہ ایسا مجازی عاشق حقیقی محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کی خیر المحبوبین ہستی کی راہِ عشق میں بھی تبلیغی جد و جہد کے کامل نمونہ

عشق و وفا کا دکھلائے گا۔ اور دوسرے صاحب جو خام طبع اور عشق کی راہ میں عہد و فا کو انجام دینے سے قاصر ہیں۔ .... اور ملامت ہونے پر اس سلسلۂ جد و جہد سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہیں ہمارے کام کے نہیں اور نہ ہی تبلیغی سلسلہ میں ان کی ضرورت ہے۔ ہمارے کام وہی آ سکتا ہے جو عشق و وفا کی منازل کو حسب فرمان لا یخافون لومۃ لائم طے کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی بخوشی ادا کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خُدائی اِنصاف:۔

ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ مندرجہ ذیل حکایت سُنائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے۔ کہ ایک درویش حجرہ نشین جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہتا تھا۔ اور خلوت نشینی اس کا محبوب شغل تھا۔ ایک دن جب وہ ذکر الٰہی میں مشغول تھا۔ اُس کے ...... دل میں یہ شدید خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اگر لحم البقر ملے تو مَیں کھاؤں۔ چنانچہ یہ خواہش جب شدت کے ساتھ اسے محسوس ہوئی تو ایک قریب البلوغ گائے کا بچہ اس کے حجرہ کے اندر خود بخود آ گھسا۔ اور اُس کے گھُسنے کے ساتھ ہی اس کے دِل میں یہ خیال آیا کہ یہ گائے کا بچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور میری خواہش پر یہاں حجرہ میں آ گھُسا ہے۔ اُس نے اس کو ذبح کیا تاکہ اس کا گوشت کھا کر اپنی خواہش کو پورا کر لے۔ جب ابھی ذبح کیا ہی تھا کہ اوپر سے ایک شخص آ گیا۔ اور یہ دیکھ کر کے کہ اِس درویش نے بچھڑا ذبح کیا ہے غضبناک ہو کر بولا کہ یہ میرا جانور ہے تُو نے اسے ذبح کیوں کیا؟ تو اسی جانور کو یہاں چوری کر کے لے آیا۔ اور پھر ذبح کر لیا۔ یہ مجرمانہ فعل ہے۔ مَیں اس پر عدالت میں استغاثہ دائر کروں گا۔ چنانچہ

اُس شخص نے بحیثیت مدعی حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ عدالت نے ملزم کو طلب کیا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اُس درویش سے پوچھا کہ یہ شخص جو بحیثیت مدعی تجھ پر الزام لگاتا ہے کہ تو نے ایسا ایسا فعل کیا ہے اِس الزام کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ اس کے متعلق اس درویش نے بیان کیا کہ میرا والد جبکہ میں چھوٹا ہی تھا تجارت کے لئے کسی ملک میں گیا اس کے بعد میں جوان ہؤا۔ اسے عرصہ دراز گذر چکا ہے۔ میں نے کچھ تعلیم حاصل کر کے بعض اہل اللہ سے تعلق پیدا کیا۔ اور گوشہ نشینی کو اختیار کر لیا۔ اِسی اثناء میں جبکہ میں ذکرِ الٰہی میں مصروف تھا میرے دل میں شدید خواہش لحم البقر کھانے کے متعلق پیدا ہوئی۔ اِس خواہش کی حالت میں ایک گائے کا بچھڑا میرے حجرہ میں آ گھسا۔ میں نے یہی سمجھا کہ اللہ تعالےٰ نے میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے یہ گائے کا بچھڑا میرے حجرہ میں بھیج دیا ہے۔ اس لئے میں نے اسے ذبح کر لیا۔ یہ شخص اوپر سے آ گیا اور غضبناک ہو کر بولا۔ کہ تُو میرا جانور چُرا کر لایا ہے اور پھر ذبح کر لیا ہے میں عدالت میں مقدمہ دائر کرتا ہوں۔ چنانچہ اِس بناء پر اُس نے مجھے ملزم قرار دیکر دعوٰی دائر کر دیا ہے۔ اب جو فیصلہ عدالت کے نزدیک مناسب معلوم ہو وہ کر سکتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل پر اس درویش کے بیان سے بلحاظ اس کی پارسائی اور عابدانہ حالت کے خاص اثر ہؤا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اچھا اس وقت جاؤ اور فلاں تاریخ کو دونوں مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہو جاؤ۔ تا فیصلہ سُنا دیا جائے۔ جب وہ مدعی اور ملزم دونوں عدالت سے رخصت کئے گئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حضور بہت دعا کی کہ اے میرے خدا وند خدا میری عدالت سے کسی کیس کے متعلق ناروا فیصلہ ہونا جو تیرے نزدیک اپنے اندر ظلم کا شائبہ رکھتا ہو۔ میں قطعاً پسند نہیں کرتا تو اس مقدمہ میں میری رہنمائی فرما اور اصل حقیقت۔ جو بھی ہے۔ مجھ پر

منکشف فرما دے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے نہایت تضرع سے دُعا
کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ جو کچھ درویش نے بیان کیا ہے وُہ بالکل
درست ہے اور ذکر کی حالت میں اس درویش کے دل میں یہ خواہش۔۔ ہم
نے ہی ڈالی تھی۔ اور گائے کا بچھڑا بھی ہمارے ہی تصرّف کے ماتحت درویش کے
حجرہ میں لایا گیا تھا۔ اور پھر اس کا ذبح کیا جانا بھی ہمارے ہی منشاء کے ماتحت
ہوا۔ اور یہ سب کارروائی ہمارے ہی خاص ارادہ کے ماتحت وقوع میں آئی۔۔۔۔۔
اور اصل حقیقت یہ ہے کہ اس درویش کا والد جو بہت بڑا تاجر تھا اور مُدّت
تک باہر تجارت کرنے کے بعد اس نے لاکھوں روپیہ کی مالیت حاصل کی۔ اور کئی
ریوڑ بھیڑوں اور بکریوں کے اور کئی گلے گایوں اور اونٹوں کے اس کی ملکیت میں
تھے۔ وہ واپس وطن کو آ رہا تھا اور یہ مدعی نمک حرام اس درویش کے باپ
کا نوکر تھا۔ جب وہ تاجر اپنے شہر کے قریب ایک میدان میں اُترا اور رات
کو سویا تو اس نمک حرام نوکر نے اپنی چھُری سے جس کے اوپر اس کا نام بھی
کندہ ہے اس تاجر کو قتل کر دیا۔ اور اس میدان کے ایک گوشہ میں معمولی سا
گڑھا کھود کر اس میں گھسیٹ کر ڈال دیا۔ اور اس پر مٹی ڈال کر اسے دفن کر دیا۔
چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے برویتِ کشف وہ میدان اور
گڑھا سب کچھ دکھا دیا۔ اور وہ چھُری جس سے تاجر قتل کیا گیا اور بمعہ خون آلود
کپڑوں کے دفن کیا گیا بھی دکھا دی۔ اور بتایا کہ ہم نے یہ سب کارروائی اسی
لئے کروائی کہ اس قاتل کے پاس جس قدر مال و مویشی اور روپیہ ہے یہ سب
درویش کو جو مقتول تاجر کا بیٹا ہے اور اصل وارث ہے دلایا جائے اور مدعی کو جو
درویش کے تاجر باپ کا قاتل ہے قصاص کے طور پر قتل کی سزا دلائی جائے۔
جب حاضری کے لئے تاریخ مقررہ کا دن آیا اور دونوں مدعی اور ملزم عدالت

میں حاضر ہوئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس مدعی کو کہا کہ تم اس درویش کو معاف کر دو تو تمہارے لئے اچھا ہو گا۔ اِس پر مدعی نے عدالت کے کمرہ میں شور ڈال دیا۔ کہ دیکھو جی! کیا یہ عدالت ہے؟ کیا عدالت یوں ہی ہوتی ہے کہ مجرم کو بجائے سزا کے مدعی سے معافی دلوائی جائے۔ ایسا عدل نہ کبھی سُنا اور نہ دیکھا حضرت داؤد علیہ السلام کے بار بار سمجھانے پر بھی جب مدعی نے عدل عدل کی رَٹ لگائی تو آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا اَب ہم عدل ہی کریں گے اور سپاہی کو حکم دیا کہ اِس مدعی کو ہتھکڑی لگا لی جائے۔ اور فلاں میدان کی طرف کوچ کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا۔ کہ یہ قبر کس کی ہے اور اس کا قاتل کون ہے۔ آپؑ نے چھُری جس پر مدعی کا نام بھی لکھا تھا اور تاجر کے خون آلود کپڑے جو ساتھ ہی مدفون تھے کے متعلق سب کچھ گڑھا کھودنے سے قبل ہی بتا دیا۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ مدعی اس تاجر کا جو درویش کا باپ ہے قاتل ہے جسے اِس مدعی نے اپنی چھُری سے سوئے ہوئے کو قتل کر دیا اور خدا نے مجھے سب کچھ بتا دیا اور دکھا دیا اور جیسے بتایا اور دکھایا اسی کے مطابق قبر سے چھُری بھی نکل آئی اور خون آلود کپڑے بھی۔ اور جس طرح دکھایا گیا تھا اسی طرح برآمد ہوا۔ چنانچہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کی سزا کا حکم سنایا تو اس پر مدعی کہنے لگا جناب میں ملزم کو معافی دیتا ہوں اور مقدمہ کو واپس لیتا ہوں آپ بھی مجھے معاف فرمائیے۔ حضرتؑ نے فرمایا اَب معافی نہیں دی جا سکتی اَب وہی عدل جس کے متعلق "عدل" "عدل" کے لفظ سے تو شور ڈالتا تھا تمہارے ساتھ کیا جائیگا۔ اور اسی کے مطابق عدالت کی کارروائی ہوگی۔ اس کے بعد قاتل مدعی کو درویش کے تاجر باپ کے قصاص میں قتل کا آخری حکم سُنایا گیا۔ اور جس چھُری سے تاجر کو قتل کیا گیا تھا اسی سے بعد اقرار جرم قاتل قتل کر دیا گیا۔ اور جو کچھ مال و متاع اور مویشی اور روپیہ اور جائداد وغیرہ تاجر کی چیزیں اس نے

غصب کی ہوئی تھیں۔ سب کی سب اس درویش کو جو تاجر کا بیٹا اور حقیقی وارث تھا دیدی گئیں۔ اِس طرح باوجود اس معاملہ کی انتہائی پیچیدگی کے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر حق کھول دیا۔ اور اپنی طرف سے صحیح انصاف فرمادیا اور ایک عابد زاہد مظلوم کی حق رسی فرمائی۔

فریضہ کی تارک

ایک دن ...... نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے بھی تحریک فرمائی کہ مَیں کوئی حکایت آپ کو سناؤں۔ چنانچہ آپ کے فرمانے پر میں نے بھی ایک حکایت لطیفہ کے طور پر سنائی۔ جسے سن کر آپ بہت ہنسے اور اس کو گھر جاکر بھی سنایا کہ مولوی راجیکی نے علماء مخالفین کے متعلق یہ واقعہ بطور مثال کے سنایا ہے۔ آپ نے اسے بہت ہی پسند فرمایا۔ اور پھر کئی جگہ اِس لطیفہ کو تکرار کے ساتھ سنایا ۔ وہ لطیفہ حضرت اقدس سیدنا المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف علماءِ سوء کی ضلالت اور حماقت کی ایک مثال ہے۔ مَیں نے بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب نے ایک مجمع میں وعظ سنایا۔ اور فرمایا کہ افسوس ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اور بہنیں معمولی معمولی مسائل سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ چند ہی روز کی بات ہے کہ ایک میاں بیوی جو نیک اور نمازی مسلمان ہیں انہوں نے مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت رسولِ خدا کی سنت کے رُو سے کتنی اور کون کونسی سواری کرنا مسلمانوں کے لئے مسنون ہے۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ حضرت رسولِ خداؐ نے گھوڑے کی سواری فرمائی ہے عرب کے گدھے جو عام طور پر سواری کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں بوقتِ ضرورت اس پر بھی سواری فرمائی ہے۔ اور اونٹوں کی سواری کا تو عربوں میں دستور ہی ہے۔ آپؐ نے اونٹ کی سواری بھی بارہا کی ہے۔ جب مولوی صاحب نے ایک اجتماع میں جس میں علاوہ مسلمان بھائیوں کے مسلمان بہنیں بھی وعظ سننے کے لئے آئی ہوئی تھیں یہ بیان کیا اور ایک مسلمان عورت نے یہ وعظ مسنون سواریوں کے متعلق سنا تو دوسری بہنوں سے کہنے لگی خدا تعالیٰ کا شکر ہے

کہ دو سواریوں کی سنت پر عمل کرنا تو مجھے نصیب ہوا ہے۔ گھوڑے کی سواری کی سنت پر عمل کرنا بھی اور گدھے پر سواری کرنے کی سنت پر بھی۔ اب اونٹ کی سواری کی سنت پر عمل کرنا باقی رہ گیا ہے۔ اللہ کی ذات ہے کہ... اونٹ والی سنت کے متعلق بھی سرخروئی نصیب فرمائے۔ چند دن بعد اس عورت کے شوہر کے بھتیجے کی شادی کی تقریب پیش آئی اس تقریبِ شادی پر بہت سے رشتہ دار اور تعلقات محبت والے آئے اور اس طرح ایک بہت بڑے مجمع کی صورت ہو گئی۔ اس عورت حریصِ عملِ سنت کو اس کے شوہر نے کہا کہ میرے کپڑے کچھ میلے سے ہیں۔ دھو دیئے جائیں۔ عورت نے کہا بہت اچھا کپڑے اُتار دیں میں ابھی جوہڑ پر جا کر دھو لاتی ہوں۔ چنانچہ اس نے جوہڑ پر کپڑے دھو کر سُوکھنے کے لئے دُھوپ میں ڈال دیئے۔ اور خود ڈھاب کے پانی میں غسل کرنے لگ گئی۔ اتفاق سے ایک اونٹ شادی والے گھر کا اِدھر اُدھر چرتا ہوا اس ڈھاب سے پانی پی کر وہاں ڈھاب کے کنارے پر ہی بیٹھ گیا۔ وہ عورت بھی غسل کر رہی تھی۔ بحالتِ غسل اسے اونٹ کو دیکھتے ہی دل میں خیال آیا کہ اس اونٹ کا اس وقت ڈھاب کے کنارے آکر بیٹھ جانا میری مدت کی خواہش کو جو اونٹ والی سنت پر عمل کرنے کے متعلق میرے دل میں پائی جاتی تھی پورا کرنے کے لئے ہے۔ اب میں اونٹ کی سواری کی سنت پر عمل کرنے کے ثواب سے محروم نہ رہوں گی۔ ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ اس وقت کوئی آدمی تو قریب نظر نہیں آتا اور اس سواری سے مجھے اور زیادہ غرض بھی نہیں سوائے سنت کے پورا کرنے کی خواہش کے اِس لئے میں جلدی سے اونٹ پر بیٹھ کر پھر اُتر آؤں گی اور یہ بھی خیال آیا کہ غسل کے بعد کپڑے پہننے لگ جاؤں تو شاید اونٹ ہی اُٹھ کر چلا جائے۔ اِس لئے غسل کرنے کے بعد بغیر لباس بحالتِ عریانی ہاتھ میں کپڑے دھونے والا سوٹا لے لیا کہ اگر اونٹ اُٹھنے لگا تو سوٹا مار کر بٹھا لوں گی۔ اِسی حالت میں وہ اونٹ پر سوار ہو گئی۔ اس کا سوار ہونا ہی تھا کہ اونٹ اُٹھ بیٹھا اور جب عورت نے اونٹ کو بٹھانے کی غرض سے سوٹا مارا تو بجائے بیٹھنے کے اونٹ دوڑ پڑا اور سیدھا شادی والے گھر جا پہنچا۔ جہاں کثیر التعداد لوگوں کا مجمع تھا۔ اب لوگ حیران تھے کہ یہ

کیا ماجرا ہے کہ اونٹ پر مادر زاد عریانی کی حالت میں ایک عورت سوار ہے۔ جب اس کے شوہر نے جو وہاں بھی وہاں ہی موجود تھا دیکھا کہ عریانی کی حالت میں اسکی بیوی اونٹ پر سوار ہے تو وہ شرم کے علاوہ غیرت اور غیظ و غضب سے بھر گیا۔ اس کو ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ سے نیچے گرایا۔ اور وہی سوٹا جو عورت کے ہاتھ میں تھا لے کر عورت کو مارنا شروع کر دیا۔ اور مکان کے اندر لے گیا اور اوپر کپڑا ڈال کر اس کا ستر ڈھانپا۔ وہ عورت مار کی وجہ سے بے تاب ہو کر چلّاتی اور چیختی تھی۔ جب اِدھر اُدھر کی ہمسایہ عورتیں بھی یہ خبر سُن کر اس کے ہاں پہنچیں اور دریافت کیا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے اور تمہارے شوہر نے اِس قدر شدید زدو کوب کیوں کیا ہے۔ تو وہ سادہ مزاج عورت روتی ہوئی بیان کرنے لگی کہ اِس ظالم خاوند نے مجھے محض سنت رسول پر عمل کرنے سے مار مار کر مجروح اور زخمی کر دیا ہے۔ اور میری ہڈیاں توڑ ڈالی ہیں۔ اِس پر ہمسایہ عورتوں نے اس کے شوہر سے کہا۔ بھائی! آپ نے اتنا ظلم اور اتنی سختی کی۔ وہ بیچاری اونٹ کی سواری کی سنت پر عمل کرنے کی خواہش کو پورا کرنے لگی تھی۔ آپ نے سنتِ رسول کی وجہ سے اتنے تشدّد سے کام لیا۔ کہ اسے زخمی کر دیا۔ خاوند نے جواب میں کہا کہ یہ احمق عورت، سادہ مزاج اور بے وقوف بار بار سنت سنت کا نام لے کر مجھے بدنام کرتی ہے اور پوچھنے والوں سے بیان کرتی ہے کہ میں نے سنت کی وجہ سے اس کو مارا ہے۔ اسے پوچھنا چاہیئے۔ کہ اِس احمق کو سنت پر عمل کرنا یاد رہا۔ اور اپنی شرمگاہوں کو ڈھانپنا جو فرض تھا اور سنت سے بھی زیادہ ضروری تھا۔ وہ یاد نہ رہا۔ سو مَیں نے جو کچھ سختی کی ہے۔ وہ سنت کی وجہ سے نہیں کی۔ بلکہ فرض کے ترک کرنے کی وجہ سے کی ہے۔

مَیں اوپر کی مثال جو سادہ مزاج عورت نے ترکِ فریضہ کے ساتھ عملِ سنت کے متعلق دکھائی موجودہ زمانہ کے علماء مخالفین پر چسپاں کیا کرتا ہوں۔ جو اسلامی تعلیم کے خلاف عقاید اور اعمال اور اخلاق کا نمونہ رکھتے ہوئے احمدیہ جماعت کے عین مطابق اسلامی تعلیم نمونہ کے

متعلق لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور احمدیوں کو کافر اور گمراہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں بارہا علماء سے مناظرات اور مباحثات ہوئے اور مختلف مجالس میں اُن سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔ وہ اپنی کورانہ تقلید اور خیالاتِ فاسدہ اور اوہام باطلہ کی وجہ سے قرآن کریم کی صحیح تعلیم کے خلاف لوگوں سے غلط باتیں منواتے اور عمل کراتے ہیں۔ غور کرنے سے اِن علماءِ سوء کا حال بد اس سادہ مزاج عورت سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ اس عورت نے تو سنت پر عمل کرنے سے فرض پر عمل کرنے کو جو ستر اور پردہ سے تعلق رکھتا تھا ترک کیا۔ لیکن یہ علماءِ سُوء خیالاتِ فاسدہ اور اوہامِ باطلہ جو قرآن کریم کی تعلیم کے صریح خلاف اور فیج اعوج کے تاریک دَور کی پیداوار ہیں۔ ان کی وجہ سے اِسلام کی مقدس اور مطہر تعلیم کو ترک کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالےٰ اِن کو ہدایت کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

نسخہ اکسیری:

ایک عرصہ کی بات ہے کہ میں بھیرہ میں بسلسلۂ تبلیغ مقیم تھا وہاں پر علاوہ درس وتدریس اور تعلیمی وتربیتی مجالس کے مختلف محلہ جات میں تبلیغی جلسے بھی کئے جاتے۔ جن کا اعلان بذریعہ منادی کرایا جاتا۔

ایک دِن ہم پراچہ قوم کے محلہ میں بغرض جلسہ جمع ہوئے۔ میری تقریر نمازِ عشاء کے بعد تین گھنٹہ تک ہوئی۔ جب تقریر سے فارغ ہو کر میں اپنی قیام گاہ پر جانے لگا۔ تو ایک نوجوان میرے ساتھ ہو لیا۔ اور قیام گاہ پر پہنچ کر میرے پاؤں دبانے لگا۔ چونکہ مجھے اس سے تعارف نہ تھا اِس لئے میں نے یہی سمجھا کہ وہ احمدی ہے۔ اور بوجہ عقیدت و حُسنِ ظنی خدمت کر رہا ہے۔ جب میں نے دریافت کیا کہ آپ کب سے احمدی ہوئے ہیں۔ تو اس نے بتایا کہ میں احمدی نہیں۔ بلکہ حنفی خیالات کا مسلمان ہوں۔ اور میرا ایک خاص کام ہے جس کے لئے آیا ہوں۔ جب میں نے اس سے غرض دریافت کی تو اس نے بتایا کہ

مجھے کسی اکسیر گر سے ایک نسخہ ملا تھا جس کی ادویہ اور ترتیب یہہ ہے :-

عبد یعنی غلام عوبی مصفّٰی = ڈیڑھ تولہ۔ طلق اسود = ڈیڑھ تولہ۔ دونوں کو روغن حب السلاطین میں دو گھنٹے سحق کریں۔ پھر چار گھنٹے روغن عقاب آتشی کھرل کریں۔ اور حب مدّور بنا کر محفوظ کریں۔ بعدہٗ ذیل کے نگدہ میں رکھ کر چار سیر یا چک کی آگ محفوظ الہوا جگہ میں دیں۔ بعد سرد ہونے کے طرح حبہ بر فلک ثالث یا فلک اعلیٰ اوّل پر کریں۔ بعد طرح بطریق معروف فلک رابع کا صاحب نظام نیّر النہار نمایاں و درخشاں ہو گا۔

نگدہ جس میں حب مدّور رکھ کر تشویہ دینا ہے۔ اس کی حسب ذیل ادویہ ہیں :-

شک ابیض و اصفر مکد ایک تولہ۔ عین الخروس احمر و ابیض مکد دو تولہ۔ ان ادویہ مسحوقہ کو حب القلب دو تولہ میں ملا کر سحق کیا جائے اور گولا اور نگدہ بنا کر اس میں وہ حب مدّور عبد و طلق کی رکھ کر آگ دی جائے۔

یہ نسخہ بتا کر اس نوجوان نے کہا کہ میں نے یہ نسخہ بعض اطبّاء اور علماء کو دکھایا۔ اور مذکورہ ادویہ اور ان کی ترکیب کے متعلق دریافت کیا۔ لیکن ان سب نے معذوری کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ ہمیں ان اصطلاحات اکسیری کا علم نہیں۔ جب میں ایک عرصہ تک اس تگ و دو میں رہا۔ تو کسی بزرگ نے مجھے استخارہ کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ میں نے چالیس دن استخارہ کیا۔ تو مجھے خواب میں ایک فرشتہ نے بتایا کہ اس آنے والی جمعرات کو پراچہ قوم کے محلہ میں ایک صاحب بعد نماز عشاء تقریر کریں گے۔ آپ ان سے ملیں۔ وہ اس نسخہ کو حل کر سکیں گے۔ چنانچہ آج میں نے آپ کی تقریر سننے کے بعد آپکی خدمت میں اس نسخہ کے حل کرنے کے لئے درخواست کرنا مناسب سمجھا ہے۔

میں نے نسخہ دیکھ کر بتایا کہ یہ نسخہ اکسیریوں کی اصطلاح میں تحریر کیا

گیا ہے۔ عبد اور غلام عربی سے مراد سیماب ہے۔ عقاب سے مُراد
نوشادر اور مُشک ابیض وا صفر سے مراد سفید اور زرد سنکھیا ہے۔
طلق اسود کے معنے ابرق سیاہ اور حبّ القلب سے بلادر مراد ہے فلک
اوّل سے قمر یا چاندی مفہوم ہوتی ہے۔ اور فلک ثالث سے مراد زہرہ اور مس
یعنی تانبا ہے۔ اسی طرح فلک چہارم سے مراد شمس یا ذہب یا سونا ہے۔
فلک ہفتم زحل اسرب یا سیسہ کو کہتے ہیں۔

جب مَیں نے اِن اکسیری اِصطلاحات کی تشریح کی تو وہ نوجوان بہت
خوش ہوا۔ اور بار بار جزاکم اللہ کہنے لگا۔

اِس موقعہ پر خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کو تبلیغ کرنے کا بھی موقع میسّر
آگیا۔ فالحمد للہ۔

اکسیر گروں کی اسی قسم کی اصطلاحات میں سے عقرب گندھک کو کہتے
ہیں۔ طلق حیوانی زردی بیضہ کو شمس فی القمر زردی مع سفیدی بیضہ کو کہتے ہیں۔
اور مریخ سے لوہا مراد ہوتا ہے۔ اور مشتری سے الہ زیر یعنی قلعی مراد ہوتی ہے۔
اسیطرح حبّ الخروس القان سُرخ و سفید کو کہتے ہیں۔

خوش بختی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت میں ایک دفعہ میں نے
رؤیا میں دیکھا کہ سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام اور خاکسار تینوں ایک جگہ کھڑے ہیں۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ مُبارک سُورج کی طرح تاباں ہے اور آپؐ مشرق
کی طرف مُنہ کئے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ مبارک چاند
کی طرح روشن ہے۔ اور آپؑ مغرب کی طرف مُنہ کئے ہوئے ہیں۔ اور خاکسار
اِن دونوں مقدّس ہستیوں کے درمیان میں کھڑا اُن کے روشن چہروں کو دیکھ
رہا ہے۔ اور اپنی خوش بختی اور سعادت پر نازاں ہو کر یہ فقرہ کہہ رہا ہے:۔
"ہم کس قدر خوش نصیب اور بلند بخت ہیں کہ ہم نے حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پایا اور حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کو بھی پا لیا ہے۔"

اس وقت جب میں نے ان دونوں مقدسوں کے چہروں کی طرف نگاہ کی تو مجھے ایسا نظر آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے نور سے منوّر ہو رہا ہے۔

اس رؤیا کے بعد جب میں دوسری رات سویا تو خواب میں مجھے حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ ملے اور فرمایا کہ "آپ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں۔ کہ آپ نے امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے۔" پھر فرمایا کہ "میری طرف سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے حضور السلام علیکم عرض کر دینا۔"

میں ان دنوں اپنے وطن موضع راجیکی میں مقیم تھا۔ اس وقت تک جماعت کا نام احمدی نہ رکھا گیا تھا۔ میں جب صبح کو بیدار ہوا تو حضرت شیخ سعدیؒ کی خواہش کے مطابق ایک عریضہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں لکھ کر آپ کا تحفہ سلام حضورؑ کی خدمت میں عرض کر دیا اور اپنی رؤیا بھی بیان کر دی۔ اس کے چند روز بعد مجھے پھر رؤیا میں حضرت شیخ صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے سلام پہنچانے پر بہت ہی مسرت کا اظہار کیا۔ اور میرے ہاتھ میں ایک کتاب دے کر فرمایا کہ یہ بطور ہدیہ ہے۔ جب میں نے اس رسالہ کو دیکھا تو اس کے سرورق پر اس کا نام "سراج الاسرار" لکھا ہوا تھا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک ؛

برکت کا نشان :-

جو لوگ اللہ تعالےٰ کے مقرب ہوتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے عظیم الشان نشان پائے جاتے ہیں۔ میں نے اس قسم کے برکت کے نشان بارہا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے خلفاء اور اہل بیت کے وجودوں میں ملاحظہ کئے ہیں۔ مثال کے طور پر دو واقعات یہاں پر درج کرتا ہوں ورنہ واقعات تو بہت ہیں۔

ایک دفعہ جب میں لاہور میں مقیم تھا۔ اور مسجد احمدیہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو اچانک حضرت ام المومنین دامت برکاتہا و رضی اللہ تعالےٰ عنہا مسجد دیکھنے کے لئے وہاں تشریف لے آئیں۔ حضرت قدسیہ کی آمد پر مجھے تحریک ہوئی۔ کہ آپ کی خدمت میں کچھ رقم بطور نذرانہ پیش کروں۔ لیکن اسوقت میری جیب میں صرف تین روپے نکلے۔ مجھے یہ رقم بہت حقیر اور قلیل معلوم ہوئی۔ لیکن مجبوراً اسی کو حضرت ممدوحہ کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس کو خوشی سے قبول فرمایا اور جزاکم اللہ احسن الجزاء کہا۔

مسجد دیکھنے کے بعد آپ حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئیں۔ ابھی آدھ گھنٹہ گذرا تھا کہ ایک معزز احمدی نے اپنا ملازم بھجوایا۔ اور خواہش کی کہ میں ان کے گھر جا کر چائے پیوں۔ جب میں چائے سے فارغ ہوا اور واپس آنے لگا تو انہوں نے میری جیب میں کچھ کاغذ ڈال دیئے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید دعا کے لئے انہوں نے کچھ لکھ کر میری جیب میں ڈالا ہے۔ اور اس کو زبانی بیان کرنا انہوں نے مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن جب میں نے وہ کاغذ نکال کر دیکھے۔ تو دس دس کے تین نوٹ یعنی مبلغ تیس ۳۰ روپیہ تھے۔

ان صاحب نے بتایا کہ تھوڑی دیر پہلے میرے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی۔ کہ آپ کو چائے پر بلاؤں۔ اور آپ کی خدمت میں کچھ رقم پیش کروں۔" میں نے یقین کر لیا کہ یہ حضرت ام المومنین اعلے اللہ درجاتہا کی بابرکت توجہ کا نتیجہ ہے۔

ایک اور واقعہ:۔

عرصہ کی بات ہے۔ کہ میں کسی کام کے لئے گھر سے نکلا۔ بازار میں مجھے دفتر کا آدمی ملا۔ اور اس نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو قصرِ خلافت میں یاد فرمایا ہے۔ میں سیدھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں پہنچا۔ اور اپنے حاضر ہونے کی اطلاع حضور ایدہ اللہ تعالےٰ

کی خدمت میں بھجوائی۔ اتفاق سے اس وقت میرے پاس کوئی رقم نہ تھی۔ میرے دل میں حضور کی خدمت میں خالی ہاتھ جانے سے انقباض محسوس ہوا۔ چنانچہ میں نے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک کارکن سے مبلغ دس روپے بطور قرض لئے۔ اور عندالملاقات حضور کی خدمت میں یہ حقیر رقم پیش کر دی۔ جو حضور نے ازراہ نوازش کریمانہ قبول فرمالی۔

جب میں ملاقات سے فارغ ہو کر نیچے دفتر میں آیا تو اتفاق سے ایک معزز احمدی وہاں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے گھر ملاقات کے لئے جانا تھا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ یہیں پر ملاقات ہو گئی۔ اور ایک بند لفافہ میرے ہاتھ میں دیا جس میں مبلغ یکصد روپیہ کے نوٹ تھے۔

یہ رقم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت وجود کا نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ سب انبیاء، خلفاء اور اصفیاء و اولیاء اور ان کی آل و اولاد پر اپنی بے شمار رحمتیں اور فضل تا ابد فرماتا رہے۔ آمین۔

عیدی :

۱۹۲۹ء میں میں ایک تبلیغی سفر کے سلسلہ میں مختلف مقامات سے ہوتا ہوا مردان شہر میں جو سرحدی علاقہ ہے پہنچا۔ دوسرے دن عیدالاضحیہ کی عید کا مبارک دن تھا۔ مجھے وہاں جانے سے ایک دو دن پہلے عزیزم اقبال احمدؐ کی طرف سے ایک خط ملا تھا کہ آپ سفر پر ہیں اور مجھے کالج کی تعلیمی کتب اور فیس وغیرہ کے اخراجات کے لئے اس وقت کم از کم ایک سو روپیہ جلد از جلد ملنا از بس ضروری ہے۔ میرا ورود مردان میں اس موقعہ پر پہلی دفعہ تھا۔ وہاں کی جماعت احمدیہ کے احباب اور افراد سے قبل ازیں میرا چنداں تعارف اور شناسائی نہ تھی کہ کسی دوست سے قرض حاصل ہو سکتا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی خیر الراحمین اور خیر المحسنین اور واہب المواہب ذات پر بھروسہ تھا۔ دوسرے دن احباب کی فرمائش پر میں نے نماز عید پڑھائی۔ جب میں

بحالت سجدہ دُعاء کر رہا تھا۔ تو مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور رقت کا باعث یہ امر ہوا کہ نماز سے پہلے بعض احمدی بچے جو اپنے باپوں کے ساتھ مسجد میں آئے ہوئے تھے۔ اپنے اپنے باپ سے عیدی کے لئے کچھ طلب کرتے تھے اور انکے باپ اپنے بچوں کو بقدر مناسب عیدی دے رہے تھے۔ مجھے بحالت سجدہ دُعا کی تحریک انہی بچوں کی عیدی طلب کرنے پر ہوئی اور میں نے اپنے مولیٰ کے حضور عرض کیا کہ میرے مولےٰ آج عید کا دن ہے بچے اپنے اپنے والدین سے عیدی طلب کر رہے ہیں۔ اور میرا بچہ بھی مجھ سے بذریعہ خط ایک سو روپیہ کی ضرورت پیش کر چکا ہے۔ سو میں اپنے بچے کے لئے حضور کی خدمت میں اِس رقم مطلوبہ کے متعلق ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ کہ میرے بچے کی شدید ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کوئی صورت محض اپنے فضل و کرم سے مہیا فرما دے۔ تا اس پریشانی سے مخلصی حاصل ہو۔ نماز عید۔ کھانے اور نماز ظہر سے فارغ ہونے پر ہم نے مردان سے چارسدہ جانے کے لئے تیاری کی۔ کیونکہ چارسدہ میں جماعت احمدیہ کے ہاں جانا بھی ہمارے پروگرام میں داخل تھا۔ جب ہم مردان سے باہر ٹانگے پر سوار ہونے کے لئے احباب سے رُخصت ہوئے تو کئی احباب ہماری مشایعت کے لئے اڈا تک آئے۔ ان میں سے اچانک ایک صاحب جن کو اس وقت میں قطعاً نہ جانتا تھا میرے پاس سے گذرے اور گذرتے ہوئے کوئی چیز میرے کوٹ کی بیرونی جیب میں ڈال دی۔ جب ہم مردان سے سوار ہو کر چارسدہ پہنچے اور میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو مجھے ایک لفافہ ملا۔ جس میں کوئی کاغذ ملفوف تھا۔ جب میں نے لفافہ کو کھولا تو اس میں ایک صد روپیہ کا نوٹ تھا جس کے ساتھ ایک رُقعہ بھی تھا۔ جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آپ جب نماز عید پڑھا رہے تھے تو میرے قلب میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ میں سو روپیہ کی رقم آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ لیکن اِس طریق پر کہ آپ کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ یہ کس نے دی ہے۔ اِس لئے میں نے سو روپیہ کا نوٹ آپ کی جیب میں ڈال دیا ہے۔ اور پتہ اور نام نہیں لکھا۔ تا میرا عمل بھی مخلصانہ محض اللہ تعالےٰ کے علم تک رہے۔ اور آپ کو بھی اس سو روپیہ کی رقم کا عطیہ اللہ تعالےٰ کی معطی اور محسن ہستی

کی طرف سے ہی محسوس ہو۔

یہ وُہی عید تھی جو بحالتِ سجدہ نمازِ عید میں بیٹے اپنے بچے کے لئے اپنے محسن مولےٰ سے مانگی تھی۔ اور جو حضرت خیر الراحمین اور خیر المحسنین مولےٰ کریم کی فیاضانہ نوازش سے مجھے عطا فرمائی گئی تھی۔ اِس رُقعہ کے پڑھنے سے مجھے اور بھی اس بات کا یقین ہُوا۔ کہ واقعی یہ رقم مجھے خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے بغیر کسی کے منّت احسان کے عطا ہوئی ہے۔ اور میری روح جذبہ تشکرات سے بھر کر اپنے محسن خدا کے حضور ایک وجد نما جوش کے ساتھ جُھک گئی۔ میرے قلب میں اس مخلص دوست کی اس نیکی کا بھی بہت احساس ہُوا اور میں نے اس کے لئے دُعا کی کہ مولےٰ کریم اپنی کرم فرمائی سے اسے جزائے خیر دے۔ اور اس کی آل اولاد اور نسل کو اپنے فیوض خاصہ سے نوازے۔ میں نے وہ رقم عزیز اقبال احمدؐ سلمہ کو بھجوا دی۔

یہ سیدنا حضرت مسیح پاک کی اعجاز نما برکت ہے کہ ایک طرف میرے جیسے حقیر خادم کو حضور علیہ السلام کے روحانی اور بابرکت تعلق سے دُعا۔ ہاں قبول ہونے والی دُعا۔ کی توفیق نصیب ہوئی۔ اور پھر اس دُعا کی استجابت کا اثر ایسے طور سے نمایاں ہُوا۔ جو احتیاجِ خلق سے بالا تر نظر آتا تھا۔ اس قسم کا مخلصانہ عمل جس میں نمود و نمائش کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا دنیا بھر میں مشکل سے مل سکتا ہے ہاں صرف احمدی جماعت کے افراد میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ بتحریکِ اخلاص وللّٰہیت رقم کے عطیہ کے ساتھ رُقعہ میں نام و پتہ تک نہ لکھنا حد درجہ کا اخلاص ہے۔ لیکن یہ اخلاص کسی کی قوتِ قدسیہ اور روحانی کشش اور مؤثر توجہ سے پیدا ہوا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ ایسا اخلاص اور بے ریا عمل میرے پیارے اور پاک مسیح ہاں میرے مولےٰ کے محبوب اور مصلح عالم مسیح محمدی کی اعجازی برکات کا نمونہ ہے اور ایسے نمونے جماعتِ احمدیہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ احبابِ جماعت کے اخلاص اور ایمان میں برکت پر برکت دے۔

ان کی زندگی اور موت رضاءِ الٰہی کے ماتحت ہو۔ اور ان کے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کے قیام کی غرض پُوری ہو

آمین یا ربّ العالمین

ایک منذر الہام :

ایک دفعہ خاکسار مرکزی ہدایت کے ماتحت ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں تبلیغ کی غرض سے مقیم تھا۔ دوران قیام میں ایک خط حضرت مکرم و محترم حبی فی اللہ مرزا البشیر احمدؐ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا جس میں لکھا تھا کہ سیدہ حضرت اُم طاہرؓ حرم ثالث حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے دُعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو صحتیاب فرماوے۔ انہیں لاہور کے ہسپتال میں بغرض علاج داخل کیا گیا ہے۔ نیز اُن کی صحت کے متعلق استخارہ کرنے کی فرمائش تھی۔ دُعا تو خاکسار اہل بیت کے لئے ان کے ہمدردانہ تعلقات کی وجہ سے پہلے ہی کر رہا تھا۔ لیکن حضرت سیدی میاں بشیر احمدؐ صاحب کی تحریک پر پہلے سے بھی زیادہ متضرعانہ دُعائیں شروع کر دیں۔ اسی سلسلہ میں ایک دن دعا کرتے ہوئے مجھ پر کشفی حالت طاری ہوئی۔ اور میرے سامنے ایک کاغذ پیش کیا گیا جس پر قضاء و قدر کے احکام میں سے آخری حکم کے نفاذ کے متعلق ایک نظم میں اطلاع دی گئی تھی وہ ساری نظم تو بعد میں مجھے یاد نہ رہی صرف ذیل کا الہامی کلام یاد رہا ؎

کسے نماند بہ دنیا کسے نہ خواہد ماند ؁ بجُز خدائیکہ باقی بماند و خواہد ماند

اِس کی دوسری قرأت بجائے "کسے نماند بہ دنیا" کے "کسے نماند دریںجا" کا فقرہ تھی۔ چنانچہ خاکسار نے اس منذر الہام سے حضرت محترم مرزا البشیر احمدؐ صاحب مدظلہ العالی کو اطلاع دیدی۔ اِس منذر الہام میں علاوہ حضرت سیدہ اُم طاہرؓ کے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق بھی اطلاع دی گئی تھی اور دونوں کی وفات کے درمیان چند ہی روز کا وقفہ وقوع میں آیا تھا۔ دونوں کی وفات سلسلہ احمدیہ کے لئے شدید نقصان کا موجب تھی۔ اِس لئے کہ دونوں مقدس ہستیاں اہلبیت کے افراد سے تھیں۔ اور اس لئے بھی کہ سلسلہ احمدیہ کی بیش بہا خدمات کی انجام دہی اِن دونوں کے ساتھ وابستہ تھی۔ اِن حالات میں دونوں مقدس ہستیوں کی وفات

کا حادثہ کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اور یہ دونوں مقدس وجود آسمان رفعت کے کوکب دری اور ملت بیضا کے درِّ ثمین تھے۔ اور دونوں کی وفات کا ذکر اس منذر الہام میں بطور اطلاع پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ فقرہ کہ کسے نماند و نخواہد ماند۔ اس سے حضرت امّ طاہر رضؓ کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔ اور یہ فقرہ کہ کسے نخواہد ماند اس میں حضرت میر صاحب رضؓ کی وفات کی طرف ایماء کیا گیا تھا۔ میں نے ان دونوں کی وفات پر ایک مشترکہ مرثیہ بھی لکھا تھا جو الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے ابتدائی شعر مندرجہ ذیل تھے

أينسى ذكر مجدك امّ طاهر ✣ اينسى القوم حِبرًا مثل اسحٰق

وكلّ منهما قد عاش بارًّا ✣ باصلاحٍ وايثارٍ و اشفاق !

ومن جرثومة السّادات نسلًا ✣ وآل محمّدٍ محبوب خلّاق !

وكل منهما قد مات شابًا ✣ وموت الشاب فاجعة لآفاق !

لقد فزعت قلوبٌ عند نعي ✣ وقد فجعت نفوس بعد اطراق !

بحزن القلب قد دمع كل عين ✣ ولوعة فرقته نار لاحراق !

ہمارا محبوب:۔

اسی طرح جب حضرت سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ قادیان میں شدید طور پر علیل ہوئے۔ تو میں ان دنوں پشاور میں مقیم تھا۔ ان کی علالت کی اطلاع ملنے پر میں نے متواتر دعا شروع کی۔ اور کئی دن تک جاری رکھی۔ آخر مجھے اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں مخاطب فرمایا:۔

"میر محمد اسمٰعیل ہمارا محبُوب ہے۔ ہم خود اس کا علاج ہیں"۔

اسکے چند روز بعد حضرت میر صاحب رضؓ وفات پا گئے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل اولاد پر اپنی رحمت اور فضل تا ابد نازل فرماتا رہے آمین۔ آپ کی وفات پر میں نے فارسی زبان میں ایک مرثیہ لکھا جس میں اپنے جذباتِ غم اور آپ کے مناقب جلیلہ کا ذکر کیا:۔

پہچی مرگ (کشمیر) میں :-

۱۹۴۱ء میں مَیں اور عزیز مکرم مولوی محمد الدین صاحب مبلغ البانیہ تبلیغ کی غرض سے علاقہ کشمیر میں گئے۔ سرینگر میں حضرت مسیح اسرائیلی علیہ السلام کے روضہ مبارک واقع محلہ خان یار کی زیارت اور اس پر دعا کی توفیق ملی۔ نیز بہت سے تبلیغی جلسوں میں شمولیت اور تربیتی اور اصلاحی امور کی سرانجام دہی کا بفضلہ تعالیٰ موقع ملا۔

اسی سلسلہ میں جب ہم کدر دن پہنچے تو وہاں پر حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بھائی سید محمد علی شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ایک دن آپ نے سیدنا و مولنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل حکیم الامتہ مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سنایا کہ جب حضور مہاراجہ کشمیر کے شاہی طبیب تھے تو ایک دفعہ مہاراجہ صاحب کے ساتھ سرینگر تشریف لائے۔ آپ کی شہرت سُن کر دُور دُور سے لوگ آپ کی ملاقات اور علاج کرانے کے لئے حاضر ہوتے۔ مَیں بھی زیارت کے شوق میں سری نگر پہنچا۔ اور حضرت حکیم الامتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا کوئی دوائی دریافت کرنی ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ سفید اور سیاہ بھنگرہ کے درمیان مابہ الامتیاز کے متعلق دریافت کرنا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ سوال

سفید اور سیاہ بھنگرہ

بہت ضروری ہے۔ عام لوگ اس فرق کو نہیں جانتے۔ اور سفید اور سیاہ بھنگرہ کو شناخت نہیں کر سکتے۔ دونوں بھنگروں کے پھول بظاہر سفید ہوتے ہیں اور کپڑے یا ہاتھ پر ملنے سے سیاہ رنگ دیتے ہیں۔ اس لئے پھولوں سے انہیں امتیاز کرنا ممکن نہیں۔ ہاں سفید بھنگرہ کے پتّے ملنے سے سبز رنگ دیتے ہیں۔ پس پتوں کے ذریعہ سے ہی دونوں بھنگروں میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

پہچی مرگ کو روانگی

علاقہ کشمیر میں ہماری جانے کی ایک بڑی غرض یہ تھی کہ مرکز میں یہ اطلاع ملی تھی کہ بعض غیر احمدی علماء کی

وسوسہ اندازی سے چند کمزور احمدی ارتداد اختیار کر گئے ہیں۔ مکرمی چوہدری راج محمد صاحب ہمیں بھی مرگ لیجانے کیلئے وہاں سے لارڈن آئے اور ہم انکے ساتھ ہی مرگ پہنچے۔ ان دنوں کشمیریوں کے لئے اس علاقہ میں گرمی تھی اور چوہدری راج محمد صاحب کے گھر والے شدتِ گرما کے احساس سے اوپر کے سرد پہاڑوں میں جا چکے تھے۔ صرف انکی ایک بہو گھر میں رہ گئی تھیں اور کھانا پکانا اور گھر کا دوسرا کام انہی کے سپرد تھا۔

گو ہمارے لئے وہاں کا موسم اتنا سرد تھا کہ ہم رات کو لحاف اوڑھے بغیر نہ ہو سکتے تھے۔ لیکن چوہدری صاحب کی بہو متواتر اصرار کر رہی تھیں۔ کہ شدتِ گرمی کیوجہ سے وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتیں۔ اور سرد پہاڑ پر جانا چاہتی ہیں۔ چوہدری راج محمد صاحب نے اسکو سمجھایا کہ مرکز سے مہمان بھی آئے ہوئے ہیں ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی اسکے سپرد ہے اسلئے وہ نہ جائے۔ لیکن وہ اپنے اصرار پر قائم رہی۔ اور مزید ٹھہرنے کیلئے تیار نہ ہوئی۔ آخر چوہدری صاحب نے مجھے کہا کہ آپ ہی اس لڑکی کو سمجھائیں۔ شاید آپ کے احترام کیوجہ سے بات مان جائے۔

میں نے اسکو سمجھایا لیکن وہ اپنی ضد سے باز نہ آئی تو میں نے اسکو کہا کہ

"تو جا کر دیکھ لے کہ اللہ تعالیٰ تجھے کیسے واپس لاتا ہے"

خیر! وہ پندرہ بیس کوس کے قریب اوپر سرد پہاڑ پر چلی گئی۔ وہاں پہنچنے کے دوسرے دن اسکو سانپ نے ڈس لیا۔ وہ درد سے چیختی اور بار بار کہتی کہ مجھے واپس پہنچا دو۔ مولوی جی کی بددعا کی وجہ سے مجھے سانپ نے کاٹا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک رشتہ دار کی معیت میں گھوڑی پر تیسرے دن واپس آ گئی۔ اور عاجزی کیساتھ توبہ کرنے لگی۔ میں نے کہا کہ ہم مرکز کی ہدایت کے ماتحت یہاں آئے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل کرنی ہے۔ سانپ کی شکل میں تیرے نفس کی سرکشی نے تجھے ڈسا ہے۔

اسکے بعد میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مندرجہ ذیل نسخہ جو سانپ کے زہر میں مجرب ہے اس کو استعمال کرایا۔

نسخہ برائے زہر سانپ ریٹھے کے چھلکے کا سفوف تین چار دفعہ گرم پانی سے استعمال کرنیسے قے و اسہال سے زہر کا اثر دور ہو جاتا ہے۔ جب زہر دور ہوتا ہے تو ریٹھے کے چھلکے کی کڑواہٹ معلوم ہونے لگتی ہے۔ جب تک زہر خارج نہیں ہوتا اس کی تلخی میٹھی معلوم ہوتی رہتی ہے۔ یہ نسخہ میں نے اس کو استعمال کرایا۔

ایک اور نسخہ سانپ کے زہر کے ازالہ کیلئے مندرجہ ذیل نسخہ بھی بارہا کا مجرّب ہے۔ نربسی یعنی جدوار قسم عمدہ ۔ سفید گھنگچی ۔ ریوند عصارہ ۔ بیخ نرگس ۔ چاروں ادویہ ہموزن لیکر سفوف بنالیں ۔ بقدر تین چار ماشہ سرد پانی سے استعمال کرائیں ۔ ایک خوراک سے بفضلہ تعالیٰ آرام ہو جاتا ہے ورنہ دوسری یا تیسری خوراک کافی ہوتی ہے۔

پہلا نسخہ استعمال کرانے سے اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کو آرام دیا۔ اور وہ بخوشی بھیرہ میں رہ کر ہمارے وہاں قیام کے دوران میں چوہدری صاحب کی زیر ہدایت خدمت میں مصروف رہی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ایک عجیب منظر :

ایک دفعہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ زمین سے آسمان کی بلندیوں تک ایک نہایت خوبصورت اور مزیّن سڑک ہی ایسی سڑک جس کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "نزول المسیح" میں حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے ضمن میں فرمایا ہے جس پر مجھے فرشتے اوپر کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ جب ہم پانچویں آسمان پر پہنچے تو فرشتوں نے کہا کہ اس کا مقام اس بلندی سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سُنکر میں نے ان فرشتوں سے عرض کیا کہ "میرا خداوند قدوس کہاں تشریف فرما ہے میں تو اپنے مولیٰ کریم کے پاس جانا چاہتا ہوں" اس پر انہوں نے بارگاہ قدس کے ایماء سے مجھے ایک خاص مقام پر اُتار دیا۔ اور میری دنیوی حیات کے لباس کو اُتار کر مجھے ایک اور لباس پہنایا جس سے میری زندگی میں ایک خاص انقلاب واقع ہوا۔ اور مجھے دنیوی حیات سے اخروی حیات میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ فالحمد للہ۔

الحمد للہ الذی وفّق عبدہ الضعیف لاتمام الجلد الرابع من المقالات القدسیّۃ فی الافاضات الاحمدیّۃ

بشکر حضرت پروردگارے　:　فدا باشد دلم جانم نثارے
بفضلش ختم شد ایں جلد چارم　:　بتوفیقش عیاں شد کار و بارم
بعمر ارذلم توفیق بخشید
دلم از منتش پُر شکر و تحمید

خاتمہ کتاب

جلد چہارم

اللہ تعالےٰ کے فضل و احسان سے "حیاتِ قدسی" یعنی سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کی جلد چہارم مکمل ہو گئی ہے۔ حضرت مولوی صاحب (متّعنا اللہ بطول حیاتہٖ) کے تحریر کردہ مسودہ میں ابھی بہت سا علمی روحانی اور تبلیغی مواد باقی ہے جو امید ہے کہ بتوفیق ایزدی آئندہ جلدوں میں شائع ہو سکے گا۔

اللہ تعالےٰ اِس کتاب کو سلسلۂ حقہ کے لئے مفید اور بابرکت بنائے۔

آمین ثم آمین!

خاکسار مرتّب

مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۵ء

کلام پاک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حمدِ باریتعالیٰ

وہ دیکھتا ہے غیروں سی کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں

سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اسکو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں

اِس جائے پُر عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بستاں سرا نہیں